فقیر احد زرگر

(فکر و فن)

مصنّف

فاروق احمد بٹ ابن گلہِ دوٗنؔ

فقیر احمد زرگرؒ

(فکر و فن)

مصنّف

فاروق احمد بٹ ابن گُلہِ دوُن

نام کتاب	:	فقیر احد زرگر فکروفن
مصنّف	:	فاروق احمد بٹ
سال	:	۲۰۱۵ء
تعدادِ صفحات	:	۲۵۰
کمپیوٹر کمپوزنگ ڈیزائننگ و پرنٹنگ	:	نیو سپیس پرنٹرس سرینگر۔ 9906674535
ھدیہ	:	400/-
ناشر	:	فقیر گلہِ دون فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
نگران	:	الحاج غلام محمد بٹ المعروف گلہِ دونؔ

ترتیب



1 فقیر احمد زرگر   2 فاروق احمد   3 شکیل احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُمْ (صدق اللہ العظیم)
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں حکم (بڑے ہیں اُنکی (النساء:۵۹)

اسلام میں اعمال سے زیادہ ایمان کا دارومدار عقائد پر ہے۔

الحاج غلام محمد بٹ المعروف فقیر گلہ دُون ایک صوفی بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک علمی شخصیت کے بطور بھی وادی میں مقبول ہے جنہوں نے تقریباً ۳۲ سال امامت اور خطابت کا منصب سنبھالا اور وادی کے طول و عرض میں کئی صوفی اور علمی شاگردوں کو اپنی خانقاہِ گلہ دُون میں پروان چڑھایا۔ اسکے علاوہ اپنے خاندان میں ایسی دینی اور اخلاقی تربیت کی کہ حضرت گُلہ دُون کے تین فرزند امامت کے منصب پر فائز ہیں۔

فرزند حاجی جان محمد بٹ نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے جو کہ دورِ حاضر کی ضرورت تھی یعنی شرعی مسئلہ جات کی کتاب ''کتاب الجنائز'' جس میں جان صاحب نے کفن دفن، جنازہ وغیرہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔

فرزند فاروق احمد بٹ نے اس حوالے سے ایک کتاب منظر عام پر لائی ہے جو کہ تصوف روحانیت اور اعتقاد کو روشناس کرتی ہے اور یہ کتاب ۴/دسمبر ۲۰۱۴ء کو دیلگام انت ناگ میں معروف صوفی بزرگ محترم فقیر غلام محمد رجیدہ کے مبارک ہاتھوں اجراء ہوئی جبکہ اس موقع پر وہاں موجود لوگوں میں وادی کے مشہور براڈ کاسٹر اور ادیب محترم عبدلاحد فرہادؔ بھی تھے۔

اس کتاب کا نام ''اظہارِ حق'' ہے جو قرآن اور حدیثوں کا مجموعہ ہے اسکے علاوہ صحابہ رسولؐ اولیاء اللہ اور علماء دین کے اقوال سے پُر ہے۔

فاروق احمد بٹ کی ایک اور کوشش کا نتیجہ یہ کتاب ''فقیر احد زرگرؔ فکر و فن'' ہے اس کتاب میں جہاں فقیر احد زرگرؔ کی شخصیت کو عوام کے سامنے رکھنے کی کوشش کی گئی ہے وہیں اس کتاب میں بھی تصوف کے اسرار و رموز وضاحت کے ساتھ آشکار کئے گئے ہیں میں نے بھی الحاج غلام محمد بٹ المعروف فقیر گلہِ ڈُون سے کئی سال صحبت اختیار کی۔ میں نے ان کی شخصیت میں ایک خاص وصف پایا جس سے میں متاثر ہوا اور یہ کہ حاجی صاحب شریعت پر شدت سے عمل پیرا تھے۔ طریقت کا لباس پہنے حقیقت میں رہ کر بات کرتے تھے جو ایک کامل صوفی ہونے کا ثبوت ہے ان میں ایک خصوصیت تھی کہ جب بھی بات کرتے پہلے اپنے پیرو مرشد جناب فقیر احد زرگرؔ کی ثناء گوئی کرتے تھے کہ انکا نظر کرم ہے کہ مجھے روحانی

طور اس قابل بنایا کہ میں بھی وادی کے صوفی شعراء میں شامل ہوا۔
اللہ تعالیٰ ان دونوں طالب و مطلوب کو جنّت الفردوس عطا فرمائیں
(آمین)

ہر شام و صحر تقسیم یہاں نبیّوں کی وراثت ہوتی ہے
قرآن کی صداؤں سے ہر دم لبریز خانقاہِ گلہِ دُون ہے

محمد سلطان منتو
پارم پورہ، ایچ ایم ٹی روڑ سرینگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حق تو یہ ہے کہ راقم الحروف نہ کوئی عالم و فاضل ہے اور نہ ہی کسی سرکاری یا دینی ادارے سے فارغ التحصیل علم ہے۔ میں ایک ادنےٰ سا جفاکش مسلمان ہوں البتہ اللہ نے مجھے عنایت کی ہے کہ میں عہد طفولیت سے ہی بزرگوں اور اصحاب حال وقال کی خدمت میں ایک خدمت گذار کی طرح رہا ہوں۔ جن کی صحبت نے مجھے حلال وحرام، حق وباطل اور خیر وشر کی تمیز کرنے کی صلاحیت بخشی ہے۔ یہ بھی میری خوش بختی ہے کہ میرے والد مکرم فقیر الحاج غلام محمد بٹ المعروف ''گلہِ ڈون'' نے مجھے بچپن سے ہی اپنی قربت سے سرفراز فرمایا ہے۔ چونکہ آپ عہد آفرین صوفی شاعر اور فقیر عبدالاحد زرگر کے طالب رشید رہے ہیں اور ان کی اکثر ملاقاتوں کے دوران میرے والد مجھے اپنے ساتھ لیتے۔ وہ ہمیشہ معاملات دنیا و دین کے ساتھ ساتھ راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ جو ابتدائی دور میں میرے لئے ''زبان یارِ من ترکی'' کے مترادف تھیں البتہ گردش ایام و دوران کیساتھ ہی اپنی بلوغ سنی میں کچھ کچھ میں سمجھتا رہا سالہا سال کے اس تعلق کا ثمرہ یہ مسلہ کہ زرگر صاحب مجھ پر نگاہ شفقت فرماتے تھے اور میں ہر وقت ان

کی صحبت پند و نصائح اور تجرباتِ دنیا سے نہ صرف بہرہ ور ہوا کرتا تھا بلکہ ان کے دہان مبارک سے نکلنے والی انمول باتوں کو قلب و جگر کے صفحہ قرطاس پر مُنعقش کر دیتا تھا۔۔۔ رفتہ رفتہ میرا تجسس بڑھتا گیا اور میں نے بغرض تربیت اپنے والدمکرم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا اور آپ نے انتہائی مہربانیاں کیں۔

اب میں مکمل طور سنجیدہ ہوکر صوفی مقامات اور رموز کو سمجھنے لگا اور صوفیائے کرام کی حیات اور کارناموں سے جانکاری حاصل کرتا گیا۔ کبھی کبھی اپنی استعداد کے مطابق لکھنے بھی لگا۔ اسی حوالے سے چونکہ فقیر زرگر صاحب کی صحبت کا فیض یافتہ ہوں میں نے ان کی زندگی اور کارکردگی کے بارے میں لکھنے کی جسارت کی ہے۔ اس سے میرا منشا یہی ہے کہ اس نامور اور فخر ملت شاعر و فقیر کی زندگی اور کارناموں کے کچھ گوشوں کو اجاگر کیا جائے۔ کیونکہ ایسے کامل بار بار نہیں ملتے۔ ان کی تعلیمات عرصہ دراز تک مشعل راہ بنی رہتی ہیں۔

میری طرف سے یہ کوشش ان کی عظمت کا اعتراف ہی نہیں بلکہ ان کے تئیں خراج عقیدت ہے۔ اس میں وہی سب کچھ ہے جس کا مجھے باالّسان وقلب اقرار ہے۔ کسی انعام واکرام کی تمنا نہیں اور نہ ہی ذاتی شہرت کا خواہاں ہوں۔ حق تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف کے تئیں کافی حقوق ہیں۔ بقول عبدالاحد فرہاد کشمیری زبان وقوم کے لئے محض ہم کشمیریوں کو آگے آکر فعال کردار انجام دینا ہے

کیونکہ اب کوئی گریڈسن یالاسنس ہماری سردو بہبود کے لئے غم خوار نہیں ہوسکتا۔

قارئین سے میری مودبانہ گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کر کے مجھے اپنی نیک آراء اور تجاویز سے سرفراز فرماویں اور میری کوتاہیوں کو درگذر کریں کیونکہ میں کسی کالج یا یونیورسٹی کا ڈگری یافتہ نہیں ہوں بلکہ ایک ایسا شوق مند ہوں جسے اپنی زبان، اپنی مٹی، اور اپنے لوگوں سے محبت ہے زندگی میں یہی مشن لیکر آگے بڑھنے کا متمنی ہوں۔ آپکی دعاؤں اور حوصلہ افزائی کا طلب گار ہوں۔ اللہ ہم سب کو سلامت رکھے۔

خاکپائے اولیاء
فاروق احمد ابن گلہ دُون
صدر فقیر گلہ دُون فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
گندرپورہ، عیدگاہ، سرینگر
موبائیل: 9797113434

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یَا اَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اتَّقُوْاللّٰہ وَابْتَغُوْاِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اللہ تک پہنچنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔

امام رازیؒ کا ارشاد ہے کہ پیر و مرشد اللہ اور بندے کے درمیان ایک وسیلہ ہوتا ہے جو انکو آپس میں ملاتا ہے۔

میرے سب سے چھوٹے فرزند اور جانشین فاروق احمد نے میرے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کیا جو میں نے دیکھا یا سوچا تھا کہ فاروق احمد کی وساطت سے یہ صوفی اور روحانی سلسلہ ہمارے خاندان میں تادیر چلے۔ مجھے اپنے رہبر جناب فقیر احد زرگرؒ نے جو کچھ عنایت کیا تھا وہ سب میں نے فاروق احمد کے سینے میں منتقل کیا ہے تاکہ یہ سرمایہ حیات میری ظاہری حیات کے بعد ضائع نہ ہو جائے۔

میری صحبت میں بہت سارے طالبین و مریدین پروان چڑھے ہیں لیکن جس مقام پر فاروق احمد فائز ہوا ہے وہاں کسی اور طالب یا مرید کو پہنچنا مقدر میں نہیں تھا۔

یَختَصُّ بِرَحمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ وَاللہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم

(القرآن)

اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کیلئے چنتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے

فاروق احمد کو میں نے دو ٹی وی فلموں میں اپنا جانشین مُنتخب کیا تھا جو کہ ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۷ء میں دوردرشن کیندر سرینگر سے ٹیلی کاسٹ ہوئیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ فاروق احمد نے اپنی جانشینی کا حق پوری طرح ادا کیا کہ پہلے ''اظہار حق'' نامی کتاب مرتب کی جو کہ تصوف کی بنیاد کو روشناس کرتی ہے اور اب پیرو رہبر رندہ زماں فقیر احد زرگرؒ کی حالات زندگی روحانی سفر اُسکے فرمودات اسکی شاعری اور زرگر صاحب کا اصل سنہ پیدائش اِن گوشوں پر ایک اور تاریخی کتاب لکھی ہے جسکا نام ''فقیر احد زرگر فکر و فن'' ہے۔ اس کتاب میں فاروق احمد نے فقیر احد زرگرؒ کی شخصیت کو عوام کے سامنے رکھنے کی کوشش کی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے فقیر کی نظر عنایت سے یہ کوشش کامیاب رہی میری لوگوں سے گذارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرے پیر جناب زرگر صاحب کیلئے اور میرے لئے دعاء کریں کہ ہمارے اسلاف ہم پر راضی رہیں۔ (آمین)

راقم الحروف

بہ قلم خود غلام محمد

الحاج غلام محمد بٹ المعروف فقیر گلہِ دُون

گندر پورہ، عید گاہ، سرینگر

فون: 9596260749



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُرشدِ مَن

نہ یہ زندگی میری زندگی ، نہ یہ داستان میری داستان
میں خیال و وہم سے دور ہوں مجھے آج کوئی صدا نہ دے
(شکیل بدایونیؔ)

میں زرگر صاحب کا مرہون منّت ہوں کہ انہوں نے مجھے وہ مقام عطاء کیا جس کا میں شاید اہل نہیں تھا انہوں نے میرے ساتھ وہی معاملہ رفاقت کی جو حضرت علیؓ نے امام حسن بصریؒ سے کی تھی جو حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے امیر خسروؒ سے کی تھی اور جو ارسطو نے سکندر کے ساتھ کی تھی۔

شمس فقیرو کینہہ نہٕ ژی کینہہ نےٚ لوکھ کھنڈ ہار ژی
کینہہ نےٚ لوکھ تتہٕ چھاٚکھی یتہِ سُوئی چھےٚ تتہٕ سُوئی چھےٚ
(شمس فقیرؔ)

زرگر صاحب کے بارے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ایک ذرّے کو آفتاب سے ملایا اور اتنی عنایت خاص کی کہ محشر کے روز انکا شکر گزارر ہوں

گا۔ میں ایک خشک ٹہنی تھا اور مجھے ایک تناوار میوہ دار درخت بنا دیا۔

بندہ بندہ کڈ نس وستادن کندہ نافہ نابدہ چندہ بۂنم
رِندہ زندہ کاستھم شک مۂ ساری ہا فقیر کر تھم گلکاری

آبِ حیات ستۍ چھجتھم تن خواب غفلت نشہِ شیوژ گوم
مَن
تابہِ ستۍ مژرنہِ آم تأری ہا فقیر کر تھم گلکاری
(استادِ من گلہِ دونؔ)

الحاج غلام محمد بٹ (المعروف گلہِ دونؔ)
شاگرد فقیر عبدل احد زرگرؒ
گندر پورہ، عیدگاہ، سرینگر، کشمیر

تاثرات

(از عبدالاحد فرہاد)

یہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ صوفی شاعری کے حوالے سے جناب فقیر احد زرگر صاحب ایک ایسی آواز کا نام ہے جس کی تاثیر اور گونج گزرتے ایام کے ساتھ ہی ساتھ دوام حاصل کرے گی۔ کیونکہ ان کی شخصیت ہمہ جہت پُر ہنر اور با اثر تھی۔ انہیں قریب سے دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ خوددار اور مجاز فقیر ہونے کے علاوہ ایک رمز شناس نکتہ دان اور صاحب اسرار بزرگ تھے جنہوں نے دم وصال تک اہل سلوک کی راہ نمائی فرمائی اور اسقدر انمول شعری سرمایہ دیا کہ ناقدین وقت نے انہیں رہتے دور کا تاجور فقیر اور یکتائے روزگار شاعر قرار دیا۔ بلکہ کسی نے بے انتہا مانوس و متاثر ہوکر یہاں تک کہہ ڈالا کہ صوفی شاعری کا سلسلہ ان پر ہی تمام ہوا۔ (جس سے اختلاف کی گنجائش ہے)۔ بہر کیف جناب فقیر احد زرگر بلند پایہ صوفی شاعر اور محرم اسرار شخصیت تھے۔ ان کی ذات اور ان کے فکر و فن کا احاطہ کرنا واقعی کارے دارد ہے کیوں کہ آپ نے اپنے اشعار میں جن مقامات کو نظمایا ہے وہاں تک پہونچ کے بغیر تبصرہ کرنا اور رائے دینا سعئی لاحاصل ہے البتہ یہ برملہ کہا جاسکتا ہے کہ سلوک کے شناسا حضرات ایسی جسارت کر سکتے

ہیں۔

اس بلند قامت شخصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جونو جوان صوفی اور باشعور قلم کار برادر فاروق احمد ابن گلہِ دون نے جناب زرگر صاحب کیساتھ اپنے والد کی قربت، احساسات اور ذاتی تعلقات کی روشنی میں ۔۔۔۔۔۔ ''فقیر احد زرگر فکر وفن'' عنوان سے کتاب تحریر کی ہے۔ ایک نیک اور کافی اچھی کوشش ہے۔ تقریباً اڑھائی سو صفحات پر محیط اس کتاب کے مطالعے سے جہاں حضرت فقیر احد زرگر صاحب کی ذاتی زندگی، معاملات، فرمودات اور اپنے طالبین، مریدین کے علاوہ اپنے مرشدین کیساتھ تعلقات کی عکاسی ہوجاتی ہے وہیں اِس عظیم المرتبہ شخصیت کی سوچ اور اپروچ کا بھی پتہ چلتا ہے۔

کتاب میں مصنف نے فقیر احد زرگر صاحب کے ساتھ اپنے والد اور پورے خاندان کی عقیدت اور مراسم کی صفحۂ قرطاس پر لائے ہوئے ''زرگر صاحب'' کی مشہور غزلیات کا خلاصہ بھی کیا ہے اور کہیں کہیں شان نزول اور معانی کی ہفت رنگی اور جاذبیت کو زیر بحث لایا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں زرگر صاحب کے کلام کی مناسبت اور موزونیت واضح کر کے جھلکتا ہے کہ فقیر احد زرگر ایک دور کا ماحصل ہیں۔ جنہوں نے روحانیت کے امور اور صوفیت کی اعلیٰ اقدار کو اپنے کلام کی زینت بنا کے پیش کیا کہ یہ کلام ہر دور کے موافق گردانا جاتا

ہے اور جناب احد زرگر ایک عہد آفرین شاعر ہیں۔ جن کے کلام کی بھینی بھینی خوشبو ہر دور میں صوفیوں کی سرزمین میں پھیلتی ہی رہے گی۔

صاحب کتاب نے اپنے والد صاحب کے پیر و مرشد اور اپنے محسن اور مشفق کے تیئں اپنی عقیدت کا جو نذرانہ پیش کیا ہے ایک سود مند کوشش ہے جس سے اہل ذوق اور قارئین مستفید ہونگے۔ اللہ ان کی اس پر خلوص کوشش کو قبول فرمائے۔ جناب زرگر صاحب کی روح ان پر راضی رہے۔ اور ہم سب کو اللہ نیک بزرگوں، شعراء اور اولیاء اللہ کا کلام پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔

عبدالاحد فرہاد

عمر ہیر، بڑھ پورہ، سرینگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

(اقبالؒ)

زیر بحث کتاب میں زرگر صاحب کے فرمودات جو قرآنی آیات، حدیث مبارکہ اور مختلف اہل اللہ کے اقوال پر مبنی ہیں اور میں نے خاص طور پر زرگر صاحب کو ہی زیر بحث لایا ہے کہ وہ ہمارے پیرؒ مرشد ہیں ساتھ ہی میں نے چھوٹی عمر میں ہی اُنسے تھوڑی بہت صحبت اختیار کی ہے اُنکا لکھا ہوا کلام روز سامنے ہوتا ہے مگر یہاں میں یہ بات ضرور کہنا چاہونگا کہ اس کتاب میں جو بھی حروف تحریر ہوئے ہیں اور جس چیز کی میں نے ترجمانی کی ہے اس سب کے حقدار سب صوفی بزرگ صلحاء اولیاء اللہ اور سب اہل اللہ ہیں جو پچھلے ۱۴۰۰ برسوں میں اسلامی دنیا میں گذرے ہیں یا عصر حاضر میں موجود ہیں اور جنہوں نے اپنا کل ہمارے آج پر قربان کر دیا جو اللہ کی محبت میں فنا ہو گئے اور اُنہوں نے اُسی فنا ہیت میں بقاء پالی ہے۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے ہی دین اسلام کا نور ہمارے گھروں تک پہنچ گیا انہوں نے ہمارے اس دین مبین کیلئے جو قربانیاں

پیش کی بدنی، مالی، وقتی وہ قابل تحسین ہیں۔ ہمیں انکا شکر گزار رہنا چاہیئے صوفیاء حضرات بھی ان ہی کے زمرے میں آتے ہیں کہ انکا شکر گزار رہیں اور یہ شکر زبان سے نہیں بلکہ شکر فعلی ہونا چاہیئے یعنی انہوں نے جو نصیحتیں کیں۔ ان پر عمل کریں اور دوسروں تک پہنچا دیں۔ شکر فعلی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی کریمؐ سے فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سورۃ والضحیٰ)

(اے نبیؐ) پس اگر کوئی یتیم آئے اس پر سختی مت کرو اور اگر کوئی سائیل (مانگنے والا) آئے اسے مت جھڑکو (یعنی خالی ہاتھ مت لوٹا دو)

نا امید نہ ہو اُن سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

(اقبالؒ)

فاروق احمد بٹ ابن گلہ ڈون

گندر پورہ، عیدگاہ، سرینگر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن

خبردار بے شک اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم

شیخ مکتب ہے ایک صفت گھر

جسکی صفت ہے رُوحِ انسانی

کشمیر ہمیشہ ریشیوں، درویشوں، فقیروں اور صوفیوں کا مرکز رہا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ علم وادب کا بھی مرکز رہا ہے تو کچھ غلط نہ ہوگا کیونکہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ کشمیر علم کا گھوارہ تھا اور اتنے عالم دین تھے کہ دلی ہندوستان سے علماء دین یہاں علم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے اور مختلف مسائل کیلئے یہاں فتواجات جاری ہوتے تھے۔ کشمیر میں ایک برگزیدہ شخصیت جنکا نام تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا گیا ہے اور وہ ہے شیخ الحدیث بابا داؤد مشکوٰتیؒ جو کہ بابا نصیب الدین غازیؒ (واقع بیجبہاڑہ) کے شاگرد خاص ہیں جبکہ بابا نصیب الدین غازی شاگرد خاص ہیں بابا داؤد خاکیؒ (واقع مخدوم صاحب) کے۔ بابا داؤد مشکوٰۃؒ ایسے عالم تھے کہ ہندوستان، پاکستان، افغانستان سے لوگ انکی زیارت کیلئے آتے تھے۔ (مفتی نظیر احمد قاسمی رحیمیہ بانڈی پورہ)

کشمیر میں اگر ویسا علم نہ رہا مگر ریشیت، صوفیت آج تک باقی ہے اور



انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی۔ کشمیر اور کشمیریوں کا اعتقاد پوری اسلامی دنیا میں مشہور ہے۔ اس مناسبت سے کشمیر میں ایک سلسلہ چلا جو تقریباً ۸۰ سال تک جاری رہا جسکو ہم فقیر احد زرگرؒ کے نام سے جانتے ہیں۔

یہ قفس ہی مجھ کو عزیز ہے یہاں جی تو لوں گا قرار سے
مجھے اب چمن میں نہ لے چلو میں ڈرا ہوا ہوں بہار سے

(شکیل بدایونی)

فقر کے بادشاہ صوفیانہ شاعری کے بُلند پایہ فنکار اور بقاباللہ سے سرفراز جناب عبدل احد زرگرؒ کی پیدائش سعد پورہ، عیدگاہ سرینگر کشمیر میں تقریباً ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ سعدہ پورہ میں آپ کا ننی ہال بھی تھا۔ آپکے والد کا نام جناب غلام محی الدین زرگر تھا جو پشمینہ سازی کا کام کرتے تھے۔

زرگر صاحب کے پہلے مرشد جناب عبدل کبیر لونؒ کاوڈارہ سرینگر ہیں جناب زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے مرشد کبیر لون صاحب سے پوچھا جناب جب میں آپسے دست بعیت ہوا میری عمر کتنی تھی۔ لون صاحب نے جواب میں فرمایا چودہ یا پندرہ سال زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں دوسرے پیر مرشد مولانا احمد اللہؒ صاحب میرواعظ کے پاس گیا تو اُسے میں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے ۹ سال ہوئے۔ پہلے مرشد یعنی لون صاحب

سے دست بعیت ہوئے کہ صوفی میدان میں بہ محنت ہوں۔ زرگر صاحب مولانا احمد اللہؒ سے دو سال صحبت میں رہے اور ۱۹۳۰ء میں مولانا احمد اللہ صاحب اس دارفانی سے رخصت ہوئے اللہ اُنکی قبر کو جنت کا باغ بنادے (آمین)۔ اس وقت زرگر صاحب کی عمر تھی ۲۶ سال

جناب زرگر صاحب کبیر لون صاحب سے بعیت ہوئے اسوقت زرگر صاحب کی عمر ۱۵ سال تھی۔ مولانا احمد اللہ صاحب کے پاس گئے اس وقت ۹ سال سے بہ محنت تھے تب عمر ہوئی ۲۴ سال پھر مولانا احمد اللہ سے صحبت میں رہے ۲ سال اس وقت زرگر صاحب کی عمر تھی ۲۶ سال یعنی تاریخ پیدائش ۱۹۰۴ء اور وصال ۱۹۸۳ء اس سے پتہ چلتا ہے کہ زرگر صاحب اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے ۷۹ سال یا ۸۰ سال کی عمر میں یہاں پر میں یہ بات عرض کرونگا کہ جو بھی خاص شخصیت دنیا میں اُبھری ہیں ان حضرات کا نام پتہ پیدائش وصال یا تو اُس شخصیت کے آبائی وطن کے لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے یا تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے لیکن اس کتاب میں جو زرگر صاحب کی پیدائش کا خاکہ میں نے کھینچا ہے وہ زرگر صاحب کی اپنی زبان کے بیان کے مطابق ہے اور جموں و کشمیر کلچرل اکیڈیمی کا جو رسالہ "شیرازہ" ۱۹۸۵ء میں شایع ہوا وہ زرگر صاحب کے نام چھپا تھا اور پورے رسالہ میں مختلف ادیبوں نے زرگر صاحب پر مختلف عنوانات پر

تبصرے کئے تھے اور اسی رسالہ میں زرگر صاحب کا ریڈیو انٹرویو بھی چھپا تھا جس میں زرگر صاحب نے اپنی سوانح عمری بیان کی تھی خوش قسمتی سے میں نے وہ رسالہ تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔

مردہ آسہ منز محفلس عارفے رندان
اردہ پڑھ رتھ واتہِ مُلس سُوئی مَیہ دِلس کان

(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

آپکا شمار بڑے صوفی بزرگوں میں کیا جاتا ہے ساتھ ہی شہرہ آفاق صوفی شعراء میں آپ گنے جاتے ہیں جن میں فقیر نعمہ صاحب، فقیر شمس صاحب، فقیر احمد بٹواری، رحیم صاحب قابل ذکر ہیں۔ وادی میں جتنے بھی چوٹی کے صوفی گذرے ہیں ان میں جناب زرگر صاحب آخری کڑی مانی جاتی ہے۔ میرے والد صاحب جناب الحاج غلام محمد بٹ المعروف غلہ دؤن نے ایک دن جناب زرگر صاحب سے پوچھا کہ کیا آپکے بعد آپ جیسا کوئی صوفی بزرگ یا صوفی شاعر وادی میں ہوگا۔ اس پر جناب زرگر صاحب نے فرمایا کہ ضرور ہوگا مگر ایک سو سال کے بعد۔ یہ ایک صوفی کی زبان ہے اس میں کمی بیشی ہونا ناممکن ہے۔

جناب زرگر صاحب ایک شریف النّفس انسان تھے آپکا ہر عمل عین شریعت تھا آپ ایک محقق، ایک نقطہ شناس تھے یعنی ہر معاملے کو باریک بینی سے

دیکھتے تھے۔آپکی شخصیت بارعب تھی وجہ آپکا علم وادب ذکر وفکر آپکی سیرت بلند مرتبہ تھی۔اسلامی دنیا میں اس صوفی کو تسلم کیا گیا ہے جو قرآن وحدیث کا نظریہ پیش کرنے والا ہو جبکہ زرگر صاحب میں یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ نے خاص طور عطا فرمائی تھی کہ وہ ہر معاملے میں قرآن اور حدیث کو ملحوظ نظر رکھتے تھے۔چاہے عبادات ہوں معاملات ہوں،حقوق العباد ہوں،معاشرتی زندگی ہوں ہر معاملے میں شریعت کے تابع رہتے تھے اور ساتھ ہی یہ بات اُنکی شاعری میں بھی نظر آتی ہے۔

صوم صلاۃ ما پھڑاوم ادِتس ءستۍ دست ملہ نوُوم
دین و ایمان گڈ پر کھووُم ادِتَس ءستۍ دست ملہ نوُوم
پیرمن فقیر (احدزرگرؒ)

زانہِ یُس پننے بدن دُرِ عدن ہیُو ہیرِ بون
شانِ قرآن تس روشن پنِّسی پانس اند
پیرمن فقیر (احدزرگرؒ)

گڈ کر تحقیق صفتِ چار یار اِد بن فقرُک دعوادار
نتہِ کیا سود اوے پیر کرنس تُتھ اورِ وچھِ یُتھ یورہ وُچھس
پیر من فقیر (احد زرگر)

انسانیت آپکا شعار یعنی طریقہ تھا فرماتے تھے کہ حدیث رسول ہے مسلمان کی جان خانہ کعبہ سے زیادہ محترم ہے (ابن ماجہ)۔
آپ جب بھی بات کرتے قرآن حدیث اور فقہ پر مبنی ہوتی تھی اس کی وجہ آپ کا ایک پیر مرشد قطب الزماں جناب میر واعظ مولانا مولوی احمد اللہ صاحبؒ جن کو لوگ عرف عام میں (مولوی امہ صاحب) کہتے تھے۔ مولانا احمد اللہ صاحبؒ اپنے زمانے میں متفق علیہ شخصیت تھے کہ ہر مسلک اور ہر مذہب کے لوگ انہیں جانتے اور مانتے تھے۔ زرگر صاحب اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ حدیث رسول ہے کہ مَن سمت نجاھا جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ تصوف کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر مجلس میں پیر خاموش رہے اور مریدین وطالبین اس مجلس میں بیٹھے ہوں اور وہ بھی کوئی سوال جواب نہ پوچھیں اور خاموش بیٹھے رہیں تو پیر مرشد کی وساطت سے فیض و برکت پھر بھی اس مجلس اور مجلس والوں پر برستی ہے کیونکہ صوفی بزرگ اللہ کے فیض اور کیفیات سے خالی نہیں ہوتا

وہ جہاں بھی جاتا ہے فیض و کیفیات اسکے ساتھ ہوتی ہیں بلکہ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان دوستانِ خدا پر فیض و کیفیات جاری رہتا ہے۔

those who dream the most do the most

میرے والد صاحب الحاج غلام محمد بٹ (فقیر غلہ دون) جناب عبدل احد زرگر صاحب کے شاگرد خاص ہیں اور یہ زرگر صاحب کی نظر کرم اور اللہ تعلیٰ کی خاص مہربانی ہے کہ آخری ایّام میں میرے والد صاحب جناب زرگر صاحب کے پاس گئے اور بہت کچھ حاصل کیا اور ساتھ ہی بہت کچھ طے کیا۔ جناب زرگر صاحب سے ایک بار باقی طالبین اور مریدین نے یہ سوال کیا جناب ہمیں یہ فرمایئے کہ غلام محمد سب کے بعد آئے اور بہت ہی کم وقت آپکی صحبت میں گزارا پھر انکو اتنی عنایت کیسے ہوئی اور اتنے منزل کیسے طے کئے۔ جناب زرگر صاحب کی ایک صفت تھی کہ وہ حاضر جواب تھے انہوں نے فرمایا کہ دیکھا گیا ہے کہ جو کشتی میں سب سے آخر میں سوار ہوتا ہے تو کنارہ پر پہنچ کر پہلے وہی شخص اس کشتی سے اُترتا ہے وہی معاملہ غلام محمد کے ساتھ بھی ہوا اسکو میں نے بھی آگے بڑھانے کی کوشش کی اور اسکا مقدر بھی اسکا ساتھ قدم قدم پر دیتا گیا اور اسکی محنت صوفی اِزم کے چلانے میں مددگار ثابت ہوگی (انشاءاللہ)۔

دراصل اس سلوک کے میدان میں آنے کے بعد محنت کی ضرورت ہے

مجاہدہ کی ضرورت ہے تب مشاہدات سامنے آتے ہیں۔ میرے والدصاحب نے بھی اس تصوف کے میدان میں آکے سو مصیبتیں جھیلی یعنی وہ شادی شدہ تھے بچّے تھے کاروبار تھا بچّوں کے رشتے بھی ہوئے تھے دوسری طرف امامت کے منصب پر فائز تھے۔ وہ مصروفیات بھی ہوتی تھیں ان سب حالات سے مقابلہ کرنا ایک مجاہدہ سے کم نہ تھا اور اللہ کا شکر ہے کی گھر کے سب افراد اس بات سے راضی تھے کہ ہمارے والد صاحب جسکو ہم اپنے خاندان میں ابّا جان پکارتے ہیں زرگر صاحب سے دست بعیت ہوئے ہیں۔ ابّا جان کے ساتھ میں اکثر جناب زرگر صاحب کے پاس جاتا تھا اور انکی باتیں سنتا تھا وہ باتیں ذہن میں رکھ کر اُنپر غور کرتا تھا اگر چہ میری عمر کم تھی۔ جب گھر میں زرگر صاحب کی بات چلتی تھی میں ادھر ہی بیٹھتا کیونکہ ان دِنوں ابّا جان کے دوست یا مقتدی یا رشتہ دار سب گھر آتے تھے کہ ابّا جان نے ایک پیر سے بعیت کرلی ہے ہم بھی دیکھیں انکا سوچ وفکر اور کلام آج کیسا ہے۔ جب زرگر صاحب ہمارے گھر آتے تھے ہمارے گھر میں بالکل عید جیسی خوشی ہوتی تھی زرگر صاحب کے ساتھ پندرہ بیس لوگ ہوتے تھے۔ رات دیر تک بات چلی تھی۔ اکثر ابّا جان زرگر صاحب کی باتوں کو ٹیپ رکاڈر سے باتیں ریکاڈ کر کے رکھتے تھے ابّا جان کہتے تھے کہ یہ باتیں زرگر صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد کام آئیگی۔ اب جب دل بھر جاتا ہے زرگر صاحب کی یاد آتی

ہے تو وہی ٹیپ لگاتے ہیں اور اپنی پیاس زرگر صاحب کی آواز سے بجھاتے ہیں۔
چھوٹی عمر میں ہی میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ہیں اور سب اسکے ساتھ ہاتھ ملا رہے ہیں۔ میں بھی گیا اور اسّے ہاتھ ملایا ان دنوں میں چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا۔ صبح کو میں نے یہ خواب اپنی ماں سے کہا کہ میری ماں نے ابّا جان سے کہا کہ فاروق احمد نے ایسے خواب دیکھا ہے۔ ابّا جان نے مجھے پوچھا کیا داڑی وغیرہ تھی میں نے کہانہیں تھی پھر ابّا جان نے کہا کہ کوئی بزرگ ہوگا پھر ایک دن میں ابّا جان کے ساتھ زرگر صاحب کے گھر نرورہ عیدگاہ گیا رمضان کا مہینہ تھا جب ہم زرگر صاحب کے پاس پہنچے تب میں نے دیکھا کہ یہ وہی شخص ہے جس کو میں نے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا تھا۔ زرگر صاحب کے گھر آنا جانا برابر زرگر صاحب کے آخری ایّام تک رہا۔ میں کبھی اکیلے جاتا تھا کبھی انسے تبرک مانگتا تھا کبھی میں کہتا میرا اسکول میں امتحان ہے زرگر صاحب ہنستے تھے کیونکہ میں بہت چھوٹا تھا لیکن زرگر صاحب کی ہنسی ایسی ہوتی تھی کہ انکا منہ پوری طرح نہیں کھلتا تھا اور نہ ہی انکی ہنسی سے زرگر صاحب کی شکل تبدیل ہوتی تھی صرف معلوم ہوتا تھا کہ زرگر صاحب ہنس رہے ہیں۔ زرگر صاحب کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ہمارے گھر میں ایک مایوسی چھا گئی یعنی ہمیں لگ رہا تھا کہ ہمارے گھر کا ہی کوئی فرد دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ مجھے ابّا جان کا وہ شعر ابھی بھی

یاد ہے جب انکو اس بات کا علم ہوا کہ زرگر صاحب اب اس دنیا میں نہ رہے۔ وہ شعر یہ ہے۔

اُم کمان گرُ تیر لوٗئ متہٕ ہےٚ ریز کوٗر نم آس نئےٚ عار
اِد کھشہٕ گوتر اوتھ متہِ ہائے تیم نتہ ہےٚ مارس پان
(رحیم صاحب سوپورؒ)

اللہ کا شکر ہے کہ زرگر صاحب کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی یہ صوفی سلسلہ ہمارے گھر سے ختم نہ ہوا تھا بلکہ لگ رہا تھا کہ زرگر صاحب ابھی بھی ہمارے درمیان موجود ہیں بس صرف بات نہیں کرتے ہیں۔ ابّا جان ذکر واذکار وظائف میں مشغول ہوتے تھے اور ان دنوں ہمارے گھر میں سماع کی محفلیں ہوتی تھیں سماع کی محفل میں پہلے جس گلوکار کو مدعو کیا تھا وہ جناب غلام احمد صوفی تھے۔ اللہ انکی روح کو جنّت نصیب فرمائے ایسے گلوکار تھے کہ سچ مچ صوفی کلام کو اسطرح گاتے تھے لگتا تھا کہ کوئی عالم لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا ہے۔ زرگر صاحب کے طالبین اور مریدین روز ہمارے گھر آتے تھے اور اپنی پیاس یہاں صوفی کلام اور صوفی نصیحتوں سے بجھاتے تھے۔

جولوگ ہمارے گھر زیادہ آتے تھے ان میں شیخ غلام رسول حزین، محمد اسمٰعیل صوفی (نیج بہاڑہ) غلام رسول وازہ (وازہ پورہ) محمد یوسف (نزورہ) محمد سلطان یُسو (امیرا کدل) ایک بار محمد سلطان (اُجروسوپور) بھی آئے تھے کہ یہ بھی زرگر صاحب کے طالب تھے۔ اسکے علاوہ نیج بہاڑہ، گاندربل، ٹنگہ مرگ، ترال، اسلام آباد، پلوامہ ان علاقوں سے بھی لوگ ہمارے گھر آتے تھے انسان کی خصلت یہی ہے کہ جس درخت پر میوہ ہو ہر ایک شخص کا ہدف اور نشانہ وہی میوہ دار درخت ہوتا ہے۔

میرے ذہن میں ابھی بھی زرگر صاحب کی وہ نصیحتیں وہ قران حدیث کا وعظ فقہ کے مسایئل گونج رہے ہیں جو وہ فرمایا کرتے تھے۔

جابجا غوغا یہِ مَن پیٚو ہمچُو بلبل پُر جنون
راہِ نیٚچ شنوایِی چھےٚ کاٚنسہِ انسانس اندر

زانہِ یُس پننہِ نےٚ بدن دُرِ عدن ہیو ہیرِ بوٚن
شانِ قرآن تَس چُھ روشن پننہِ نِسے پانس اندر
پیر من فقیر (احد زرگرؒ)

ابّا جان کی یہ کوشش رہی کہ میں بھی تصوف صوفیت کا خدمت گار بنوں اسلئے انہوں نے میرے اُوپر محنت کرنی شروع کی جہاں جاتے تھے مجھے اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور کہتے کہ اس سے تم تصوف اور صوفیت کا اصل چہرہ اصل شکل دیکھ سکو گے۔ ابّا جان نے مجھے پہلی دفعہ کچھ ارشاد فرمایا کہ میں اس کام میں لگ گیا جسکو صوفی زبان میں مجاہدہ کہتے ہیں اور پہلی باطنی سیر جس دربار میں ہوئی وہ جناب امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کا دربار فیض تھا۔ میری محنت روز بہ روز بڑتی گئی اور یہ زرگر صاحب کا اعجاز ہے کہ ان کی توجہ خاص ہمیشہ میرے ساتھ رہی جب بھی کوئی مشکل درپیش آتی تھی یا ابھی بھی اگر کوئی مشکل درپیش ہو زرگر صاحب میری رہنمائی کرنے آتے ہیں جس رات میں زرگر صاحب کو دیکھتا ہوں وہ دن مجھے عید سے کم نہیں ہوتا ہے۔ فنافی الشیخ کا مقام جب مجھ پر طاری تھا ارشاد ابّا جان کا تھا لیکن میرے تصور میں میرا الشیخ جناب زرگر صاحب تھے اور خود ابّا جان نے بھی یہ بات کہی تھی تم کو جس پر زیادہ قوی اعتقاد ہے وہی تمہارا الشیخ ہے۔

اولئے قلمس آو فرمان لَا اِلٰـــــہَ اِلَّا اللّٰہ لکھنی آوَ
قلمن دوپ یہِ کیاہ گوژٕ تھس زبان تنہٕ چھس زوتہٕ جان تس وندانی

رحیم صاب سوپور

جب میرے ہاتھ دعاء کیلئے اٹھتے ہیں تو میری دعاء کا پہلا حقدار جناب زرگر صاحب ہوتے ہیں۔ رمضان میں ختم قرآن کرونگا اس میں بھی پہلا ختم قرآن کا اجر وثواب جناب زرگر صاحب کو بخش دیتا ہوں اللہ انکو نور کا تاج اور زمرود کا تخت عطا فرمائے اور جو محنت انہوں نے تصوف جسے مشن پر کی ہے وہ روز بروز ترکی کرے کہ یہ راہ ہدایت جس کو ملے وہ دنیا وآخرت دونوں میں سُرخ رو ہو جائے گا۔

صوفی اِزم میں ایک حدیث شریف مقبول عام ہے چاہے کشمیر کا صوفی ہو ۔ ہندو پاک کا ہو یا ایران، عراق وغیرہ کا سبھوں نے اسکی تعریف اور وضاحت اپنے اپنے اشعار میں کی ہے اور اسکی ترغیب بھی دی ہے۔

الفقر فخری والفقرُ مِنی۔ کفایت شعاری (یعنی کمی کرنا)

اس پر مجھے فخر ہے اور یہ کفایت شعاری (کمی کرنا) میری طرفسے ہے۔اس حدیث شریف کو مدنظر رکھ کر ہر صوفی نے اپنی زندگی میں اسپر عمل کیا ہے کہ اُنکا کھانا سونا اور دنیاوی کام کرنا ان سب میں کمی ہوتی ہے اور جناب زرگر صاحب بھی ان صفات کے مالک تھے اور دیکھا گیا ہے کہ جہاں بات کرتے تو اس حدیث شریف کی وضاحت کرتے تھے تا کہ سننے والوں کو بھی اس چیز کی ترغیب ملے کہ وہ بھی ہر معاملے میں کفایت شعاری سے کام لیں۔اور یہ ترغیب

لِسانی بھی ہوتی تھی اور عملی طور پر بھی۔

اَطّھور شتر الایمان (پاکی نصف ایمان ہے)

زرگر صاحب کو یہ حدیث رسولؐ ہمیشہ زبان پر ہوتی تھی یعنی اگر انکو کوئی شخص پیر دبانے کیلئے بھی نزدیک آتا تھا اُسے پوچھتے تھے کیا تمہارا وضو ہے وہ کہتا وضو ہے تب پیر دبانے کی اجازت ہوتی ورنہ یہ چھوٹا سا کام بھی بے وضو نہیں کرنے دیتے تھے۔ دوسری حدیث مبارکہ جو انکی زبان پر ہوتی تھی فرماتے تھے کہ

الکذبُ رأس الذنوب (جھوٹ گناہوں کا سر ہے)

اس حدیث پر عمل کرنا آپکے مریدین پر پہلا حکم ہوتا تھا اور اگر کسی مرید سے ایک بار جھوٹ سرزد ہو جاتا آپ اس کو پھر کبھی اپنی مجلس میں آنے نہ دیتے تھے چاہے وہ مرید کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو یعنی آپکو آخری عمر تک اس طریقہ سے اپنے مشن اپنی تحریک چلاتے دیکھا گیا ہے۔ آپ کی ایک اور صفت یہ بھی تھی کہ آپ حاضر جواب تھے جو بھی سوال پوچھا جائے چاہے وہ عالم ہو یا صوفی ہو یا عام انسان آپ فوراً جواب دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کئی بار آپکو وقت کے قاضی سے بحث کرنی پڑی ہر جواب پر دلیل پیش کرتے تھے اسکا عکس ہمیں ریڈیو کشمیر کے ایک ملاقاتی پروگرام میں ملتا ہے جس میں آپ کے ساتھ ہمکلام شخصیات کشمیری ادب کے وہ ہستیاں تھیں جنکو لوگ ہمیشہ یاد کرینگے جن میں جناب غلام رسول نازکی،

جناب محمد یوسف ٹینگ، جناب رحمٰن راہی، جناب دینا ناتھ نادمؔ، جناب بشیر اختر، جناب ظریف احمد ظریفؔ، موتی لال ساقیؔ، علی محمد لون، محمد یوسف ہمدانی، نور محمد بٹ، معراج الدین قابل ذکر ہیں۔ میرے والد صاحب جناب الحاج غلام محمد بٹ نے ایک بار زرگر صاحب سے یہ سوال کیا کہ جناب آپ صوفی کلام لکھنے والے، پڑھنے والے صوفی محفل میں سماء سننے والے ہیں میر واعظ احمد اللہ صاحبؒ سے کیسے وابستگی ہوئی زرگر صاحب نے فرمایا کہ میں نے ایک بار خواب میں مولانا احمد اللہ صاحبؒ کو دیکھا کچھ ارشاد فرما رہے ہیں یعنی مجھ سے بعیت لے رہے ہیں اور کچھ وظائف و ازکار کی اجازت دے دی۔ میں جب نیند سے بیدار ہوا تو صبح میں نے اپنے والد صاحب جناب محی الدین زرگر صاحب سے اس بارے میں ذکر کیا انہوں نے مجھے میر واعظ کے گھر یعنی میر واعظ منزل راجوری کدل لیا اور جناب احمد اللہؒ سے کہا کہ میرے بچے نے آپکو خواب میں دیکھا ہے اس پر جناب میر واعظ نے فرمایا بچے کیا خواب دیکھا ہے زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جناب میر واعظ سے اشارہ سے ہی کہا کہ آپکے پاس ایک شخص ہے اسلئے میں خواب بیان نہیں کرونگا۔ تب میر واعظ احمد اللہ صاحبؒ نے اُس شخص کو فرمایا آپ اندر جائیں۔ پھر زرگر صاحب نے خواب بیان کیا کہ جناب میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ آپ نے مجھے کچھ اوراد یعنی کچھ وظائف پڑھنے کیلئے دیئے اب میر واعظ نے اس خواب کو عملی جامہ پہنایا کہ مجھ

سے بعیت لی پھر چند وظائف پڑھنے کیلئے دے دیئے لیکن زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے میر واعظ سے عرض کی کہ جناب خواب میں جتنا آپ نے فرمایا تھا یہ اب اسکا چوتھائی حصہ ہے اس پر جناب میر واعظ نے فرمایا کہ بچے پوری رات اس میں جائے گی زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب بضدر رہا تب جناب میر واعظ نے فرمایا کہ جمعرات کو پورا (کورس) پڑھنا باقی دنوں میں اتنا ہی یعنی چوتھائی حصہ تمہیں پورے کا ثواب اور پورے کا اثر اس میں دکھائی دے گا۔

زرگر صاحب کا فرمانا ہے کہ میرا دنیا میں آنے سے پہلے ہی میری ماں کو خواب میں بشارت ملی تھی کہ تمہارے یہاں لڑکا ہوگا مگر صوفیت کے ساتھ وابستہ ہوگا اور سماء محفل سننے والا ہوگا اور زرگر صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے گھر اکثر صوفی درویش قلندر اور اہل علم آیا کرتے تھے اور میں اُنکی خدمت میں ہمیشہ لگا رہتا تھا اور اسی وجہ سے دل میں اس مسلک صوفیت کیلئے بہت اشتیاق بڑھ گیا۔
زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں جناب میر واعظ احمد اللہؒ کی صحبت میں تقریباً دو سال رہا علم شرعی اور علم باطنی دونوں کے حصول کیلئے اکثر انکی وعظ تبلیغ کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔

جناب زرگر صاحبؒ نے اپنے طالبوں اور اپنے مریدین پر بہت محنت کی کہ انکی ناؤ بھی کنارے لگ جائے اور انکی دنیا و آخرت سنور جائے حالانکہ وہ

فرماتے تھے کہ اگر کسی کو یعنی صوفیت کے طالب کو کوئی مقام بھی نہ ملے لیکن جو وقت اُسنے یادِ الٰہی میں گذارا ہے وہ کبھی ضایع نہ ہوگا انشاء اللہ۔

ومن یعمل مثقال ذرّةٍ خیر یره

(اور جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسکو روز آخرت سامنے پائے گا)

زرگر صاحبؒ کے صفِ اول کے طالبین اور مریدین میں جو اصحاب تھے ان میں سے جو خاص تھے ان میں شیخ غلام رسول حزین بٹہ مالو، محمد اسماعیل صوفی بیچھاڑہ، عبدالغفار لوجرو (لوجورہ) غلہ زرگر بیچھاڑہ، محمد خان گاندربل، میرے والد جناب الحاج غلام محمد بٹ (غلہ دؤن) گندرپورہ عیدگاہ سرینگر۔ غلام رسول وازہ (وازہ پورہ)، محمد سلطان لسو جہانگیر چوک امیرا کدل، محمد یوسف نورہ غلام محمد ٹنگہ باغ عیدگاہ، محمد سلطان اُجرو سوپور، غلام رسول شیخ حول سرینگر۔۔۔۔

اکھ خدا اژھاٶن دیُم دنیا بساؤن مشکلاہ (فاضل کشمیریؒ)

جناب زرگر صاحب کی شادی دیر سے ہوئی اسکی خاص وجہ یہ تھی کہ جناب زرگر صاحب نے اگر چہ تمام مقامات طے کئے تھے ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے صوفی ادب کے سامنے آئے تھے مگر پھر بھی اُنکی روحانی پیاس کم نہیں ہوئی تھی گاؤں گاؤں گئے اور جہاں بھی کسی اہل اللہ صوفی کو دیکھا تو اُن سے کچھ نہ

کچھ حاصل کر کے ہی وہاں سے رخصت ہو جاتے تھے۔ زرگر صاحب نے ایک دن میرے والد صاحب سے فرمایا کہ سنو غلام محمد میں نے زمانے کے بڑے بڑے شہسواروں کی صحبت اختیار کی ہے میں نے انکی زیارت کی ہے تم نے میری آنکھیں دیکھی ہیں سمجھو کہ تم نے بھی اُنکی زیارت کی یہ ہے دعویٰ ایک صوفی بزرگ کا صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ زرگر صاحب کے دو فرزند اور تین دختران ہیں جن میں جناب خورشید احمد زرگر سب سے بڑے ہیں اور خورشید صاحب ہی اپنے والد جناب زرگر صاحب کے مشن کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہیں۔ خورشید صاحب نے زرگر صاحب کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جسکو احد زرگر میموریل ریسرچ فاؤنڈیشن کے نام سے لوگ جانتے ہیں۔ ایک ادبی میگزین رنگ مار کے نام سے شائع کیا ہے اور اسکے بغیر ایک احد زرگر کمیٹی ہال تعمیر کیا ہے کہ جو بھی ادبی مجالس ہوتی ہیں وہ اس ہال میں منعقد ہوتی ہیں۔

ان سب امور میں خورشید صاحب سرپرست اعلیٰ کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔ خورشید صاحب ایک باصلاحیت شخص ہونے کی وجہ سے اپنے علاقے میں ایک خاص مقام حاصل پاچکے ہیں علاقہ میں نامناسب حالات میں جو بھی مسلہ درپیش آتا تھا خورشید صاحب اپنی توجہ خاص سے حل کرتے تھے۔ احد زرگر میموریل ریسرچ فاؤنڈیشن کمیٹی کو چلانے والے جو حضرات ہیں۔ وہ اس

وقت کشمیری ادب کے خاص الخاص ہیں جن میں جناب ظریف احمد ظریفؔ صاحب، جناب رفیق رازؔ صاحب، جناب غلام رسول آخون ہمارے استادوں کے استاد جناب پروفیسر رحمٰن راہیؔ صاحب ہیں جو بھی ادبی مجالس ہوتی ہیں ان میں جناب رحمٰن راہی صاحب رونق افروز رہتے ہیں اور راہی صاحب ایک مقبولِ عام شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

جناب زرگر صاحب اپنے بچّے یعنی بیٹے، بیٹیاں، بہو، داماد اور انکے بچے سب سے محبت کرتے تھے وہ بہت ہی پیار کی نگاہ سے انکو دیکھتے تھے اسکی ایک خاص وجہ یہاں بیان کرونگا کہ زرگر صاحب کو جب رشتہ داری نبھانے کا وقت تھا اُن دنوں اس رشتہ داری میں لگے تھے جو واصلہِ باﷲ تھی یعنی جس رشتہ میں بقاء ہی بقاء ہے یعنی اللہ سے رشتہ جوڑنا اپنا سارا وقت عبادت ریافت ذکر واذکار میں گذارتے تھے پھر جب شادی ہوئی اور اللہ نے اولاد جیسی نعمت سے نوازا پھر رشتہ اُن سے تھوڑا دور ہو چلا تھا۔ رشتہ داروں کی طرف سے نہیں بلکہ خود زرگر صاحب کی وجہ سے صوفیاء حضرات رشتہ اُس کو مانتے ہیں جو ان کے نقش قدم پر چلیں۔

جب طوفان نوح آیا حضرت نوحؑ کا بیٹا غرقِ آب ہوا تب حضرت نوحؑ نے اللہ سے فریاد کی کہ اے میرے رب تم نے فرمایا تھا کہ تمہارے اپنوں کو اس آب سے نجات دونگا۔ پھر میرا بیٹا غرق کیوں ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ

کو ڈانٹ دیا اور فرمایا اے نوحؑ جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ تمہارے صرف وہ ہیں جنہوں نے تمہارے اُوپر ایمان لایا ہے۔ (سورہ ھود)۔

جناب زرگر صاحب کی شفقت اپنے بچوں پر کہ ایک دن ابا جان انکے پاس گئے دیکھتے ہیں کہ زرگر صاحب رو رہے ہیں ابا جان نے فوراً پوچھا جناب کیا بات ہے کیوں رو رہے ہو مجھے فرمایئے شاید کوئی کام آجاؤں جناب زرگر صاحب نے ابا جان سے فرمایا کہ خورشید احمد جموں گئے تھے اب واپسی پر راستہ بند ہو گیا ہے برف پڑی ہے ابا جان نے دلاسہ دلایا اور کہا جناب لوگ اطراف سے آپکے پاس آتے ہیں دعا کیلئے اور آپ یہاں رو رہے ہیں اللہ حفاظت فرمائے گا یہ ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باپ بھی تھے۔ زرگر صاحب کے اپنے افراد خانہ بہت ادب سے پیش آتے تھے کیونکہ ان کو اس بات کا علم تھا کہ زرگر صاحب کو بے ادبی پسند نہیں ہے اور زرگر صاحب کو آپ کر کے پکارتے تھے یعنی جس کو کشمیر میں (توٗ ہیہ) کا معنی لیا جاتا ہے۔ جناب زرگر صاحب کے استاد مکرمہ جنکی تعداد ۱۴ تھی۔ ان میں کچھ استاد یہ ہیں۔

جب آنکھ بنی کشکول کچھ موتی ملے انمول

۱) پہلا مرشد جناب عبدل کبیر لون کاوُڈارہ سرینگر

۲) جناب میر واعظ مولانا مولوی احمد اللہؒ (امہ صاب) جنکو بڑا میر واعظ بھی

کہا جاتا ہے۔

۳) مولوی ثناءاللہ ترال کشمیر۔

۴) جناب محمد گنائی ڈنبہ کدل نوا کدل سرینگر

۵) جناب غلام رسول بٹ وازہ پورہ سرینگر

۶) جناب عزیز یتو شاگرد رحیم صابؒ سوپور۔

۷) جناب زرگر صاحب نے ابّا جان سے جب اپنے مرشدوں کا ذکر کیا تب انہوں نے ایک باوقار صاحب دل کا نام لیا نور محمد صلاتی جسکو عرفِ عام میں نور صلاتی کہتے ہیں وہ بزرگ نروره کے ہی رہنے والے تھے۔

جب زرگر صاحب نے اکہ نندُن لکھا ہے کہ ان دنوں زرگر صاحب نے وہی صورت اختیار کی تھی جو اکہ نندُن میں جوگی کا کردار تھا یعنی جوگی کی طرح آگ کے مشابہت کپڑا ہاتھ میں لوٹا پیروں میں گوٹہ کھراوٗ بال لمبے، دوسرے ہاتھ میں چھڑی اسکی وجہ یہ تھی کہ انکا ایک استاد بھون اسلام آباد کا ایک جوگی تھا جس نے زرگر صاحب کے چند سوالوں کا جواب دیا تھا جو کہ عین سلوک کے مطابق تھے اور زرگر صاحب نے اسے پہلے کئی درویشوں سے یہ سوال کئے پوچھے تھے لیکن وہ جواب دینے سے قاصر رہے تب زرگر صاحب نے اس باکمال قلندر سے جواب حاصل کر کے اِسکی صحبت اختیار کی۔

یہاں ایک بات میں ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ناپاک برتن میں پاک چیز کوئی ذی شعور نہیں ڈال سکتا بظاہر وہ ایک جوگی تھا اصل میں ایک باکمال صوفی تھا یہ لوگ معزور ہوتے ہیں کہ اپنی قوم میں اپنے خاندان میں ایمان کا اعلان کریں کیونکہ جب فتح مکہ ہوا کچھ لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہیں ہم نے ایمان لایا ہے۔صحابہ تعجب میں پڑ گئے پھر نبی کریمؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ صاحبِ ایمان ہیں انہوں نے آج تک اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم مدینہ میں تھے اور یہ لوگ مکہ میں کفار قریش کے بیچ یہ انکو قتل ہی کر دیتے۔

ایسے ہی للِہ دیدؒ کے بارے میں نافہم لوگ کہتے ہیں کہ وہ پنڈت گھرانے کی تھی لہٰذا نعوذ باللہ یہ ایک ہندو تھی جبکہ للّہ دیدؒ کو شیخ بابا داوٗد مشکوٰۃ اور بابا نصیب الدین غازیؒ نے للّہ عارفہ کا خطاب دیا ہے اگر شاہِ ہمدانؒ انکے مرشد بنے تو شاہ ہمدانؒ ناپاک برتن میں پاک چیز یعنی معرفت للّہ دیدؒ کے سینے میں کیسے ڈال دیتے انہوں نے بھی پہلے ایمان لایا تھا تب وہ اس معرفت کی حقدار بنی زرگر صاحب کے پاس ایک میاں بیوی بمبئی مہاراشٹر سے آتے تھے۔ بظاہر وہ بھی کشمیری پنڈت کے گھر سے تعلق رکھتے تھے لیکن دل میں انہوں نے اسلام تسلیم کیا تھا ورنہ زرگر صاحب انکو اپنے پاس آنے نہ دیتے ایک طالب بن کر۔

صوم صلوٰۃ ماپھڑٗ اُوم ادتس ءستی دس مِلہ نوٗم (احد زرگر)

اس شعر کے تناظر میں ابّا جان نے ایک بار زرگر صاحب سے پوچھا آپ نے یہ کیا فرمایا ہے صوم ہے روزہ صلوٰۃ ہے نماز اس پر زرگر صاحب نے فرمایا سنو غلام محمد میں رمضان میں روزے سے ہوتا تھا، نماز پنجگانہ بھی پڑھتا تھا اور صوفی مصروفیات بھی ہوتی تھیں۔ یعنی ذکر واذکار وظائف اوپر سے گرمی کا موسم مجھے چکر آتے تھے گشی طاری ہوتی تھی لیکن ہر کام کو بہ عمل لاتا تھا تب یہ شعر لکھا ہے۔ زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میری ماں میرے بارے میں فکر مند رہتی تھی لیکن میں کسی بھی شرعی حکم میں کوتاہی نہیں کرتا تھا خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا فرمان ہے۔

اول شریعت دوم طریقت سوم معرفت ہے۔

زرگر صاحب کے بارے میں عیدگاہ سرینگر کے عمر رسیدہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم زرگر صاحب کو عیدگاہ عالی مسجد کے پیچھے دیکھتے تھے کہ وہ پانی کے اندر ذکر اللہ میں مشغول ہیں۔ پانی سے باہر صرف زرگر صاحب کا سر ہوتا تھا ابا جان نے ایک بار زرگر صاحب سے اس بارے میں پوچھا تو زرگر صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ اذکار و وضائف پانی سے باہر کرینگے یعنی خشکی پر تو انسان جل کر راکھ ہو جائے گا اتنا اثر تھا ان ذکر واذکار میں۔ زرگر صاحب نے گاندربل میں بھی اپنے لئے ایک جگہ مُصلیٰ کے طور رکھا تھا وہ دریا (سند) کے کنارے پر ایک جگہ تھی

کہ وہاں سے کوئی آمد و رفت نہیں تھا یہ لوگ صاحبِ دل صاحبِ کمال اس وجہ سے اللہ کی بارگاہ میں مستجاب الدعوا ہوتے ہیں کہ انکی دعا قبول ہوتی ہے انکے دل شیشہ کی طرح ذکرِ خدا سے صاف ہونے کی وجہ سے کس کے سر پر ہاتھ رکھیں بلائیں دور ہو جاتی ہیں کسی کے سر پر ہاتھ رکھیں نورِ الٰہی سے سینہ بھر جاتا ہے کسی بیمار کو دم کرینگے اللہ کے فضل سے صحت یاب ہو جائے گا کیونکہ جو اللہ کی مانتا ہے اللہ اسکی مانتا ہے یہ اللہ کی سنت ہے۔ یہ صوفیاء جہاں پہنچے اپنا فیضان بٹورتے گئے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہ محبت خداوندی میں ڈوبے فناہ فی اللہ لوگ جب بات کرتے ہیں اس میں کشش ہوتی ہے انسان انکی صحبت میں بیٹھنا سعادت سمجھتا ہے۔

ذکرِ انبیاءؑ عبادت ذکرِ صالحینؒ سعادت

اللہ تعالیٰ بھی قرآن کریم میں ترغیب دیتا ہے کہ

کُونو مع الصادِ قین

(نیکوں سے جاملو یعنی نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو)۔

زرگر صاحب نے ایک بار ابّا جان سے فرمایا کہ سلطان الاذکار میں سانس کو چھ گھنٹے بند رکھتا تھا پھر جب چھوڑنا ہوتا تو سانس کو اشارہ کرتا تھا کہ ناک

سے نہیں بلکہ آنکھوں سے نکل جائے تب ہی اُن کی آنکھوں میں ایک ہیبت سی تھی کہ دیکھنے والا ڈرتا تھا انکے ساتھ نظریں ملانے سے۔

زرگر صاحب کے سامنے کوئی چیز لادیتے کہ جناب اس پر دم کرلو یعنی پھونک مارو کہ یہ چیز تبرک بن جائے جیسے شیرینی نبات پانی کھجور مگر زرگر صاحب دم نہیں کرتے تھے بلکہ جلالی آنکھوں سے کسی چیز پر نظر ڈالتے پھر کہتے یہ تبرک بن گیا۔

حدیث قدسی: مَن کانَ لِللّٰہِ کانَ اللّٰہُ لَہٗ

(جو اللہ کا ہو گیا اللہ اسکا ہو گیا)

زرگر صاحب کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اگر دس آدمی انکے ساتھ چلتے اور ان دس آدمیوں کو دس مسئلے ہوتے، دس حاجات ہوتے زرگر صاحب سے کہے بغیر ہی انکے وہ دس مسئلے شام تک حل ہو جاتے تھے یعنی بہ کشف زرگر صاحب کو اسکا علم ہو جاتا تھا کہ ان آدمیوں کے دس مسئلے ہیں اور کس کا کیا مسئلہ ہے۔ انہوں نے ایک غزل کے ایک شعر میں اس چیز کا انکشاف کیا ہے۔

کشفِ رندان گو کشفِ عیان　　کشفِ دیوان گو کشفِ وجدان
کشفِ عرفان یژر ژھر اوُم　　ادِتس ستیٚ دس ملہٕ نوٚ دم

پیر من فقیر احد زرگرؔ

ابا جان کا کہنا ہے کہ زرگر صاحب کو چار کشف تھے اور ساتھ ہی ابا جان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ مرشد ہی کشف عطا کرے بلکہ یہ محبت الٰہی اور ذکر و فکر سے بھی اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور حدیث بھی ہے مومن کی فراست سے ڈر کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔(حدیث رسول ﷺ)۔

تَتَنَزَّلُ علیهم الملٰئکة ہم اپنے بندوں پر فرشتے نازل کرتے ہیں۔

چار کشفوں میں اہم کشف زرگر صاحب کو کشف القلوب یعنی دل کا حال جاننے کا کشف کہ سامنے والے کے دل میں کیا ہے۔ اصل میں اس وقت سالک بقاء باللہ کے مقام پر ہوتا ہے۔

بقاء باللہ ہر شایہ بادشاہ غم کیا چھ سلطانس

سلطان اسکو کہتے ہیں اللہ کی طرفسے کوئی مقام ملا ہو اور وہ اس مقام پر باضابطہ طور پر فائز ہو۔

میر سلطانس رٹ ژدامان سیر فرقانس سپدی زان
واللہ ژ عاماہ بنکھ بینا للون لا اِلٰہ الا اللہ
(استاد من غلہ دون)

ابا جان کہتے ہیں کہ زرگر صاحب نے وقت کے بڑے بڑے صوفیاء علماء

دانشوروں سے بحث کی ہے لیکن اللہ کے فضل اور مرشد کی عنایت سے کبھی ہار کا انہیں سامنا نہیں کرنا پڑا ہر ایک کو علمی عقلی دلیلوں سے مُطمئن کرتے تھے۔ ابّا جان نے ایک بار زرگر صاحب سے پوچھا آپ نے اس میدان عمل میں یعنی تصوف کے میدان میں ۸۰ سال گذارے ہیں کیا کبھی آپکو سُستی سی محسوس ہوئی یعنی دوسرے لفظوں میں کہ کیا کبھی تھکان محسوس ہوئی زرگر صاحب نے فرمایا بالکل سستی اور تھکان محسوس ہوتی تھی لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ شیطان مجھے گمراہ کرنا چاہتا ہے اسلئے فوراً پھر کمر بستہ ہوتا تھا جبکہ حضرت عمرؓ کا قول مبارک بھی ہے کہ ایمان کبھی بڑھتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے۔ ایک سوال ریڈیو کشمیر کے زعماء نے ایک ملاقات میں زرگر صاحب سے پوچھا تھا کہ تصوف کے میدان میں ۶۰ یا ۷۰ سال گذارے ہیں لیکن آپ کنارہ ڈھونڈنے والوں میں سے ہیں یا کنارہ ملنے والوں میں اسپر زرگر صاحب نے جواب دیا کہ وہاں کنارہ کس کو ملا سب غوطہ خور ہی ہیں اور ساتھ ہی ایک شعر فرمایا ؎

لگوُئی یُس زلفِ کج دامس تمس کیٲہ کاٴم چھ آرامَس
تگوُئی لوٹن سیاہ فامس تمس کیاہ کاٴم چھ آرامس

اس بات کا تقریباً ہر صوفی نے انکشاف و اعتراف کیا ہے کہ جتنا سالک

گہرائی میں چلا جائے اتنا ہی اسکو سکون وراحت محسوس ہوتی ہے اور اپنے آپ کو اتنا ہی خاکسار اور نیستی والا سمجھتا ہے۔

ئتہ ئتہ ابسن ور دِیمیو مد نو قدمن سرد یمیُو
(فقیر وازہ محمودؒ)

نِدایہ رہبریَس ژاو گوشن فِدا تمی کور پنن روجان

رِدا صبرک نائلی سیاہ پوشن
چھُئی موئے نوشن صد مر حبا
(استاد من غلّہ دون)

زرگر صاحب کا یہ فرمانا ہے کہ راہ سلوک کوئی ڈگری نہیں ہے کہ دو یا تین سال میں پوری کی جائے پھر ادارہ ہاتھ میں ڈگری تھما دیتا ہے اور اس طالب علم کو اب اور پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ راہ سلوک ایک عمل مسلسل ہے جتنا بندہ قرب میں چلا جائے گا اتنا ہی اُسکا اعلیٰ مقام حاصل ہوگا جب تک جان ہے تب تک محبت خداوندی اسکو آرام سے نہیں بیٹھنے دیگا۔ حدیث رسولؐ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جتنی محنت کرو اتنا اجر وثواب ملیگا۔ زرگر صاحب کا فرمانا ہے کہ یہ عمل

مسلسل اوروں کیلئے ایک مشعل راہ ہے کہ ہمارے صوفی اسلاف آگے کیسے بڑھے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ۔

انّ بذ کِر اللّٰہ تطمعن القلوب.

(بے شک اللہ کی یاد سے اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے)

پیر علاو ءالدین صدیقی سرپرست اعلیٰ نور ٹی۔وی پاکستان فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو گدی نشین درویش بننا ہوتو کچھ وضائف کچھ قرآنی آیات یاد کرے اور کچھ کتابیں بازار سے خریدے بس گدی نشین درویش بن گیا اور جس کو اللہ کی محبت اللہ کا قرب اور معرفت چاہئیے وہ اپنے آپ کو یاد الٰہی میں ایسا گُم کرے کہ اسے اپنا آپ بھی نظر نہ آئے بس تو ہی تو کا ذکر اور فکر کرے تب جا کے وہ کوئی مقام پا سکتا ہے۔پیر علاوالدین فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں نبی کریمؐ نے فرمایا کہ مجھے بوڑھوں نے جُھٹلایا اور جوانوں نے میری مدد کی اسلئے وہ اکثر جوانوں سے مخاطب فرماتے تھے یا معشر الشّباب (اے جوانوں کی جماعت) پیر علاوالدین بھی اکثر جوانوں سے ہی مخاطب ہوتے ہیں کہ تصوف کے میدان میں

آنے سے پہلے اپنا سر ہمیشہ اللہ کے سامنے جھکا دو اقبالؒ نے فرمایا وہ ایک سجدہ جو ہزار سجدوں سے نجات دلاتا ہے اللہ کے سامنے جھکنا اور پھر پیر علاوالدّین فرماتے ہیں کہ آنکھوں کا وضو آنسوؤں سے کرو زبان پر ذکر دل میں شکر دل میں مخلوق خدا کی محبت اور ہمدردی تب سلوک کے شہسوار بن سکتے ہو۔ زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ شریعت ظاہری اعفاء کا وضو اور طہارت بدن کا پاک ہونا کپڑے کا پاک ہونا جگہ کا پاک ہونا ہے جبکہ طریقت دل کا وضوع اور طہارت ہے۔ دل کو صوفیاء نے روح انسانی سے تعبیر کیا ہے کہ دل کا مرنا ہی دراصل رُوح کا مرنا ہے۔ دل اگر بیدار ہے تو روح بیدار اور زندہ ہے۔ بقول زرگر صاحب ؎

کھٔن روحس چھَم ذکر خفی دۆن عالمن سپٔنم شفعی
کن باہوش من بولہِ نوۆم ادِتِس ئتّر دست ملہِ نوۆم
(پیر من فقیر احد زرگر)

ایک بچہ ہمارے خاندان میں آنے والا جسکی زرگر صاحب نے پہلے ہی خوشخبری دی تھی کہ اوّل لڑکی ہوئی تھی اب انشاءاللہ لڑکا ہی ہوگا۔ جب وہ بچّہ دنیا میں آیا اور زرگر صاحب کے فرمان کے مطابق لڑکا ہی تھا۔ تب ہی ابّا جان مبارکباد دینے کیلئے زرگر صاحب کے ہاں گئے زرگر صاحب نے پوچھا کیسے آنا

ہوا ابّا جان نے مبارکباد دی کہ جناب بچّہ ماں دونوں ٹھیک ہیں اور لڑکا ہی ہوا ہے کچھ دیر بعد ابا جان نے انکی طرف دیکھا کہ زرگر صاحب آسمان کی طرف دیکھ کر رو رہے ہیں اور اُنکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں ابّا جان مایوس ہو گئے کہ خوشی کی بات ہے جناب آپ کیوں رو رہے ہیں یہ عزت کا تاج آپکے سر ہے اس پر زرگر صاحب نے روتے ہوئے فرمایا کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھ جیسے گنہگار کی اللہ نے سُنی تب ابّا جان بھی رونے لگے اور مرشد کے پیروں پر پڑ گئے ابّا جان اسلئے رو رہے تھے کہ بے شک اگر کوئی جماعت لائق تعظیم ہے وہ صوفیاء ہیں یا علماء اتنا بڑا مرتبہ و مقام اور اتنی خاکساری کہ میں کچھ ہوں ہی نہیں۔

تدبیرٕ ستی ہا پھیر نہِ درایوس تقدیر کٔمن منز مارکن تےٚ
دَیہ سُنٛد فرمان پرٕتھ جایہ دتھ دُکان یوٗرُک تتہِ راوان
(پیر من فقیر احد زرگر)

شرمندٕ چُھس چھمنہ کینٛہہ ڈالی گٔذراوِ کیاہ پیش والی
ہر بندٕ بندٕ چھم تھر پانٛس حضرت نبیؐ چھم فریادرس
(پیر من فقیر احد زرگر)

کُن نگاہ از چشمِ رحمت موئے سفیدس برمژر
یُتھنہٕ کرِ ہم موئے سفیدس روئے سیاہی اے کریم
(استاد من غلہ ڈون)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جہاں پانی برستا ہے وہاں سبزہ زار اگتا ہے اور جہاں آنسو برستے ہیں وہاں اللہ کی رحمت برستی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کا تیسرا فرزند حضرت ابراہیمؒ کی وفات ہوئی تب نبی کریم ﷺ نے اپنے پیارے آنسو بہائے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا آپ بھی (یعنی آپ بھی آنسو بہا رہے ہیں جبکہ آپ سب کیلئے دلاسہ ہیں)۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عوف کے بیٹے یہ آنسو اللہ کی رحمت ہے اور یہ رحمت اللہ تعالیٰ انکے دلوں میں ڈال دیتا ہے جو اوروں پر رحم کرتے ہیں۔ امام حسن بصریؒ کے پاس ایک مرید آیا جب آپکے حُجرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہے ہیں۔ مرید نے عرض کی جناب پیر من آپ کیوں رو رہے ہیں امام حسن بصری نے روتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے سامنے سب سے پسندیدہ عمل تنہائی میں رونا ہے۔ تمہیں جب بھی موقع ملے تم بھی تنہائی میں رویا کرو کہ یہ دلوں کو دھوڈالتا ہے پھر رونے لگے۔ دراصل یہ واقعہ ایک دن ڈاکٹر طاہر القادری

پاکستانی چینل (کیوQ ٹی وی) پر بیان کررہے تھے خود بھی رو رہے تھے اور سننے والے لاکھوں لوگ وہ بھی رو رہے تھے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں چاہے خوشی کے ہوں یا غم کے چاہے عبادت میں خدا کا خوف ہو۔ اسوقت انسان سمجھتا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ہوں اس کے نورِ نظر میں ہوں جبکہ یہ بھی سچ ہے کہ سب کو رونا یا آنسو بہانا نہیں آتا ہے۔

ایک سیرت نگار نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسکا نام پیارے نبیؐ کے پیارے آنسو ہے کہ اس میں سیرت کے وہی واقعات بیان ہوئے ہیں جن میں نبی کریمؐ نے اپنے پیارے آنسو بہائے ہیں۔

ایک اولیاء اللہ کا قول ہے کہ اللہ کے جتنے نام ہیں ان میں اللہ کی بزرگی ہے اور انسان کی بزرگی اسکی نیستی اور نرمی میں ہے۔ سیرت کی کتابوں میں بار بار یہ ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہؓ میں کتنی تواضع اور انکساری تھی۔

نبی کریم ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے صحابہؓ سامنے بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا اور نبیؐ کا جاہ وجلال دیکھ کر پیچھے ہی بیٹھ گیا نبی کریم ﷺ نے جب چشمِ نبوت سے دیکھا کہ یہ اعرابی مجھ سے دور بیٹھے ہیں جب کہ میں سبوں کو اپنے پاس کرنا چاہتا ہوں نبی کریمؐ نے اعرابی سے فرمایا اے اعرابی تم دور کیوں بیٹھے ہو میرے نزدیک آجاؤ۔ میں ایک کنیز کا بیٹا ہوں یہ ایک اُولالعظم

پیغمبر کی نیستی و نرمی اور خاکساری ہے یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

دراصل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں کنیز کا بیٹا ہوں کہ آپ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کی ماں یعنی حضرت حاجرہؓ ایک کنیز تھی حضرت سارہؓ کی جب حضرت سارہ کے یہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تب انہوں نے اپنی کنیز حضرت حاجرہؓ کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اُن سے نکاح کریں تاکہ صاحب اولاد ہوجائیں اور نبوت کی کڑی آگے چلتی رہے جب حضرت حاجرہؓ صاحب اولاد ہوئی۔ اسکے بعد اللہ کی رحمت جوش میں آگئی اور حضرت سارہؓ بھی صاحب اولاد ہوئیں اور انکے بطن نے حضرت اسحاقؑ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماں، بہنوں، بیٹیوں، بیویوں کو ایسی ہی راہ دکھائے کہ صاحب تقویٰ ہوجائیں اور ہمدردی کا شوق ان میں بھی اُجاگر ہوجائے (آمین) حضرت سارہؓ کی اس ادا نے اللہ کو اتنا خوش کردیا کہ حضرت اسحاقؑ کے ساتھ ہی انکو حضرت یعقوبؑ کی بشارت دی اور انکے نسل سے پھر ہزاروں انبیاءؑ بنی اسرائیل میں آئے۔

صوفیاء کے یہاں نیستی اور نرمی کی بڑی اہمیت ہے کہ ولایت وہ دولت ہے جس پر تکبر کرنا ایسی بے ادبی ہے کہ متکبر صوفی کو ولایت چھینی جاسکتی ہے۔

نیستی اور نرمی کا دوسرا نام اخلاق ہے۔ جس شخص کے اخلاق اچھے ہوں لوگ اسکے گرویدہ بن جاتے ہیں اگر چہ اس میں اور کوئی وصف بھی نہ ہو مگر اخلاق حسنہ کی بناء پر لوگ اسے محبت کرتے ہیں اسکے پاس بیٹھنے سے دوسروں کو سکون محسوس ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دو چیزیں لیکر مبعوث ہوا ہوں علم اور اخلاق۔ یعنی شریعت میں جتنا علم ہے اسکو نصف درجہ دیا گیا اور باقی نصف درجہ اچھے اخلاق۔ اتنی اہمیت ہے شریعت محمدیؐ میں اخلاق کی۔ اللہ کا فرمان ہے

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ العظیم

اور (اے نبیؐ) آپؐ اخلاق کے بہترین منصب پر فائز ہیں۔

جو صوفی اپنی پوری زندگی نچھاور کر کے مجاہدہ کر کے مقام ولایت حاصل کرتا ہے وہ اسے یوہی کھونے نہیں دے گا ولایت کیا چیز ہے۔

جب سالک ذکر فکر مجاہدہ اپنے نفس پر قابو دنیا سے بے رغبتی، یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسکو اپنے قرب میں لے آتا ہے وہاں یہ اپنے منصب کے مطابق مشاہدہ کرتا ہے جسکو صوفی زبان میں فنا فی اللہ کہتے ہیں پھر اسکو ایک مقام ملتا ہے جسکو مقام ولایت کہا جاتا ہے اس مقام سے یہ عام سے خاص ہو جاتا ہے۔ اوروں سے ممتاز ہو جاتا ہے مستجاب دعویٰ

ہوجاتا کہ اسکی دعاؤں میں قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہے اور یہ دوسروں کیلئے ہدایت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اسے اپنا مرشد خلعت سے نوازتا ہے اور اسے خطہ ارشاد کا مقام عطا کرتا ہے۔یعنی ایک کامل بن کے دوسروں کو دعوت و تبلیغ کرتا ہے۔

ولایت کا سلسلہ ہمارے پاس کیسے پہنچا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان والوں کیلئے امان یعنی امن آسمان کے تارے ہیں اور میری امت کیلئے امان یعنی امن اہل بیت اطہار ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی چادر مبارک اُوپر ڈال دی حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ولایت یعنی باطنی علم اس امت کو اہل بیت اطہار کے ذریعے پہنچا ہے یعنی حضرت علیؓ سے جسکے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا مدینت العلم وعلی با بُھا

(یعنی میں (نبی کریمؐ) علم کا شہر ہوں دروازہ حضرت علیؓ ہیں۔قرآن کریم میں سورۃ مجادلہ) میں ایک آیت ہے کہ اگر نبیؐ سے سرگوشی کرنی ہوتو پہلے کچھ صدقہ کرلو۔یہ آیت حضرت علیؓ نے عمل میں لائی ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد نبوی میں سرگوشی کررہے تھے یعنی کان میں کچھ فرمارہے

تھے اور صحابہؓ مسجد نبوی میں یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے تب بات ختم ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے دو درہم یا دو دینار اللہ کی راہ میں صدقہ کر لئے۔

حضرت علیؓ کے بعد یہ ولایت یا باطنی علم حضرت امام حسینؓ کے پاس پہنچا اور امام حسینؓ سے یہ علم ولایت امام زین العابدینؓ فرزند امام حسینؓ کے پاس پہنچا جو امام زین العابدین میدان کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ اس وقت بیماری تھے۔ پھر امام زین العابدینؓ سے یہ سلسلہ آگے چلتا رہا۔ دوسری جانب یہ سلسلہ ولایت حضرت امام حسن بصریؒ کے ذریعے بھی آگے چلا کیونکہ امام حسن بصریؒ، حضرت علیؓ کے گھر میں ہی پروان چڑے تھے انکو تابعین کا سردار کہا جاتا ہے مگر حضرت زین العابدینؒ سے ولایت بھی آگے چلا اور اہل بیت کی نسل بھی یعنی نبی کریمؐ کے آلِ اولاد بھی جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دستگیر صاحبؒ، شاہ ہمدانؒ، خواجہ اجمیریؒ، داتا گنج بخش لاہوریؒ وغیرہ یہ سب اولاد نبیؐ میں سے ہیں۔ امام حسن بصریؒ کو صوفیوں کا باپ کہا جاتا ہے مگر اسکے ساتھ ساتھ وہ ایک عالم دین تھے اُنکا علم قرآن حدیث فقہ سیرت نبویؐ پر مشتمل تھا۔ اپنے زمانہ کے مشہور علماء میں سے تھے انکی ایک بہن تھی جسکو ہم رابعہ بصریؒ کے نام سے جانتے ہیں وہ ایک فنا فی اللہ عورت تھی اور اپنے دور میں انہوں نے بہت سی کرامات کا ظہور عمل میں لایا ہے۔

صوفیاء کی سوچ و فکر کہ کسی لمحہ بھی بارگاہ ربّ سے غافل نہیں ہوتے۔

زرگر صاحب سے ایک بار ابّا جان نے کہا جناب میں حج بیت اللہ پر جانا چاہتا ہوں۔اس پر زرگر صاحب نے فرمایا کہ غلام محمد تم تو روز ہی حج کرتے ہو وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے اسپر ابّا جان نے کہا حضرت یہ آئین محمدیؐ ہے زرگر صاحب کچھ دیر خاموش رہے تب اپنے مرید یعنی ابا جان سے فرمایا تم حج بیت اللہ ضرور جاؤ گے۔پھر ابّا جان نے حج کرنے کی دوڑ دھوپ شروع کردی کہ سمندری حج کرنے کا موقع ملا پھر یک کے بعد دیگرے ۷ حج کئے ہے مرشد کی زبان اپنے مرید کیلئے۔

تم اقبال یہ نعت کہہ تو رہے ہو کبھی یہ بھی سوچا کہ کیا کر رہے ہو
کہاں تم کہاں مدح ممدوح یزدان یہ جرأت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
(ڈاکٹر اقبالؒ)

جناب زرگر صاحب دراصل اپنے مرید یعنی ابّا جان کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ حاضری الگ چیز ہے اور حضوری الگ چیز۔حاضری منقطع ہو جاتی ہے مگر حضوری کبھی منقطع نہیں ہوتی۔صوفیا کا دھیان ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں ہوتا ہے مگر ساتھ ہی رسائی نبیؐ کی بارگاہ سے ہوتی ہے۔(سورۃ النساء آیت ۶۴) اللہ تعالیٰ اس آیت شریفہ میں مسلمانوں مومنوں کو ترغیب دیتا ہے کہ اگر تم سے کوئی خطاء کوئی گناہ سرزد ہو جائے تب نبیؐ کی بارگاہ میں آجاؤ۔(یہاں اللہ کی بارگاہ نہیں

بتایا گیا۔ بلکہ نبیؐ کی بارگاہ) پھر اللہ سے اس غلطی اس گناہ سے مغفرت طلب کرو نبیؐ بھی تمہارے لئے مغفرت مانگے گا اللہ سے پھر اللہ کو پاؤ گے توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا۔

غافِلو غفلتن گُرنکھ تباہ راورتھ یم نفس کیاہ اُوئے نفع

(واز محمودؒ)

صوفیاء میں یہ حرفِ اوّل ہے کہ اپنے دل دماغ میں اپنی نظروں میں اپنے عمل میں اپنے رفتار گفتار میں ہمیشہ بارگاہِ ربّ العزت رہے جب بھی بات کرے اس کا ذکر جب بھی بات سُنے اسی کی فکر جب بھی خاموش ہو اس کا خیال جب بھی عمل کرے چاہے دینوی یا دنیاوی اللہ کی ذات سامنے ہوتی ہے اسکو شرعی زبان میں احسان کہتے ہیں اور صوفی زبان میں حضوری حضرت جبرائیلؑ والے حدیث کا تیسرا حصّہ احسان ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے نبی کریمؐ سے مسجد نبوی میں پوچھا احسان کیا ہے۔ صحابہؓ بیٹھے ہوئے تھے پر حضرت عمرؓ بھی موجود تھے اور اس حدیث جبریلؑ کے راوی بھی حضرت عمر بن خطابؓ ہیں جب حضرت جبرائیلؑ نے پوچھا مَــن اِلاحُسَــان (یعنی احسان کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ کو جواب میں فرمایا۔

اَلاُ احُسَـان اَنُ تَعُبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنُ الَّمُ تَکُنُ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ

یَرَاک

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہوا (یعنی اگر یہ حالت نہ ہوئی) کم از کم یہ جان لو کہ وہ (اللہ) تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے کہ تصوف کا معنی احسان ہے اور یہ عام احسان نہیں بلکہ حدیث جبرائیلؑ والا احسان ہے۔

یہ حالت ہمیشہ صحابہؓ کو بھی نہیں رہتی تھی کہ وہ اس امت کے بہترین لوگ ہیں لیکن صوفیاء اس بات کا اپنے مریدین کو ہمیشہ تلقین کرتے ہیں کہ اللہ سے اتنی محبت کرو اتنی عبادت کرو اتنا مجاہدہ کرو کہ اثبات میں یہ حالت پیدا ہوجائے کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (سورۃ بقرہ) فَــاذ کرونی اذکر کُم (تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کرونگا)۔

حدیث قدسی ہے کہ مومن ہماری یاد زمین پر کرتا ہیں اور میں اسکی یاد آسمان پر کرتا ہوں وہ میری یاد لوگوں میں کرتا ہے میں اسکی یاد بہترین مخلوق فرشتوں میں کرتا ہو۔ زرگر صاحب کے پاس ایک بار ابّا جان گئے دوپہر ڈھل چکی تھی گرمیوں کا موسم تھا۔ جب ابّا جان کمرے کے اندر آپہنچے دیکھ رہے ہیں کہ زرگر صاحب سوئے ہوئے تھے۔ لیکن سوتے ہوئے انکا مُنہ تھوڑا کھلا ہوا تھا جب

ابّا جان نزدیک آئے تو دیکھ رہے ہیں کہ زرگر صاحب کے مُنہ میں زبان لگاتار حرکت کر رہی ہے یعنی وہ ذکر میں مشغول ہیں ابّا جان حیرت زدہ رہ گئے اور لگاتار زرگر صاحب کی طرف متوجہ تھے کہ نیند کی حالت میں بھی صوفیاء کی زبان ذکر سے غافل نہیں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء اپنے قبروں میں زندہ ہوتے ہیں یہ بات کتابوں میں ہے کہ جب مرشد کی ضرورت مرید کو مرشد کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی پڑتی ہے وہ انکے مزاروں پر جا کے وہ سب کچھ پاتے ہیں جسکی انکو ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

ولا تقولولمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء وّلا کن الّا تشعرون. (سورۃالبقرہ)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انکو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں بلکہ تمہیں تو اس کا شعور نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا گیا کہ عِند ربھم یرزقون۔ وہ اپنے ربّ سے رزق حاصل کر رہے ہیں۔ یہ کس نوعیت کا رزق ہوگا اللہ ہی جانتا ہے اب جس نے اپنے آپ کو اللہ کی خاطر فناہ کرلیا جان کی کوئی پرواہ نہیں مال کی نہیں اولاد کی نہیں کاروبار کی نہیں۔ دنیا اور دنیاداری کی کوئی فکر نہیں صرف ربّ کو راضی کرنے

میں لگے ہوئے اسکے لئے حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ان کے سروں پر نور کے تاج ہونگے اور انبیاء اور شہدا کی صف میں ہونگے اور انبیاءؑ اور شہدا انکو دیکھ کر کہیں گے کہ نہ یہ انبیاءؑ ہیں اور نہ یہ شہداء ہیں پھر ہمارے برابر کیسے ہیں اللہ فرمائے گا کہ یہ میرے دوست ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگایا میرے لئے آج میں ان سے راضی ہوں۔

الا انّ اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھُم یحُز نون

(خبردار بے شک میرے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم)

صوفیاء میں مشہور حدیث ہے اور یہ حدیث داتا گنج بخش لاہوریؒ نے اپنی تصنیف (کشف المحجوب) میں تحریر کیا ہے۔

من مات من العشق فقدمات شھید حیّ۔

(جو عشق خداوندی، عشق رسولؐ میں مرگیا وہ شہید ہے)

شوقہٕ ستّہِن نأل گوٗم عشقُن طوق گاہ عاشق گاہے چھُس معشوق

احدزرگر مشتاق پأنی پأنس لوٗٹھ کُرنم دینس تہٕ ایمانس

(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

ابّا جان اپنے پیر مرشد سے اتنی ہی محبت کرتے تھے جتنا کہ حق تھا لیکن

زرگر صاحبؒ بھی ان سے اتنی ہی محبت کرتے تھے۔ جسکے وہ شاید حقدار تھے۔ ابّا جان کی غیر حاضری میں طالبین اور مریدین سے بات چلتی تو فرماتے کہ غلام محمد میرے بہت نزدیک ہے اسکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ جو گھر ویران ہوتا ہے اس میں رہنے کیلئے بسنے کیلئے پہلے بہت محنت کرنی پڑتی ہے کہ اسکی صفائی کرنی، دیواریں گری ہوں وہ ٹھیک کرنی ہوتی ہے، چھت سے پانی آرہا ہو چھت ٹھیک کرنا ہے یعنی یہ مکان اس لائق ہو جائے کہ اس کو اپنا گھر بنالیں لیکن دوسرا گھر وہ ہوتا ہے کہ جس میں پہلے ہی گھر والے رہتے ہوں۔ ہم نے خرید لیا بس آئے اور اس میں بسنے لگے خالی اپنا سامان اس میں رکھنا ہے۔ یہی صورت ابّا جان کی تھی کہ وہ پہلے ہی امامت کے منصب پر فائز تھے اور وہ بھی ۱۶ سال کی چھوٹی عمر سے اور یہ امامت ابّا جان کو میرواعظ مولانا مولوی عطیق اللہؒ (اتھ صائبؒ) نے حکمً (حُکمن) عطا کی تھی۔ اسلئے زرگر صاحب کو ایسے مرید پر وہ محنت نہیں کرنی پڑی جو ایک عام شخص پر کرنی پڑتی ہے۔ کہ فرض معلوم نہیں سُنتیں معلوم نہیں شریعت ہم سے کیا چاہتا ہے معلوم نہیں۔ وضوء، غسل، نماز اہم اور روزمرہ والی چیزیں یہ بھی معلوم نہیں تو مرشد کو اِسے سنبھالنے میں وقت بھی لگتا ہے اور محنت بھی۔

اللہ کا فرمان ہے کہ نہیں ہیں برابر جاننے والے اور نہ جاننے والے۔

ابا جان زرگر صاحب کے بارے میں کہتے کہ میں قیامت کے دن بھی

انکا شکر گذار رہونگا کہ شاید ہی کسی اور سے ایسا برتاؤ کیا ہو۔ ابا جان نے اپنی شاعری کتابوں میں بھی ذکر کیا کہ۔

انتساب:

پننس پیر کامل عجوبہ روزگار مخدوم و محترم عبدل احد زرگر صابنہ ناوہ یِسند نظر عنائیتن اکس ذرس، آفتابس سیتی ملہِ ون کر

(فقیر غلہٓ دون)

فقیری ہوٗ تہ ہاد رمن گرزان چھم فقیری دون شہن اندر گپتھ چھُم
فقیری ہفتہ اقلیمس حکمران فقیری چھُم سرس پیٹھ تاج شوبان

(فقیر غلہٓ دُون)

ڈبکہِ گوم جاگتھ سمکھُم شاہ ہبکہِ کتہِ باوتھ تُم باوٗنم کیٛاہ
شوقہِ سان برنم مَس ٹوری ہافقیر کر تھم گلکاری
میر سلطانس رٹ دامان سیر فرقانَس سپدی زان
واللہ ژہ عاماہ بنکھ بینا للوٗن لا اِلــــہ الاالــلــہ

(اُستاد من غلہٓ دُون)

سیاہ نقطہ سیاہ نقطہ گیر سیاہ چوچھتہ کارِس سیاہ جا گیر

سیاہ موختہ ہار میہ نال تراوُم سیاہ کاری میہ زاجنم تن

(اُستاد من غلہٖ دُون)

مو تو قبلاً نائلی تراوُم گائلی کُتیاہ وسہِ وسن

غلہٖ دوِنس دل چھہ روشن کوسُم پُرشن مرمرے

(اُستاد من غلہٖ دُون)

جناب زرگر صاحب اپنی محفل میں اپنے مریدین و طالبین میں بیٹھے ہوتے تو اچھی اچھی نصیحتیں فرماتے۔ زرگر صاحب اپنے طالبین سے فرماتے تھے کہ جب کبھی اکٹھے ہوتے ہو اپنی صوفی بات چلتی ہو اور اتنے میں اذان ہو جائے تو نماز اسی جگہ ادا کرو ایک یہ وجہ کہ یہاں بھی ذکر خدا اور ذکر حبیب خداؐ ہی ہو رہی ہے اور دوسرا یہ کہ جب دوسری محفل کا موقع ملے تب معلوم نہیں کون ہوگا اور کون نہیں کہ نہ زندگی پر بھروسہ نہ صحت پر بھروسہ نہ فرصت پر بھروسہ۔

اس بات سے صوفی مجالس کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنی اہمیت رکھتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بھی اجتماعات اور مجلسیں ہوتی تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور کے بعد صحابہؓ بھی مجلسوں کا انعقاد کرتے تھے کہ ان میں لوگ آکے حدیثیں سُنتے تھے شرعی امور سیکھتے تھے بلکہ یہ بھی کہا جائے کہ وہ علم باطنی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سکھایا تھا اوروں تک پہنچاتے اس کام کیلئے خاص طور پر

حضرت علیؓ تھے جنکے بارے میں یہ بات خاص ہے کہ وہ اپنے مریدین کو فرماتے تھے کہ مجھے زمین کے راستوں کے بارے میں مت پوچھو اسکی مجھے زیادہ خبر نہیں مجھے آسمانوں کے راستوں کے متعلق پوچھو وہ میں دیکھ آیا ہوں۔

پھر تعبین آئے پھر تبع تعبین پھر علماءؒ صلحاؒ اولیاءؒ پھر آخر پر صوفیاءؒ سب جماعتیں مجلس کرتے تھے دین سیکھتے سکھاتے تھے اور اس پر عامل ہو جاتے تھے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ دوسرے تک پہنچا دو اگر چہ ایک ہی آیت معلوم ہو۔ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ جو جسنے سُنا وہ ان تک پہنچا دے جس کے پاس یہ پیغام عظیم نہ پہنچا ہو۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یو پی انڈیا میں ایک خانقاہ تعمیر کی تھی جس میں لوگ دین سیکھنے کیلئے آتے تھے سوال جواب ہوتا تھا یعنی دعوت تبلیغ کا کام ہوتا تھا اور لوگ ان چیزوں سے با خبر ہوتے تھے جو کسی کتاب میں نہیں یا کسی مدرسہ میں نہیں ہوتا ہے جسکو ہم کشمیر میں کہتے ہیں کہ یہ علم سینہ بہ سینہ چلتا ہے یعنی تصوف (سیرِ اسرار)۔

طریقت گو طریقِ نبیؐ کتھی چھ وَتھ ہاوان

(احمد بٹوارؒ)

زرگر صاحبؒ کے پاس ایک دن ابّا جان گئے سلام دعاء کی تو دیکھا کہ

زرگر صاحب کچھ لکھ رہے ہیں ابا جان نے زرگر صاحب سے پوچھا جناب کیا لکھ رہے ہیں اجازت ہو تو میں پڑھ لوں زرگر صاحب نے فرمایا میں پڑھونگا اور تم سُنو تب زرگر صاحب نے ایک منقبت پڑھنا شروع کیا اور وہ کچھ یوں تھا۔ جو منقبت جناب شاہ ہمدان کا ہے۔

امیرا دؤن جہانن چھکھ امیری بہ پیری چُھس میہ کرِتم دستگیری
امیرا ڈیڈ چانے چھُس کران گتھ نظر رچھتم کرتو مَیہ چھِم بُڈ ستھ
مَیہ رویُس شرمندی ہُند خاک مؤلمت کرے ہر دم ژے عرضی تہِ درخواست
چھُ عبدالاحد ناوٗ چانس غلامس چھ شاعر دأژ کِن زرگر و نان تَس

ابا جان کہتے ہیں کہ زرگر صاحب کی زبان بھی شروع ہوگئی ساتھ میں آنکھ بھی شروع ہوگئی یعنی زرگر صاحب یہ پڑھتے ہوئے رو رہے تھے اور آنسو بہہ رہے تھے۔ ابا جان کہتے ہیں کہ مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں نے زرگر صاحب کو پڑھنے کیلئے ہی کیوں کہا کہ انکو اتنی اذیت ہوئی۔ اصل میں دیکھنا ہے کہ زرگر صاحب کو کتنی محبت تھی اولیاء اللہ سے کہ شعر پڑھ رہے ہیں اپنے گھر میں اور حال اپنا اظہار کر رہے ہیں شاہ ہمدان کے دربار میں یعنی شاعر جب کچھ بھی لکھتا ہے وہ

چیز اسکے شعور میں ہوتی ہے اسکے فہم وخیال میں ہوتا ہے لکھے ہوئے حروف اسکے دل کی عکاسی کرر ہے ہوتے ہیں اور وہ اشعار پڑھتے وقت شاعر اُسی جگہ ہوتا ہے جس جگہ کا ذکر ہو جس مقام کی ذکر ہو، جس دربار کا ذکر ہو جس شخصیت کا ذکر ہو یہاں ایک بات میں عرض کرونگا کہ میری یہ زیر بحث کتاب محض زرگر صاحب کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جتنے بھی اہل اللہ صوفیاء بزرگانِ دین اولیاء اللہ اسلامی دنیا میں گذرے ہیں یہ ان سب کی ترجمانی کرتی ہے یعنی یہ حروف جو میں نے زرگر صاحب کیلئے قلم بند کئے انکا حقدار ہر وہ صوفی اہل اللہ ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی محبت میں فناہ کر دیا اور فناہ کے بعد بقاء سے سرفراز ہوئے۔ آستان والوں سے زرگر صاحب کی محبت ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ ہمیں بھی اپنے اسلاف کو نہیں بھولنا چاہیئے ہمیں بھی اپنے محسنوں کو نہیں بھولنا چاہئے کہ انہوں نے ہماری خاطر کتنی تقلیفیں جھیلی تب اسلام کا نور ہمارے گھروں تک پہنچا۔ خاصطور پر برصغیر میں اسلام کا ظہور اولیاء اللہ کی منّت اور مہربانی ہے اس وجہ سے اللہ نے انکو وہ شان عطا کی کہ انکا نام لیتی ہے ہر زبان رحمت اللہ علیہ کا ورد جاری ہو جاتا ہے۔

جناب زرگر صاحب کے پاس ایک شخص آیا جو کسی گاؤں سے تھا زرگر صاحب نے پوچھا کیا بات ہے کیوں آئے ہو اس شخص نے جواب دیا جناب میرا

یہ مسلہ ہے کوئی گھریلو پریشانی تھی پھر کہا کہ کل رات کو میں سویا اور ذہن میں وہی مسلہ تھا تب خواب میں چرار شریف شیخ نور الدینؒ کے آستان پر پہنچا وہاں کوئی بزرگ تھا میں نے اپنا مسئلہ پیش کیا اس بزرگ نے فرمایا کہ تم احد زرگر نامی بزرگ کے پاس جاؤ پھر میں نے اُس بزرگ سے کہا کہ جناب میں اس نام کے کسی بزرگ کو نہیں جانتا ہوں اس نے مجھے ہاتھ پر لفظ احد زرگر لکھا میں بیدار ہوا تو یہ نام لکھا ہوا پایا اپنے ہاتھ پر اس شخص نے اپنا ہاتھ جناب زرگر صاحب کو دکھایا اس پر بالکل لفظ احد زرگر لکھا ہوا تھا۔

یہ صوفیاء کا رابطہ ہوتا ہے اولیاء اللہ سے کہ یہ مرتے نہیں بلکہ صرف ہماری نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں یہ ظاہری موت کے بعد ابدی حیات پاتے ہیں صوفیاء اہل اللہ بزرگ یا باعمل علماء یہ سب بڑے درباروں میں بالکل درج ہوتے ہیں اسکے بعد خود کو انکا غلام تسلیم کرتے ہیں جو انکی خدمت میں ایسے حاضر ہوتے ہیں جیسے کہ انکی ظاہری زندگی میں لوگ انسے ملنے آتے ہیں کہ ادب کا پورا خیال رکھتے ہیں۔

ابا جان کہتے ہیں کہ زرگر صاحب کی ایک بچی آستان گئی تھی وہاں سے آکے جناب زرگر صاحب سے کہنے لگی کہ ابا جان میں آستان گئی تھی اس پر زرگر صاحب نے پوچھا تبرک نہیں لایا (یعنی شیرینی) اُسنے کہا جی لائی ہوں پھر کچھ شیرینی زرگر صاحب کو دے دی اور زرگر صاحب نے وہ ادب کے ساتھ کھالی۔ابا

جان ابھی نئے نئے ہی میدان سلوک میں آئے تھے۔ وہ حیران رہ گئے کہ زرگر صاحب کا تبرک کا دانہ بڑے سے بڑا مرض بھی ٹھیک ہو جاتا ہے اور انہوں نے یہ شیرینی جو خالی آستان کے کسی برتن میں ڈال کے لوگوں کو دی جاتی ہے خود کھالی پھر ابا جان سے رہا نہ گیا پوچھا اس پر زرگر صاحب نے فرمایا کہ یہ شیرینی تبرک ہے اس کیلئے جو اسکا یقین اور اعتقاد رکھتا ہو اور جس کو نہ ہو اسکے لئے خالی بازار کی شرینی ہے۔ میرا تبرک اور ہے لیکن آستان کا تبرک اور۔

اسلام میں ایمان کا دارومدار اعمال سے زیادہ عقائد پر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِن الّذین قالو ربنا اللّٰہ ثُم الستقا مو تتنزل علیھُم الملئکۃُ الا تخا فو ولا تحزنو وابشرو بِالُجنّتِ الَّتِیُ کُنتم توعدون. نحن اولیا ء کُم فی الحیات الدُنیا وفی الاٰخرۃ

(بے شک جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ (پالنے والا) ہے اور پھر اس بات پر استقامت کی ہم ان پر فرشتے نازل کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ انسے فرماتا ہے) کہ کوئی خوف مت کرو اور غم زدہ نہ ہو جاؤ اور میں خوشخبری دیتا ہوں جنت کی جسکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (اللہ فرمائے گا) میں دوست رکھتا تھا تم کو دنیا میں بھی اور اب آخرت میں بھی۔

انبیاء شہداء کے بعد اگر کوئی جماعت اللہ سے نزدیک تر ہے وہ اولیاء اللہ

اور صوفیاء ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ صاحب تقوا لوگ عبادت اور ذکر وفکر اور مجاہدہ سے اللہ کے قرب میں چلے جاتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ وہ دینی کام انجام دیتے ہیں جسے عرفہ عام میں نبیوں والا کام کہا جاتا ہے یعنی جو ایک قرآنی حکم ہے۔

امر باالمعروف نہی عن المنکر (نیک کاموں کی تلقین اور برے کاموں سے روکنا) جس کو ہم دوسرے الفاظ میں دعوت تبلیغ کا کام کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا وعظ نصیحت مجاہدہ اور ہر ہر عمل باعث برکت اور باپت ترغیب ہوتا ہے یعنی ذکر وفکر کے بغیر جو یہ عمل کرتے ہیں چاہے عبادات ہوں معملات ہوں حقوق اللہ ہوں سب میں قرآن سنّت یکجا نظر آتے ہیں یہ صاحب دل لوگ جہاں بیٹھیں ہوں لوگوں کی قطار لگ جاتی ہے کتابوں میں لکھا ہے کہ ہزار ہا میل سے لوگ انکی زیارت کیلیئے آتے تھے کہ بزرگوں کی زیارت کرنا سنّت ہے انکی محفل میں علم وادب حاصل کرنے آتے تھے۔

زرگر صاحب کئی بار ہمارے گھر گندر پورہ آئے اور انکے ساتھ پندرہ بیس لوگ ہوتے تھے جو انکے مریدین تھے رات دیر تک خوب بات چلتی تھی ابا جان اکثر انکی باتیں انکی نصیحتیں ٹیپ رکارڈر میں رکارڈ کر کے رکھتے تھے۔ زرگر صاحب اپنا اسی (۸۰) سال تجربہ جوانہوں نے اس صوفی میدان میں حاصل کیا

تھا اسکا نظریہ ہمارے سامنے رکھتے تھے کہ صوفی میدان میں آنے کیلیئے کن کن داؤ پیچ کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ آج کل جب بھی وہ ٹیپ رکارڈ ہم سنتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زرگر صاحب بالکل ہمارے سامنے موجود ہوں اور ہم سے ہمکلام ہو رہے ہوں۔ ان نصیحتوں میں ہمارے لئے ایک ترغیب ہے اس راہ حق میں آنے کی۔ بزرگوں کا فرمان ہے کہ انسان جب کوئی عبادت کرتا ہے پہلے وہ شوق سے کرتا ہے۔ کچھ وقت گذر جانے کے بعد یہ عبادت شوق کے بعد عادت بن جاتی ہے۔ یہ دوسرا پڑاؤ ہے پھر تیسرے درجے میں یہ داخل ہوتی ہے جسکو عبادت کہتے ہیں کہ یہ میں اللہ کی خاطر کر رہا ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے جب یہ عبادت عبادت بنتی ہے تب اسکو ذہنی سکون محسوس ہوتا ہے اور اسکے دل میں اللہ کی محبت بڑھنا شروع ہو جاتا ہے آہستہ آہستہ اسکو اللہ کی معرفت نصیب ہوتی ہے معرفت کا معنی کیا ہے۔

معرفت چۄن گو عارِف بۄن فِی اللہ سپدُن فان

(احمد بٹواری)

من عرفه نفسهٗ فقد عرفه ربّه‘

(جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُسنے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے ربّ کو پہچانا)

معرفت لفظ نکلا ہے عارف سے اور عارف کا معنی ہے جس نے پہچانا اور

عرفہ کا معنی ہے کسی چیز کو پہچاننا جس نے خدا کو پہچانا وہ عارف اور جب پہچانا تو اس پہچاننے کی وجہ سے اسکو مل گیا معرفت وہ بھی اللہ کی معرفت یعنی اللہ کی پہچان اب وہ خوب اللہ کی ذات کو اللہ کے صفات کو اللہ کے نور کو پہچانتا ہے من کان للّٰہِ کان اللّٰہ لہٗ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اُسکا ہو گیا (حدیث قدسی)۔

ایک دن ایک بزرگ طواف کعبہ کرر ہا تھا اور بلند آواز میں دعاء کرر ہا تھا اے اللہ میں تجھ سے تجھکو ہی مانگ رہا ہوں وہاں حضرت عمرؓ موجود تھے انہوں نے اس بزرگ سے فرمایا یہ تم کیا مانگ رہے ہو مجھے بھی سمجھاؤ اسپر اس شخص نے کہا کہ جناب میں اللہ سے دعاء کرر ہا ہوں کہ مجھے تیری ہی ضرورت ہے تو ہی میرا بن تا کہ جب خالق ہی میرا بن جائے گا تو ساری مخلوق خود بہ خود میری ہو جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے اسپر اس شخص سے کہا یہ بہت اچھی دعا ہے میں بھی یہ دعاء مانگا کرو نگا۔ یہ ہے معرفت کا اصل معنی۔ صوفیاء نے قرآن کا ایک مقام بار ہا اپنے اشعار میں لایا ہے اور یہ مقام سورہ البقرۃ میں موجود ہے کہ اکثر صوفیا اس پر فائز ہوتے ہیں۔

احد زرگر حیرتن گو انٛدرٕ نبرے وُنۍ دوان
ذرٕ درات گٔنۍ عارفو وُچھ پور نور وجہُ اللہ
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

فَثَمّ وَجۂ درقرآن غلہ دۄن ذرِ ذرِ چھُے عیان
طواف کرتس درحرم ہُوہُو پران چھم زیر و بم
(استادمن غلہ دۄن)

اے حبیبؐ جہاں کہیں بھی اپنا رُخ موڑو گے وہاں اللہ کو دیکھو گے۔(البقرہ)

صوفیاء کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے کہ اطراف چار نہیں بلکہ چھے ہیں یعنی دائیں بائیں آگے پیچھے اُوپر نیچے اور ہر طرف اللہ کی ذات اللہ کے صفات اور انکا نور ہے سالک کی نظر اس مقام فثمّ وجہُ اللّٰہ پر اتنی باریک ہوجاتی ہے کہ ایک حدیث رسولؐ ہے میری امت کے اچھے لوگوں میں سے ایک گروہ ہے جو خدا کی وسعت رحمت کی وجہ سے ظاہر میں ہنستے ہیں اور خدا کے عذاب سے پوشیدگی میں روتے ہیں ان کے بدن زمین میں ہیں اور ان کے دل آسمان میں ہیں اُنکی روحیں دنیا میں ہیں اور انکی عقلیں آخرت میں سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وصیلہ سے قرب حاصل کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا کے راستوں کے بارے میں مت پوچھو بلکہ آسمانوں کے راستوں کے بارے میں پوچھو کہ وہ مجھے معلوم

ہیں۔

حدیثوں میں ایسے لوگوں کیلئے بشارتیں ہیں کہ قیامت کے روز یہ صاحب شرف لوگ نور کے ممبروں پر بیٹھے ہونگے۔ انبیاءؑ اور شہداءؓ کے ساتھ بیٹھے ہونگے اور انبیاءؑ شہداءؓ بھی کہیں گے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں پھر ہمارے برابر کیسے بیٹھے ہیں۔ ایک بات کی طرف میں ادھر آپکا دھیان لینا چاہتا ہوں کہ اولیاء اللہ اور صوفیاء خالی ذکر کی وجہ سے اتنی بلندی پر فائز نہیں ہونگے بلکہ ان کے دل شیشہ کی طرح صاف اور سوچ وفکر پانی کی طرح خالص ہوتا ہے ان میں کسی کیلئے دل میں کینہ نہیں ہوتا ہے، نیک ہوں یا بُرے ہوں ایمان والے ہوں یا غیر ایمان والا اُنکی مجلس میں ہر ایک آتا ہے اور فیض لے کے جاتا ہے۔ دنیا کا ٹھکرایا اور لوگوں کا دُھتکارا، انکی صحبت میں بیٹھ کے ایسے تائب ہو جاتا ہے کہ وہ خود ایک دلیل بن جاتا ہے اور دوسروں کیلئے ھدایت کا باعث بن جاتا ہے صرف مطالع کی ضرورت ہے۔ کسی بھی علم کے میدان میں کامیاب ہونے کیلئے تین حکمتوں کی ضرورت ہے عقل، ہنر، نرمی۔

عقل: جس سے خدا کی پہچان ہوتی ہے۔

ہنر: جسے انسان ہر دل عزیز بن جاتا ہے۔

نرمی: جو برداشت کی آخری حد ہے

حدیث رسول ﷺ ہے جو صوفیا ءاولیاء اللہ کے بلکل مطابق ہے۔

رَبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَیٰ اللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ

بہت سارے ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر پھٹے پرانے کپڑے بکھرے بال اگر وہ کسی کام کیلئے قسم اٹھالیں اللہ انکی قسموں کو پورا کرتا ہے۔

انسان اللہ کا نائب ہے اور ایک صوفی میں نائب کی حیثیت سے تین خصلتیں ہونی چاہیں یہ قول مبارک خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے۔ آفتاب جیسی شخصیت دریا جیسی سخاوت زمین جیسی نرمی اور تواضح (یعنی انکساری)۔

یَس ھدایت کرِ غفور بلکہ مغرب آسہ دوٗر
نتہ لھب اوٗس نزدیک تتھ گواہ تبّت یدا
(رحمٰن ڈارؒ)

جس کو اللہ تعالی ھدایت کرے چاہئے وہ افریقہ کا سیاہ غلام ہو۔ (حضرت بلالؓ)
جس کو اللہ تعالیٰ ھدایت سے محروم رکھے چاہئے خاندانِ نبویؐ میں سے ہو (ابولھب)

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مَضِلَّلَہٗ وَمَنْ یَّضلِلْہٗ فَلَا ھَا دِیَلَہٗ

جس کو اللہ ھدایت دے اسکو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسکو اللہ گمراہ کرے اسکو کوئی ھدایت نہیں دے سکتا۔ اسی وجہ کی بنیاد پر اللہ تعالی اپنے متبرک

کلام قرآن مجید میں پہلے ہی ہمیں ایک دعا سکھاتا ہے اِھْـدِنَـا الصِّـرَاطَ الْمُسْتَقِیم۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

صِـراط الـذّیـن انـعـمتَ عَلَیھِـم ۔ ان لوگوں کا سیدھا راستہ جن لوگوں پر تو نے اپنے انعامات بخشے۔ قاضی عیاضؒ کا فرمان ہے کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کی بابرکت ذات اہل بیت اور صحابہؓ ہیں۔ انسے بہتر اور کون ہوسکتا ہے کہ پیغمبروں کا تاج محمد عربی ﷺ تمام نبیوں کے اصحاب میں سے بہترین اصحاب رسول عربی ﷺ اور ہم بھی اس برکت سے خالی نہیں کہ تمام امتوں سے بہتر امت ہمارے نبی ﷺ کی امت ہے جس میں ہم بھی شامل ہیں۔

انسان میں صرف کوشش ہونی چاہئے کہ حق پر رہے حق گو بن جائے حق کی ترجمانی کرے۔ انسان کو جس کام کی کوشش رہتی ہے اللہ تعالی بھی اسی کام میں آسانی فرماتا ہے وہ دین کا شعبہ ہو یا دنیا کا شعبہ۔ کہتے ہیں کہ ریشم کا کیڑا مر جاتا ہے مگر پہلے انسانیت کیلئے ریشم کا تار چھوڑ جاتا ہے جو سب سے مہنگا کپڑا ہوتا ہے اور اتنا مضبوط کہ ۱۰۰ سال تک استعمال کر سکتے ہیں اور ہم اشرف المخلوقات ہیں جس انسان کو اللہ تعالی نے وہ شعور عطا کیا ہے کہ تمام اللہ کی مخلوق پر برتری حاصل ہے لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب اپنے اس منصب کا سہی استعمال کرئے ورنہ اسکے برعکس ہوگا۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے اَسْفَل سَافِلِین کہا ہے کہ نیچے درجے کی

مخلوق سے بھی بدتر۔

حدیث قدسی ہے کہ میرا بندہ نوافل (یعنی نفل عبادات) سے میرے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جسے وہ بولتا ہے۔ میں اسکے ہاتھ بن جاتا ہوں جسے وہ کام کرتا ہے میں اسکے پاؤں بن جاتا ہوں جسے وہ چلتا ہے۔

اس حدیث شریف کے مطابق جو مقربین بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں انکا سُننا بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے انکا دیکھنا بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے انکا بولنا بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے انکا کام کرنا کوئی عمل کرنا اس عمل کو کرنے کے لئے قدموں کا سہارا لینا یہ بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ جو بھی وعظ نصیحت کرتے ہیں اس میں تاثیر ہوتی ہے سننے والے کے دل کو چیر کے رکھ دیتی ہے اور موم کی طرح نرم بناتی ہے۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے اسلئے دیکھا گیا ہے کہ کتابی علم میں وہ اثر نہیں ہوتا ہے جو ایک اہل اللہ کی زبان میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر دے جناب زرگر صاحب کو کہ ہمارے پورے خاندان کا سوچ اور فکر ہی بدل ڈالا حالانکہ ابا جان مسلک الشافعی پر عمل پیرا تھے کہ بظاہر شافی مسلک اور صوفیت جدا نظر آتے ہیں لیکن یہ پیر مرشد جناب احد زرگر کی نظر کرم اور نظر جوُ د ہے ہم ایک سوچ فکر کے مسلک تھے اور زرگر صاحب نے ہماری اسی سوچ و فکر میں اتنی وسعت فرمائی کی ہمارے سامنے حنفی

شافعی مالکی حنبلی صوفی اعتقادی سب برابر ہو گئے ڈاکٹر اقبال صاحب نے اس بات کا اشارہ کیا ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا کٹ جاتی ہیں زنجیریں

متفق علیہ شخصیت ڈاکٹر اقبال کو ایک بار پوچھا گیا جناب عالم اور صوفی میں کیا فرق ہے انہوں نے جواب میں فرمایا کی عالم قلم سے کام لیتا ہے اور صوفی قدم سے اسکی تفصیل یہ ہے کہ عالم علم الیقین کے مقام پر ہوتا ہے اور صوفی عین الیقین کے مقام پر۔ عالم کو علم کی بنیاد پر سوچ وفکر ہوتا ہے اور صوفی کو غیب کی چیز مشاہدہ کی بنیاد پر سوچ وفکر ہوتی ہے۔

میں نے جو حدیث قدسی بیان کیا ہے کہ تھوڑی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ حدیث قدسی جتنے ہیں ان میں صوفیت چھپی ہے مگر یہ افسوس کا مقام ہے کہ خطیب اپنے خطبات میں انکو پیش نہیں کرتے شاید انہیں اسکا پورا علم نہیں ہے یعنی ان پر وہ حالتیں گزری نہیں ہیں جو ایک صوفی پر گزرتی ہیں تب اس صوفی میں ان حدیث قدسی کا فہم شعور میں گھر کر جاتا ہے۔ حدیث قدسی کی وضاحت یہ ہے کہ جنگ بدر کے موقعہ پر اللہ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کی ریت کی ایک مٹھی اٹھا کر

کافروں کی طرف پھینک دو اور نبی کریم ﷺ نے بالکل ایسا ہی کیا پھر اللہ تعالیٰ اس واقع کی قرآن میں عکاس کرتا ہے۔(سورہ النفال)

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اے نبی ﷺ اور آپ نہیں پھینک رہے تھے (ریت کی مٹھی) جب آپ نے پھینکا بلکہ (آپ کا بظاہر ہاتھ تھا) اللہ خود پھینک رہا تھا۔

اللہ کے ولی اور صوفی اگر انسے کرامت سرزد ہوتی ہے وہ کرامت اصل میں کرنے والی ذات اللہ ہے بظاہر یہ صوفی کی زبان ہاتھ وغیرہ ہیں اسلام اور شریعت یہی نظریہ رکھتا ہے۔ایک شخص ایک بزرگ کے پاس آیا جناب میرا بیٹا مادرزاد اندھا ہے مہربانی کر کے اسکے آنکھوں کی روشنی لا کے دو وہ بزرگ غصہ ہوگیا اس شخص پر میں اندھے کو روشنی کہاں سے لا دونگا۔کیا تم نے مجھے حضرت عیسیٰؑ سمجھا ہے وہ شخص اپنے بیٹے کو لیکر نکل پڑا اس بزرگ کو غیب سے آواز آئی اے خدا کے بندے تم نے انکو ایسا کیوں کہا حضرت عیسیٰؑ کو اپنا کچھ نہ تھا تمہارے پاس جو کچھ زکر و کا وظائف تھا تم پڑھ لیتے باقی ہمارے زمے تھا اس بزگ نے یہ سنتے ہی ان باپ بیٹے کو واپس بلایا اور اپنا جاڈ پھونک کیا اور اس لڑکے کو آنکھو کی بصیرت آگئی اصل بات یہ ہے کہ کرنے ولی ذات اللہ تعالیٰ ہے۔حدیث شریف ہے۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْعُوْلٌ عَنْ رَاعِیَتِہٖ.

تم میں ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک کو اسکے ریوڈ کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی ہر انسان اپنے خاندان اپنے عیال اپنے گھر میں ایک چرواہا کی طرح ہے اور اس کو اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا پوچھا جائے گا قیامت کے دن۔ زرگر صاحب جب بھی کہیں بیٹھتے چاہئے وہ مرید وطالبین ہوں یا اور کوئی ہمیشہ نصیحت کرتے رہتے جو قرآن حدیث پر ہوتی تھیں اور پہلے جو حدیث آئی ہے زرگر صاحب اسکی وضاحت کرتے تھے۔ زرگر صاحب فرماتے تھے کہ جس عشق میں ننگ وناموس ہو وہ عشق خام ہے ننگ وناموس کا معنی ہے کسی چیز میں شرم کرنا۔ یہ شرم شرعی نہیں ہے بلکہ شرم دنیاوی۔ حضرت شاہ ہمدانؒ کا قولہ مبارک ہے کہ عشق کی ایک چنگاری سینے میں پڑ جائے۔ بہتر ہے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے یعنی عشق حقیقی (خانہ کعبہ اسے بری ہے)۔

علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب
عشقہ سیتن نا‌ٔل گوم شوقک طوق گاہ عاشق گاہے چھس معشوق
اؔحد زرگر مشتاق پا‌ٔن پانس لوٗٹھ کرنم دینس تہ ایمانس
کروٗٹھ یار دود للہٕ وُن بیوم پانس لوٗٹھ کرنم دینس تہ ایمانس
(پیر من فقیر اؔحد زرگرؒ)

زرگر صاحب جب کبھی جلال میں آتے تھے تب انکی زبان پر ایسے الفاظ ایسے اشعار آتے تھے کہ پوری محفل خوف زدہ ہوتی تھی کہ زرگر صاحب کچھ کر نہ بیٹھیں۔

روم در بتکدش سینم بہ پیش بُت گُنم سجدہ

اگر میں ان کے بت خانہ میں گیا تو میں بت کے سامنے سجدہ کرونگا۔

اگر یابم خریدارے فروختن دین وایمان را

اگر مجھے اصل خریدار ملے تو میں اسکو دین وایمان بھی بیچوں گا۔

مگو این سخن کفرش۔ اگر گوئی شوی کافر

مگر میری اس بات کو یہ نہ کہنا کہ میں نے کفر کیا تب تم خود کافر ہو جاوگے۔

بروائے مدعی نادان کہ دانی سرِ مستانہ

اے نادان جا تمہیں کیا پتہ مستانوں کے سر کیا ہوتے ہیں (راز)

عشق تا خام است باشد ونا موس وننگ

عشق جب تک خام ہے جب تک وہ ضرور ننگ ونا موس کے خول میں بند ہوگا

پختہ مغزان جنون را نے حیاءزنجیر پا

جو لوگ صاحب جنون ہو گئے انکو شرم وحیاء کی زنجیریں نہیں ہوتی ہیں (یہ شرم وحیا دنیاوی ہے نہ شرعی کہ حیاء ایمان کا ایک شعبہ ہے ستھر شعبوں میں سے)۔

لفظ عشق شوق سے نکلا ہے کہ ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اَشَّوقُ مَرْکَبِیْ۔ شوق میری سواری ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو عمل انسان کو کرنی ہے اسکے لئے ذہنی تیاری کی ضرورت ہے کہ ذہن تیار ہو جائے کوئی عمل عملانے کیلئے اور وہ شوق ہی ہے کہ بادشاہوں کو جنگلوں میں بٹھا دیا تاجوروں کو تخت و تاج چھوڑ کر فقیری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا یہ شوق ہی ہے۔ لفظ شوق چھوٹا ہے مگر معنی مفہوم بہت کشادہ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اس پر رہا ہے۔

عشق سرمد عشق ہی منصور ہے عشق موسیٰؑ عشق کوہ طور ہے۔

خاک کو بت اور بت کو دیوتا کرتا ہے عشق یوں کہا ہے کہ بندے کو خدا کرتا ہے عشق۔

حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپکو سجدہ کرنا چاہتا ہوں (یہ ہے عشق حقیقی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ اسلام میں سجدہ حرام ہے اب اگر سجدہ حرام نہ ہوتا میں اپنی امت کی عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں لیکن ہر سجدہ اللہ کیلئے ہے۔ (ابن ماجہ)۔

زرگر صاحب جب عاشق کی مثال دیتے کہ اللہ کا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنے والا کیسا ہونا چاہئے وہ فرماتے کہ مجنوں عکس پایہ لعلا کو سجدے کرتا تھا کہ

وہاں سے میرا محبوب گزرا ہے اسنے ایک دن ایک کتی کو پکڑا اور چومنے لگا لوگ کہنے لگے یہ کیا کرر ہے ہو یہ ناپاک جانور ہے مجنوں نے کہا کہ یہ میرے محبوب کے کوچے کی کتی ہے۔ اسلئے چومتا ہوں لوگ کہتے لیلیٰ رات کی طرح کالی ہے۔ مجنون کہتا لعلیٰ بچشمہ مجنوں لعلیٰ کو اگر دیکھنا ہو تو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھو تمھیں وہ حسین نظر آئے گی۔

زرگر صاحب کا سمجھانے کا یہ ایک طریقہ تھا صوفی بننا کوئی کھیل نہیں کہ بعیت ہوئے اور صوفی بن گئے ہزار ہا مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں جسمانی اور روحانی تب جا کے کہیں ناؤ کنارے لگتی ہے۔

ژھٹہٕ صدر چہ دل گرٛ ھ درُن بٹھٕ واتتھ کاٗتی آیے پٔتےٚ
لٹہِ لٹہِ تتھ رُمہٕ پیٹھ ترُن جان مرن زندے لتےٚ
(پیر من فقیر احدؔ زرگر)

حضرت امام حسن بصریؒ جو سید التعبین ہیں اور جن کا استاد محترم حضرت علیؓ ہیں صوفیت کے باپ مانے جاتے ہیں۔ انکا فرمان ہے کہ ہم نے تصوف کو قیل وقال سے نہیں سیکھا بلکہ دنیا اور دنیا کی لزّات کو ترک کر کے سیکھا ہے۔

جناب زرگر صاحب فرماتے تھے کہ لزت دار کھانے سے دل مردہ ہوتا ہے۔ دل کا مردہ ہونا ہی دراصل روح کا مردہ ہونا ہے کہ صوفیا نے دل کو روح سے تشبیہہ دی ہے اور فرماتے کہ گناہوں سے بچ کر زندگی گزارنا یہ تصوف کا بڑا مقصد ہے۔ نہ محفل میں نہ تنہائی میں نہ جلوت میں نہ خلوت میں کسی جگہ بھی گناہوں کی جرات نہ کرے ذکر کی پابندی کرے خاص طور پر زرگر صاحب ذکر دائم کی پابندی کراتے تھے کی اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کام کرتے ہوئے غم میں خوشی میں ذکر دایٔم کا اہتمام کراتے تھے فرماتے کہ اس سے دل اطمینان میں رہتا ہے شیطانی وساوس نہیں آتے اور دل گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا ہے اور دنیا کا میلان کم ہو جاتا ہے۔

دائم چھُ آسان زندہ دلن سیر حق للوٗن
قائم چھُ تمنی عشق خدا سُوئی چھ مدعا میون
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

حضرت سید سلیمان ندویؒ جب حضرت اشرف علی تھانویؒ سے بعیت ہوئے تو انہوں نے حضرت تھانویؒ سے پوچھا کہ حضرت یہ تصوف کیا ہے؟

تھانوی صاحبؒ جو دارالعلوم دیو بند کے صدر تھے اور اُنہوں نے بھی یو۔ پی انڈیا میں ایک خانقاہ تعمیر کی تھی کہ وہاں لوگوں کو تصوف سے آشنا کرایا جاتا تھا اور ظاہری علم کا بھی علم سکھایا جاتا تھا۔

تھانوی صاحبؒ نے جواب میں فرمایا کہ اپنے آپ کو مٹا دینے کا نام تصوف ہے مٹانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائے اس کے بعد تھانوی صاحب نے فرمایا اس لئے کہا جاتا ہے کہ سالک جب تک ہالک نہ بنے تو واصل نہیں ہوتا ہے سالک یعنی راہ سلوک کا مسافر ہالک یعنی اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا اپنے نفس امارہ کو مارنے والا۔

زرگر صاحب اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔ مُوتُوْ قَبلَ المَوْتُو مرو مرنے سے پہلے تب ہی بقاء پاوگے۔

عمر بن عبد العزیزؒ جسکو پانچواں خلیفہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی حکومت میں پھر وہی بہار آئی تھی جس طرح چار یارؓ کے دور میں تھا کہ پورے اسلامی مملکت میں ایک ہی خلیفہ تھا۔ ان کا فرمان ہے کہ علم کو لکھ کر قید کرلو اصل میں یہ سوچ حضرت عمرؓ بن خطاب میں تھا انہوں نے ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں قرآن لکھنے کا مشورہ دیا اور صحابہ کے دور میں ہی لکھنا عمل میں آیا اللہ تعالی نے

صحابہ ؓ کو بہت قوی حافظہ دیا تھا انہوں نے جو بھی حدیث نبی کریم ﷺ سے سنی تھیں اُنکو من وعن لکھا اور اسطرح علم کو لکھ کر قید کرلیا۔ صوفیاء کی محفلیں اور مجلسیں بھی اسی لئے ہوتی ہیں کہ سالک شیخ کی صحبت میں بیٹھ کے جو سنے اسے اپنے حافظہ میں قید کرلے بلکہ زیادہ تر یہ دیکھا گیا ہے کہ گھر آئے لکھ لے کہ آئندہ ضرورت پڑے گی تو کتاب کاپی کھول کے دوسرے اس سے استعفادہ حاصل کریں۔ دین میں اللہ تعالیٰ نے تین شعبے رکھے ہیں۔ تعلیم، تزکیہ اور تبلیغ تعلیم یعنی علم حاصل کرنا بے علم عمل گمراہی ہوتی ہے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے کہ قریب الٰہی تطہیر سوچ تطہیر قلب کیلئے دینی علم ضروری ہے۔ علم دین سے انسان کا فہم شعور بیدار ہو جاتا ہے تب شعور اعضاء بدن کو عبادت یا کسی دینی عمل کیلئے کھڑا کرتا ہے۔ دوسرا ہے تزکیہ کہ سیکھا ہوا علم اپنے اُوپر عملائے اس پر مکمل طور عمل کرے ورنہ بے عمل علم گمراہی ہے شمع دان میں شمع ہے مگر ابھی جلایا نہیں ہے۔

بے عمل عالم چھ شجرے بے ثمر بے عدد پرتن بڈن تفسیر نی

(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کر کے اس پر عمل نہ کرنا وہ درخت ہے جو بظاہر کھڑا ہے مگر اس میں کوئی میوہ نہیں نکلتا۔ اسکے بعد تیسرا مرحلہ تبلیغ ہے یعنی دوسرے کو اس کی تعلیم دینا کہ شریعت کا علم ہو یا تصوف کا علم ہو دوسرے تک کوشش کرنا پہنچانے کا نبی کریم ﷺ نے فرمایا دوسرے تک بات

پہنچادو اگر چہ ایک ہی آیت معلوم ہو۔صوفیاء کی مجلسوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہی تین امور ہیں کہ پہلے سیکھو علم پھر اس پر عمل کرو پھر جب صوفی کسی مقام پر خود پہنچ جاتا ہے دوسرے کی فکر کرتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں دعوت تبلیغ کا کام کہا جاتا ہے۔اور اللہ کے نزدیک یہ کام بہت پسندیدہ ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسرے کی بھی انسان فکر کرے کہ یہ بھی دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے اسکو تبلیغی جماعت والے نبیوںؑ والا کام کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوںؑ رسولوںؑ نے دعوت تبلیغ کا کام کیا ہے حضرت علمدار شیخ نور دین نورانیؒ جب تین سال انہوں نے ایک غار میں عبادت ریاضت مجاہدہ اور مشاہدات میں گزارے پھر جب وہاں سے نکلے ان دنوں یہاں دور تھا شاہ ہمدانؒ کے بیٹے میر محمد ہمدانی کا کہ شاہ ہمدان دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔میر محمد ہمدانی نے شیخ کامل سے فرمایا کہ تم نے تین سال جو مجاہدہ کیا اب تم ایک پختہ شیخ بن گئے ہو۔اب میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ دعوت تبلیغ کرو اور دوسروں کیلئے تزکیہ نفس کرو۔

میر محمد ہمدانیؒ ختلان ایران سے آئے تھے یہاں کی زبان سے ناواقف تھے انکی یہ چاہت تھی کہ کوئی ترجمان ملے جو میری بات لوگوں تک پہنچادے جو قرآن وسنت لوگوں تک انکی اپنی مادری زبان میں سنادے پھر شیخ نور دین نے عمل مسلسل جاری رکھا انکو کشمیری مفسّر قرآن کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ آخری عمر میں پہنچے اور کمزور ہو گئے پھر انہوں نے اپنے چار خلفاء جو آپکی صحبت میں پروان چڑھے تھے انکو حکم دیا کہ شہروں اور گاؤں میں جا کر اللہ کا پیغام حق

پہنچادو۔ انکے خلفاء کے نام یہ ہیں بابا نصیر الدین۔ بابا لطیف الدّین۔ بابا بامُ الدّین۔ بابا زین الدّین۔

دل چھُوئی گاڑ تئے ہُوکھ موتھاوُن
ذکر ہُند پوٗنی دِس یسُو توے
(شیخ نورالدینؒ)

زرگر صاحب ہمیشہ یہ تعلیم دیتے تھے کہ شریعت مقدم ہے ہر چیز پر ہر کام پر ہر عمل پر جو عمل شریعت کے عین مطابق نہیں ہوگی وہ اللہ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہے۔ شریعت کا علم انسان کو ہر ظاہری گندگی سے پاک کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کی کوئی ذی شعور انسان ناپاک برتن میں پاک چیز نہیں ڈال دے گا جب تک اس برتن کو پانی سے صاف نہ کرایا جائے ایسے ہی کوئی مرشد کسی ایسے شخص کو تب تک اس علم باطنی سے وابسطہ نہیں کرے گا جب تک اسکو پہلے شریعت کے آب حیات سے پاک وصاف نہ کرے زرگر صاحب کا ایک استاد مکرم جناب مولانا احمد اللہ صاحبؒ تھے اور ہمیشہ انکی صحبت میں رہ کے علم شریعت قرآن حدیث سیرت نبوی فقہ سکھتے تھے اس پر عمل کر کے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے اس چیز کا علم کہ زرگر صاحب کا علم شرعی سے کتنا لگاؤ تھا۔ انکی شاعری میں بھی پتہ چلتا ہے اوپر جو اشعار میں نے لکھے ہیں یہ اس چیز کی دلالت کرتی ہے ۔ایک بڑا عالم دین وعظ تبلیغ بھی کرتا ہے کتاب کی شکل میں لوگوں تک اپنا علم

شریعت پہنچاتا ہے اور اپنے خود کے عمل سے کہ اسکا ہر ہر عمل قرآن وسنت کے مطابق ہوتا ہے لوگوں کو متاثر کرتا ہے یعنی لوگ اسکے ظاہری عمل کو دیکھ کر علم حاصل کرتے ہیں کہ کس معاملے میں کس طرح عمل کرنا ہے اسی طرح ایک باکمال صوفی بھی ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر کرتا ہے اور اپنی عمل سے بھی لوگوں کو راہ راستہ پر لانے کی کوشش کرتا ہے اور یہی صفت جناب زرگر صاحب میں تھی کہ ہر معاملہ عین شریعت ہوتی تھی فرماتے مقتدی کی غلطی اسکی غلطی ہے یعنی انفرادی غلطی ہے لیکن امام کی غلطی پورے مجموعے کی غلطی ہے کہ امام کوئی غلطی نماز میں کرے سب لوگوں کو سجدہ دینا ہوتا ہے۔ زرگر صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی ایک امام کی حیثیت رکھتا ہوں میری غلطی میرے پورے مجموعے کی غلطی ہوگی جو میرے ساتھ وابسطہ ہیں زرگر صاحب عمل کلام رفتار گفتار کردار بلکل یکجا تھا قول اور فعل میں کوئی تفاد نہیں تھا ہر قدم پھونک پھونک کے اٹھاتے اور رکھتے تھے یہ صفت ہر صوفی میں ہوتی ہے کہ جتنا قرب حاصل ہوا اتنا ہی ڈرا ہوا رہتا ہے میں ایک بات عرض کرونگا کہ جو پیغمبرؑ حضرات ہیں یا نبیؑ یا رسولؐ انسے اگر کوئی نعزش سرزد ہوتی ہے اسکو اسکا کفار دینا ہوتا ہے اور وہ اپنی نعزش پر ہمیشہ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے اور روتے ہیں لیکن انکی نبوت چھینی نہیں جاتی اس کے برعکس جو اولیاء اللہ ہیں صوفیاء ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو انکو اس مقام ولایت سے ہٹا

دیا جاتا ہے وہ ایک عام بن جاتے ہیں کبھی کبھی گریباں چاک کر لیتے ہیں اور مجنوں سی حالت ہو جاتی ہے یعنی وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کے دیوانوں سی زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ اس کو اپنا توبہ سمجھتے ہیں پھر اگر اللہ کی مرضی اور کرم ہو تو انکو یہ مقام واپس دیا جاتا ہے۔

یُبَدِلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ حَسنٰتِ قرآن ایسے تائب لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالی انکے گناہوں کو بھی تعداد میں نیکیوں کے ساتھ لکھ دیتا ہے ان اللّٰہ غفور رّحیم ۔ حس تھاوُ پرتھ رایہ سُیت چھی ذات کتھ اِنّما الا عمال بنیت۔ اتھ شاہد چُھ سُوئی کیا کھٹہ ہَس۔ تُتھ اورِ وچھ ئتھ یورہ وُچھس۔

الصوفِی مَن شبق الصوف عَلی الصفاوَ لَزِمَ طرئق المُصطفیٰ
وَجعَل لدّ نیا عَلَی العفا وَ اِلّا کلبُ الکُوفِی احسن من الصوفی

صوفی وہ ہے جس نے صوفی لباس پہنا دل کی صفائی کے ساتھ اور سنت کے طریقے کو لازم کرلیا اور دنیا کو پیٹھ پیچھے رکھا تو بہتر ہے۔ ورنہ کوئی کتا اس صوفی سے بہتر ہے۔ زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ تصوف وسلوک فقط الفاظ کا نام نہیں بلکہ یہ کیفیات کا نام ہے اور یہ کیفیات ہمیشہ محنت اور مجاہدہ سے ملتی ہیں۔ تصوف وسلوک کے راستے میں جو بھی بے طلبی کا مظاہرہ کرے گا خواہ وہ پیر کا بیٹا بھی کیوں

نہ ہوا سے کچھ نہ ملے گا۔ طلب کے بغیر نسبت منتقل نہیں ہوا کرتی اور یہ نسبت کوئی معمولی چیز نہیں ہے اس نسبت کے ملنے سے نبی کریم ﷺ کی معرفت نصیب ہوتی ہے جسکو فنا فی الرّسول کا مقام کہا جاتا ہے یعنی معرفت کا ملنا ہی سالک کے اندر محبت جگاتا ہے محبت ہی انسان کو عمل کیلئے ابھارتی ہے۔

مرشد کی ضرورت یا تصوف کی ضرورت۔

یُزَ کیہِم وَیُعَلِمُھُمُ الکتاب وَالحکمَته.

رسول ﷺ انکا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ صوفی کا بھی بلکل یہی کام ہوتا ہے ایک پیر مرشد کا کام بھی یہی ہوتا ہے نیک کاموں کی تلقین اور برے کاموں سے روکنا۔

زرگر صاحب کے ارشادات جو انہوں نے اپنے استاد مکرمہ سے سیکھے ہیں اور وہ بابرکت ہستیاں جن سے زرگر صاحب نے صحبت اختیار کی انکی تعداد ۱۴ہیں۔ جبکہ زرگر صاحب نے اسکی وضاحت ایک غزل کے شعر میں کی ہے۔

ژودہن لالن ہوت مَیہ گُنی درد انئے
سدھن تہ اکسی منز چھ تمکوئی نورانئے

وہ فرمودات یہ ہیں۔

اَشیخُ فِیُ طَالِبِھی کَنبِیٌّ فِیُ قَوُمِہٖ. شیخ یعنی مرشد اپنے طالبین کے سامنے ویسا ہے جیسے ایک نبیؑ اپنی قوم میں امر بالمعروف نہیں عن المنکر کا کام دونوں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ایک قوم جتنا محترم اپنے نبی کو مانتے ہیں اتنا ہی محترم ایک طالب اپنے شیخ کو مانتا ہے نبیؑ کی حکم عدولی امتی کیلئے باعث وبال بن جاتی ہے اور وہ اس نبیؑ کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔

ایک طالب بھی اگر حکم عدولی کرتا ہے تو شیخ اسے بے زار ہو جاتا ہے اور اپنے کمبے یعنی جماعت سے اسکو نکال باہر کرتا ہے شیخ کی اتباع طالب پر واجب ہے اور وہ بھی خالی عبادات اور ذکر کے معاملے میں ہی نہیں بلکہ طالب کی اپنے نجی زندگی کے مسائل میں بھی شیخ کے تابع رہنا پڑتا ہے مثلاً شیخ جب تک شادی کرنے کی اجازت نہیں دیگا تب تک طالب شادی نہیں کرسکتا اور اگر شادی شُدہ ہے اور طالب کو طلاق کی ضرورت پڑی لیکن جب تک شیخ طلاق کا حکم نہ فرمائے طالب طلاق بھی نہیں دے سکتا الغرض شیخ کے بغیر یہ بے جان مُورتی کی مانند ہے اور اسکی جان اس کا پیر مرشد ہے۔ ایک اور قول جو زرگر صاحب فرمایا کرتے تھے۔ اَطّالِبُ عِندَ الْمُرُ شِدِ کَمَا مَیِّتَ فِیُ یَدَیِّلُ غَاسِلُ ۔ طالب اپنے پیر کے سامنے ایسا ہے جیسے غسال یعنی غسل دینے والے کے سامنے ایک مردہ کہ وہ نہ حرکت کرسکتا ہے نہ بول سکتا ہے یہ غسال ہے کہ جہاں چاہے پانی ڈال دے

گا جہاں چاہے بدن صاف کر دیگا۔ مردہ کچھ نہ کر سکتا۔

ایک اور قول زرگر صاحب جو فرماتے تھے یہ خاص طور پر شعراء حضرات صوفی کیلئے ہے۔ تَحتَ العَرشِ کَنزًا مِفتَاحَ لِسَانِ شُعَرَاء۔ عرش مجید کے نیچے خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابیاں شعراء کی زبانیں ہیں۔ اور وہی صاحب لِسان لوگ ان خزانوں کو باہر نکال کر لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں اور وہ خزانے کسی کتاب میں نہیں اور نہ کسی مدرسہ میں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جسکو ہم چہل حدیث کے نام سے جانتے ہیں اس میں شاہ صاحب نے نبی کریم ﷺ کی چالیس حدیث مبارکہ لکھے ہیں اور ان میں ایک حدیث رسول ﷺ ہے کہ کچھ شعروں میں حکمت ہوتی ہے۔ صوفیا حضرات کا دعوا ہے کہ وہ صوفی شاعری ہی ہے۔ یعنی یہ حدیث مبارکہ صوفی شاعری کیلئے ہی وجود میں آئی ہے کہ ایک طرف یہ قرآن حدیث شریف کی عکاسی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ صوفی اشعار عام انسان کے فہم وفراصت سے بعید ہوتے ہیں۔ صوفی شاعری سمجھنے کیلئے ایک استاد کی ضرورت پڑتی ہے جسکو ہم شیخ طریقت یا پیر مرشد کہتے ہیں یہ علم لدُن سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی صوفی شاعری کو علم لُدنی کہا جاتا ہے۔ علم لُدن کی تعریف انشاءاللہ آگے آئے گا۔ زرگر صاحب کا ایک اور قول مبارک جو وہ ایک پیر مرشد کے

بارے میں فرماتے تھے کہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی صوفی کی اتنا طاقت ہو کہ اسکا تخت ہوا میں اُڑتا نظر آئے مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایک شیطان ہے وہ بھی گمراہ اور اسکے پیچھے چلنے والے مریدین بھی گمراہ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گمراہ آگ میں یعنی گمراہ لوگ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔ زرگر صاحب کے بارے میں اب یہاں یہ اندازہ ہوجاتا کہ جس صوفی کی ایسی سوچ اور فکر ہو اسکا عمل کیسا ہوگا۔

کِنتھ آباد ہُتُم وأران میہ سپُدُم جسم و جانس فان
احدؔ زرگر پھران سفرٕ ونتھ کس زانہٕ زاجنم تن
(پیر من فقیر احدؔ زرگرؒ)

ڈاکٹر طاہر القادری سر پرست اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل پاکستان فرماتے ہیں کہ کچھ سال پہلے میں مصر گیا ہوا تھا اُدھر میں نے کوہِ طور پر دیکھا کہ کوئی پانچ سالوں سے اور کوئی آٹھ سالوں سے وہاں طور پر ذکر کر رہا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ان ذاکرین کو صوفی نہیں کہہ سکتے کیونکہ انکو اُس ذکر میں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس نہیں پہنا ہوا ہے۔

ہر عمل کیلئے شرط ہے ایمان اور ہر ایمان کیلئے شرط ہے اتباعِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ جو با ایمان ہی سنّت چھوڑ کر ایمان کا دعوا کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ. (اے حبیب) فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعوا کرتے ہو پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔

زرگر صاحب کا ایک اور قول جو انہوں نے اپنے شیخ رح سے سنے ہیں۔ حُبُّ الْقَلْبِ یَزْهَرُ بِالْیَدِ. دل کی محبت ہاتھ کی سخا سے پتہ چلتا ہے۔

دمن بہ دم ہیتھ خمن چھ دل میون گمن تہ خونن یکسان مے رِنش زون
ہمن نہ بالکل مے لولہ سر یہہ چون رُمن رُمن چھُم رُمن نگارو
(پیر من فقیر احد زرگر رح)

ڈاکٹر طاہر القادری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دعوا کرتا ہو کہ میں توحید پرست ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ اگر نماز پنجگانہ پڑھتا ہے تب وہ اپنے دعوے میں سچّا ہے اور کوئی یہ کہتا ہو کہ میں عاشقِ رسول ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنّتوں پر کتنا عمل کرتا ہے کتنا درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح وشام بھیجتا ہے اور کتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا اپنے محبین میں کرتا ہے اور کتنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں لوگوں تک پہنچاتا

ہے اگر یہ عمل کرتا ہے تب اسکا دعوا سہی ہے ورنہ یہ جھوٹ کے زمرے میں آئے گا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ وہ ہستی ہیں جنہوں نے بادشاہِ مغل اکبر کے خودساختہ دین (دینِ الٰہی) کو فِــیْ وَقْتِــہٖ یعنی اپنے دور میں تار تار کردیا علماء حضراتؒ فرماتے ہیں کہ شاید یہ صاحب کمال عالم اس لئے دنیا میں آئے تھے۔ مجدد الف ثانی کا فرمان ہے کہ فقط صحبت اہل اللہ ہی بندے کو واصل باللہ کرسکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مقناطیسی کے ساتھ لوہے کو رگڑنے سے اس میں مقناطیں قوت آجاتی ہے اسی طرح اہل اللہ کی صحبت بندے کو اللہ والا بنادیتی ہے اور دل بیدار کردیتی ہے یہ چھوٹا سا دل جب بیدار ہوتا ہے تو بہت قیمتی ہوجاتا ہے۔ دل کو بیدار علم کرتا ہے اور علم کو بیدار عمل کرتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ ھدایت پر ہو سارا وجود ھدایت پر ہے اگر وہ ھدایت سے ہٹ گیا یعنی گمراہ ہوگیا سارا انسان کا وجود بے ھدایت اور گمراہ ہوگیا اور وہ گوشت کا ٹکڑا کوئی اور چیز نہیں بلکہ دل ہے۔ ایک بات میں عرض کرونگا کہ جتنے حدیث مبارکہ میں نے اس کتاب میں ذکر کئے ہیں یا قرآنی آیات۔ میں ایک عام انسان ہوں یعنی کوئی عالم وغیرہ نہیں ہوں اسلئے قرآن اور حدیث کا مفہوم سمجھانے کی کوشش کرتا

ہوں کہ ہم اس سے کوئی نصیحت حاصل کریں باقی اصل معنی اسکا میں لکھ نہیں سکتا کیونکہ اسکے لئے صاحبِ علم ہونا لازمی ہے۔

شیخ صعدی شیرازیؒ اسلامی دنیا میں ایک برگزیدہ شخصیت ہیں جو حضرت شہاب الدّین سہروردی کے استاد ہیں۔ شیخ صعدی فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حمام میں گیا اور وہاں مٹی کا ایک ٹیلا اٹھایا اس مٹی کے ٹیلے میں اتنی خوشبو تھی کہ میرا دماغ معطر ہو گیا پھر شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے مٹی کے ٹیلے سے پوچھا کہ تم عطر ہو یا انبر یعنی عطر کی کان جس سے عطر بنتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ مجھے اس مٹی کے ٹیلے نے جواب دیا کہ نہ میں عطر ہوں نہ انبر بلکہ خالی مٹی ہوں تب شیخ نے پوچھا کہ یہ مشک اور خوشبو کیسی ہے۔ مٹی کے ٹیلے نے جواب میں کہا کہ میں ایک گلاب کے پودے کی ہمسایہ رہی ہوں یعنی ایک گلاب کے پودے سے صحبت اختیار کی ہے یہ اسی کی تاثیر ملی ہے کہ مجھے صحبت سے خوشبو اور مہک مل گی۔

صوفیاء کو اہل دل کہا جاتا ہے کہ یہ دل کو سنوارنے میں ہی محنت کرتے ہیں کہ دل کو اہل اللہ نے روح سے تعبیر کیا ہے کہ دل زندہ روح زندہ دل مردہ روح مردہ ظاہری جسم کی صوفیاء کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں حالانکہ شریعت میں جسم کی بڑی اہمیت ہے کہ یہ اللہ کا دیا ہوا ہے اسے قبول کرلو اسکو سنوارنا سجانا ہر انسان پر واجب ہے ورنہ اللہ کے یہاں پرسش ہوگی اور کوئی انسان اپنے جسم پر

اتنا ظلم نہیں کر سکتا کہ خود اسکو یعنی جسم کو قتل کر دے۔ ہر ہر اعضاء بدن اللہ کی امانت ہے مگر صوفیاء کے نزدیک یہ ظاہری جسم کچھ معنی نہیں رکھتا۔

مران یم مرنہ برونٹھ ازخود سران تم گئے حدولاحد
کران سرہ ذات صبح وشامس تمس کیاہ کاٗم چھ آرامس
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

(اپنے من میں ڈھوب کر پا جا سراغِ زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن)
زرگر صاحب کے پاس ایک دن ابّا جان گئے اور زرگر صاحب سے سلام دعاء کے بعد پوچھا جناب میرے ذہن میں ایک شعر ہے مجھے اسکی وضاحت مقصود ہے اسلئے آپکے پاس آیا ہوں زرگر صاحب نے فرمایا کس کا شعر ہے ابّا جان نے کہا کہ جناب یہ ڈاکٹر اقبال کا شعر ہے زرگر صاحب نے فرمایا کہ اس شعر کے متعلق اقبال صاحبؒ سے ہی پوچھو (یعنی مزاق کر رہے تھے) ابّا جان نے کہا جناب میں سر اُونچا کر کے سب سے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ میں زرگر صاحب کا غلام ہوں۔

پیرئی مؤل تۓ پیرئی موجی پیری چھُم دۆن اچھن ہُوندگاش
پیرن مرس میانس وستھ لاجی پُنین گوم باش پاپن ناش

(مشکوک)

زرگر صاحب نے ابّا جان سے فرمایا کون سا شعر ہے ابّا جان نے شعر کہا وہ کچھ یوں تھا (تُو اور نہیں میں اور نہیں)۔ زرگر صاحب نے فرمایا کہ اس شعر کا مفہوم یہ ہے منصور فنافی اللہ ایک دن راستے سے گذر رہا تھا لوگ ایک میّت کو لے جارہے تھے منصور نے لوگوں سے کہا اسے کہاں لے جارہے ہو لوگوں نے کہا جناب مردہ ہے دفن کرنے کیلئے لے جارہے ہیں منصور نے کہا میّت کو نیچے رکھ دو پھر مردے سے مخاطب ہو کے کہا کُم بِاِذنِ اللّٰہ یعنی اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ مردہ یوں کا توں ہے یہی الفاظ تین بار دھرائے مگر مردہ اُسی حالت میں ہے کچھ دیر چپ ہو گیا لوگ بغور دیکھ رہے ہیں کیونکہ انکو معلوم تھا رابعہ بصریؒ کی طرح منصور کوئی عام انسان نہیں ہے اسکے بعد چوتھے بار مردے سے مخاطب ہو کر فرمایا کُم بِاِذنِی میرے حکم سے کھڑے ہو جاؤ مردہ کھڑا ہو گیا اور زندہ ہو کے گھر چلا گیا۔ زرگر صاحب اسکی وضاحت یوں فرماتے ہیں کہ جب منصور نے مردے سے کہا کُم بِاِذنِی اللّٰہ تب منصور سے اپنا محبوب خفاء ہو گیا اے منصور کیا تم ابھی بھی خود کو الگ اور مجھ کو الگ تصور کرتے ہو کیا تم اور میں الگ ہیں کیا تمہارے کہنے اور میرے کہنے میں کوئی فرق ہے۔ تم اپنے حکم سے مردے کو کھڑا کر دو وہ کھڑا ہو جائے گا میرے حکم کی اب تجھے ضرورت نہیں ہے۔

کِنتھ ایمان و دین تن من سنِتھ تتھ عالمس منز سن
بِنتھ منصور کھس بردار ہلک پرہیز چھُ زہدُک کار
(پیرمن فقیر احدزرگرؒ)

یام زاوجار آم ڈیشن لولو تام پوچھر گوم پنہ پنہ لولو
خام سپدس پختہ جام چنہ لولو تام پوچھر گوم پنہ پنہ لولو
(پیرمن فقیر احدزرگرؒ)

بظاہر جوصوفی فناہ کی وادی میں چلا جاتا ہے وہ وہاں سے بقاء کی لافانی دولت لاکر ہی لوٹتا ہے۔

سکندر لاگتھی ژاس شہر ظلمات ہِر واندر ہِر وچھان چھُس آب حیات
احدزرگر سپُن تتہ زندہ ماری ماری ولۓ ون ہأر کوۓ دِیتھم برن تأری
(پیرمن فقیر احدزرگرؒ)

من ظلمات پربز لوومس ژورن بروجن پیوم گاہ
شین منز اژتھ کورکن نمس جامہِ جمس برٔ برٔ چھ جام
(استادِ من فقیر غلہ دون)

شمس فقیر ژاوٗ درظلمات تہ چھیتھ دراوٗ آبِ حیوان
(شمس فقیرؒ)

بہٕ گوس درشہر ظلمات میہٕ چھیو تتہِ آبِ حیات
میہٕ گو تتہِ پورِاثبات امارے چانہِ مدنو
(فقیر عبدآل کریمؒ)

اس بات کی وضاحت انشاءاللہ آگے شعار اور شرح کے حصہّ میں آئے گی کہ فناہ اور بقاء سے کیا مراد ہے کیا فناہ ہو جاتا ہے اور کیا بقاء رہتا ہے۔

خدا خود میر مجلس بوٗد اندر لامکاں خسروؔ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم شمع محفل بوٗد شب جا یکہ من بوٗدم
(طوطی ہند امیر خسروؔ)

خسرو یہ لامکاں یا عالم قدس تھا جہاں میر مجلس یا صدر محفل خود اللہ تعالیٰ کی ذات تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم شمع محفل تھے یہی وہ جگہ تھی جہاں میں رات کو تھا جناب امیر خسرو کا یہ بیان بلکل مندرجہ بالا اشعار سے مناسبت رکھتا ہے لیکن وہ اشعار صوفی

کے ہیں اور جناب کے شعار ایک اولیاء اللہ کے ہیں کہ کھول کے بات کہی ہے، وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔قرآن فرماتا ہے کہ نہیں سبق پائینگے مگر جو عقل والے ہیں (یعنی صرف عقل والے ہی کسی چیز کو دیکھ کر یا پڑھ کر نصیحت حاصل کرتے ہیں)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیث ہے کہ اَلْاِنْسَانُ سِرٌّ ۔انسان اللہ کے سروں میں سے ایک سر ہے اس حدیث کو مدِ نظر رکھ کر ہی زرگر صاحب نے اپنی شاعری کو نام دیا ہے (اسرارِ وجود حقیقی)۔

چھنہ زاہدس تہ رندس بیہِ کانہہ فرق میہ باسان
سُہ چھُ قطرہ دادِ کریشان یہ چھُ ملرہ ملرہ چھاوان
(رحمٰن راہی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم.

اَلاَ اِنَّ اَوۡلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلاَ هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔
خبر دار بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم (مرنے کے بعد)۔

باہوشن چُھس باوان سیر بے ہوشن یوان الماس تیر
وُن احدزرگرن غزل رنگ مار کافر سپدتھ کرم یکرار
(احدزرگرؒ)

زرگر صاحب نے اپنی شاعری کو ایک خاص نام دیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اپنی تخلیقات کو دیکھ کے اس میں جو چیز زیر بحث ہیں وہ مشاہدات پر مبنی ہیں تب ان مشاہدات پر نظر دوڑا کر یہ نام دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا اصل نام عبدالرحمٰن یا عبداللہ تھا لیکن ان میں کوئی خصلت ایسی تھی کہ ابو ہریرہ نام دیا گیا حضرت علیؓ کو ابوتراب کا نام دیا گیا کہ ان میں بھی کوئی ایسی بات نظر آئی کہ ابوتراب نام دیا گیا ایسے ہی زرگر صاحب نے اپنی شاعری پر ایک نظر جو کہ اشعار پر نہیں بلکہ مقامات پر تھی پھر یہ نام دیا۔ (اسرارِ وجودِ حقیقی)۔

اسرارِ وجودِ حقیقی اور اَلا نسانُ سِرَّہ' کی تفصیل شعار اور شرح حصّہ میں اچھی طرح آئے گی۔ دراصل وجود حقیقی اور عام وجود میں اتنا فرق ہے جتنا ایک مردہ شیٔ اور ایک زندہ شیٔ میں ہے۔ وجود اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو بخشا تب ہی اس مخلوق کا کوئی نہ کوئی نام اور کام ہے۔ وجود حقیقی سے مراد وہ وجود ہے جو ایک صوفی کو مجاہدہ کے بعد ہی عطا کیا جاتا ہے یعنی اپنی محنت اور لگن سے سالک وہ سرحد پار کرتا ہے جن سرحدوں کے بارے میں اسکا فہم و خیال بھی نہیں آسکتے لیکن جُونہی کسی شیخ سے بعیت ہوتا ہے جُونہی کسی پیر مرشد سے وابسطہ ہوتا ہے تو اسکی صحبت میں رہ کے اسکو پہلے باہوش بنایا جاتا ہے اسکے دل و دماغ میں وہ حِس آجاتے ہیں جو کہ سالک کو اسی راہ سلوک میں درکار ہیں۔ دین ہمیں نیک کاموں کی ترغیب دیتا ہے پھر بار بار یہ کہتا ہے کہ اسکے بدلے جنّت ملیگی پھر جنّت کی ذکر کرتا ہے کہ جنت کیا چیز ہے جنت میں کیا کیا نعمتیں ہیں اور ہمیشہ کیلئے دائمی آرام و سکون ہے تب زاہد پرہیز گاران نعمتوں کی تمع دل میں لئے عبادت کرتا ہے اسکے سوچ و خیال میں وہی جنت کی نعمتیں ہوتی ہیں۔ ایسے ہی جب سالک پیر سے وابسطہ ہوتا ہے سلوک کے میدان میں اپنا قدم رکھتا ہے تو دین کی طرح سالک کو تصوف اپنے خیالوں میں لے جاتا ہے کہ یہاں یہ ملے گا وہ ملے گا جبکہ صوفی شاعری کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ سالک سمجھے کہ اس میدان میں یہ نعمت ملے گی یہ چیز حاصل

ہوگی لیکن سب سے پہلے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه.

لا کی تلوار سے سب کو قتل کرتا ہے کہ نہ ماں نہ اولاد نہ بیوی نہ باغات نہ روپیہ پیسہ سب فانی ہیں پھر یہ لا کی تلوار سالک اپنے آپ پر بھی مارتا ہے کہ اپنے آپ کو بھی قتل یعنی سالک کی اپنی جوانی اپنی محنت اپنا ظاہری حسن اپنا خود ساختہ سوچ اپنی عقل و فہم اپنا سابقہ زندگی کا تجربہ یہ سب لا کی تلوار مار کے گُم کرتا ہے تب ایک نیا انسان وجود میں آتا ہے جو ہر عیب اور ہر ہنر سے پاک وصاف ہوتا ہے یعنی جسکو ہم آسان زبان میں کورے کاغذ کی مانند کہتے ہیں تب اسکو شیخ وہ پر باندھتا ہے جن سے وہ پرواز کر کے ان سرحدوں کو پار کرتا ہے جو کہ عام وجود اور وجود حقیقی کے درمیاں ہوتے ہیں۔ جن نعمتوں کا تصوف سالک کو لالچ دیتا ہے کہ یہاں جنت اور جنت کی نعمت نہیں ہیں بلکہ یہاں تمہیں جو ملے گا وہ یہ چیزیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اللہ تعالیٰ کا قرب اللہ تعالیٰ کا دیدار لیکن واضح رہے کہ یہ دیدار نبّیوں والا نہیں ہے ہر ولی کو اسکے مقام کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنا دیدار نصیب فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت جس کے دل میں آجاتی ہے اسکو ہر کام ہر عمل آسان ہوجاتا ہے یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت دل میں آجاتی ہے کہ وہ ایک لمحہ بھی ذکر خدا کے بغیر خود کو گنہگار سمجھتا ہے وہ اپنے اہل وعیال کو بھی بھول جاتا ہے کہ انکی فکر

میں اپنے محبوب کو بھول نہ جاؤں لہٰذا گھر والوں سے بھی بیزاری اختیار کرتا ہے۔

معرفت چون گو عارف بنُن فی اللہ سپدن فان
حقیقت گو اتھ منز روزن کرکھ چھنہ تتہ شیخسؒ

(احمد بٹواریؒ)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب واعظ فرماتے تھے اُنکا پہلا کلمہ لوگوں کیلئے یہ ہوتا تھا کہ اے لوگوں اپنا علم اپنا عمل اپنا نصب پہلے دروازے سے باہر چھوڑ آؤ پھر اس مجلس سے کچھ حاصل ہوگا۔

حدیث رسول ﷺ ہے وَالْمَعْرِفَتُ رَأْسُ الْمَالِیْ. معرفت میرا سرمایہ اصل ہے۔

عارف باللہ ایک عام لفظ ہے صوفیت میں عارف کس کو کہتے ہیں تب ہمیں معرفت کا اصل معنی سمجھ آئے گا عارف لفظ نکلا ہے عرفہ سے۔ عرفہ کا معنی کسی چیز کا پہچاننا ہے جس نے عرفہ کا کام کیا اسکو پھر عارف کہتے ہیں عرفہ فعل ہے عارف فاعل۔ عارف باللہ اس صوفی کو کہتے ہیں جس نے خدا کو پہچانا یعنی دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس کو خدا کا دیدار نصیب ہوا اسکو عارف

باللہ کہا جاتا ہے۔ اللہ کی ذات سے وابستگی کو ہی پھر معرفت کا نام دیا جاتا ہے۔

خانہ پٹھوئ پانہ زال بن مقبول جانوار لاگ لوکہ ہند مرتراوٗ ٹھول
آن سِئ منز پان کن بے خالس کتھ بوٗرن تگہ صاحب حالس
(پیر من فقیر احدؔ زرگرؒ)

مولانا رومیؒ کا فرمان ہے کہ تصوف میں سالک کو اپنا محبوب دو قدم پر ملے گا ایک قدم پر ترکِ دنیا دوسری قدم پر ترکِ آخرت یعنی دنیا سے بیزاری دنیا کی فانی لذّتوں سے بیزاری پھر آخرت اور آخرت کی دائمی سکون و آرام سے بے رغبتی جنت کی نعمتوں کا بے رغبت ہونا تب اسکو اپنا محبوب ملے گا۔

صوفیاء کا یہ ہمیشہ طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے نہ دنیا کو اور نہ آخرت کو اپنا ہدف بنایا بلکہ خود اللہ تعلیٰ کی ذات کو اپنا ہدف اور نشانہ مقرر کیا ہے۔

کُس یہِ ژے کُن بے غرضیے کُس آسہِ دِلس تِتھ وسعت
جنّتکی ہاوٗسی دوٗزخنِ پسےٗ دیہِ چھی کران عبادت
(شیخ نوردینؒ)

رابعہ بصریؒ کو ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ دوڑے جارہی ہے اور ہاتھ میں ایک پانی کا پیالہ ہے لوگوں نے روکا اے رابعہ کہاں جارہی ہو کیا کرنا ہے ہاتھ میں یہ کیا ہے۔ رابعہ بصریؒ نے فرمایا مجھے اللہ کے جنّت کو تحس نحس کرنے کیلئے جانا ہے اور یہ پانی کا پیالہ ہے اسے جہنم کی آگ کو بجھادوں گی۔ لوگوں نے پوچھا پھر اُسے کیا ہوگا۔ رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ پھر جو عبادت کرے گا وہ نہ جنت کی تمع سے کرے گا یعنی اسکو جنت کی لالچ نہیں ہوگی اور نہ جہنم کے ڈر سے بلکہ عبادت کریگا خالص اللہ کی خوشنودی اور رضاء کیلئے عبادت کریگا۔ واضح رہے کہ رابعہ بصریؒ امام حسن بصریؒ کی بہن تھی یعنی یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ رسولؓ ابھی دنیا میں موجود تھے یہ دونوں بھائی بہن تعبین میں سے ہیں اسکا مطلب یہ ہوا کہ صحابہؓ یا تعبین کے دور سے ہی صوفیت چلی آرہی ہے اور اسی وقت سے یہ تصور ہے کہ جنت جہنم زاہد اور کافر کیلئے ہے فنافی اللہ صوفی کیلئے صرف اللہ اور اُسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطلوب ہیں۔

حافظ شیرازیؒ اسلامی دنیا میں اور صوفیت کے میدان میں ایک عظیم انسان اور باکمال درویش گذرے ہیں اُن کا ایک واقع پیش خدمت ہے کہ صوفیاء کا تصور بالکل وہی ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حافظ شیرازیؒ کو نصیب ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بندے تو کون ہے۔

حافظ شیرازی: میں ہوں جناب حافظ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: کوہ حافظ یعنی کون حافظ۔

حافظ شیرازی: سگہِ کویہِ تو۔ یعنی آپکے کوچے کا ایک کُتّا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکی نیستی دیکھ کر خوش ہوئے فرمایا کہ جنت تُرا بخشی۔ یعنی میں نے تجھے جنت بخشا یا جنت کی خوشخبری دیتا ہوں۔ حافظ شیرازی یا رَسُولُ اللہُ جنت چکار آید۔ مجھے جنت کس لئے چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے پیغمبرؑ رسولؑ گذرے ہین انہوں نے جنت کی خواہش کی۔ تم اے حافظ پھر کیا چاہتے ہو۔

حافظ شیرازیؒ: روئے شُما یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپکا دیدار آپکا چاند جیسا چہرہ آپکی رضاء۔ یہ ہے عاشق رسول کا طریقہ اہل اللہ کی سنت ولی اللہ کا مسلک بس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو کیا تیاری کی ہے قیامت کیلئے۔

اس شخص نے عرض کی بس خدا اور رسول ﷺ کی محبت۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کافی ہے یعنی یہ نہیں پوچھا کہ نماز روزہ زکوٰۃ صدقہ حج حقوق العباد۔ بلکہ محبت خدا اور محبت رسول ﷺ پر فرمایا کافی ہے۔ محبت انسان کو اس شخصیت کا گرویدہ بناتا ہے جس کا محبت ہو اور مُحِب کوشش کرتا ہے کہ میں بھی محبوب کے نقش وقدم پر چلوں وہی کروں جسے میرا محبوب خوش ہو جائے وہ کام میں نہیں کرونگا جس سے میرا محبوب ناراض ہو جائے خاص طور یہ بات میں کہونگا کہ جو حدیث بیان ہوئی ہے اور جس محبت کا ذکر ہوا ہے۔

یہ کوئی عام انسان نہیں تھا عام محبوب ﷺ نہیں تھا عام محبت نہیں تھا۔ محبت خدا اور اسکے رسول ﷺ کا محبوب خدا اور رسول ﷺ مُحِب صحابہ رسول صحابہ کا محبت تھا جنہوں نے اپنا جان مال اولاد عزّت وطن اوقات یعنی اپنا وقت خدا اور اسکے رسول ﷺ پر فناہ کرنے والے تھے تب ہی نبی کریم ﷺ نے اس صحابیؓ سے فرمایا کہ کافی ہے۔

رام بہ گُورِھس رام رُبایو رام میلہ بیشک رحیمس ستی
جام چیے عأرفو لولہ صُرایو گاہ پیوم میمہِ چو گرایو ستی
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ ایک صوفی کی مثال ایک ہرن کے نر کی مانند ہے کہ جب وہ ہرن کا نر جسکو کشمیری زبان میں ہم (رؤس) کہتے ہیں اسکے بدن میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے جسکو نافہ کہتے ہیں لیکن جب یہ جنگلی جانور یعنی رؤس زندہ ہوتا ہے اس میں یہ خوشبو نہیں پائی جاتی جب اسکو مارتے ہیں تب مردہ کی حالت میں اس نافہ کو رؤس سے نکال کے اسے تیار کیا جاتا ہے یعنی مشینوں (Machines) سے بنایا جاتا ہے پھر وہ خوشبو دور تک محسوس ہوتی ہے۔ زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ یہی مثال ایک صوفی کی ہے جب تک زندہ لوگوں کے سامنے موجود ہے اس کی قدر و منزلت نہیں جانتے لیکن جب یہ صوفی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تب لوگ اسکو ڈھونڈتے ہیں تب لوگوں کو اسکا مقام و مرتبہ پتہ چلتا ہے اسکے بعد لوگوں کو اسکے فیوض و برکات دکھائی دیتے ہیں کہ یہ ہمارے درمیان کوئی عام نہیں تھا بلکہ اللہ کا مقرب بندہ تھا۔

ہزاروں منزلیں ہونگی ہزاروں کارواں ہونگے
زمانہ ہم کو ڈھونڈے گا نہ جانے ہم کہاں ہونگے

بے موجود در زمین و آسمان بے سو بسو ماہ مہر پر بزلان
بے دوہ تہ رات لوح و قلم کارساز کس دِمہ سجدہ تہٕ کس پرہ نماز
(پیرن فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کے ایک مرید جناب محمد سلطان لسوا میرا کدل کا کہنا ہے
کہ ہم ایک بار زرگر صاحب کے ساتھ ایک محفلِ سماع میں گئے تھے ادھر زرگر
صاحب کا کلام پڑھا جارہا تھا رات کا وقت تھا گانے والے نے زرگر صاحب کا
کوئی ایسا مقام شعر میں کہا کہ اچانک زرگر صاجب کھڑے ہوئے اور چار منزلہ
عمارت تھی اور زرگر صاحب کھڑکی سے کودنے لگے ہم چار پانچ جوانوں نے زرگر
صاحب کو پکڑا محفل میں سب ھیّت ہی بدل گئی گانا بند ہوگیا ہم زرگر صاحب کو
کھڑکی سے واپس کھینچ رہے ہیں اور جُونہی زرگر صاحب کو ہم نے قابو کیا یعنی
کھڑکی سے اندر لایا اور نیچے بٹھایا اور ہم سب رو رہے ہیں کہ کیا بات ہوگی گانے
والے نے بھی بظاہر کوئی غلطی نہیں کی پڑھنے میں پھر زرگر صاحب سنبھلے تھوڑی دیر
میں پانی چائے وغیرہ منگایا جب زرگر صاحب واپس اپنی حالت میں آ گئے تب دو
ڈھائی گھنٹے گذرے تھے پھر ہم نے جرأت کی زرگر صاحب سے پوچھنے کی کہ
جناب کیا بات ہوگئی۔ زرگر صاحب نے فرمایا کہ میری غزل کے ایک شعر میں
ایک مقام کی ذکر تھی جب میں نے اس مقام کو اپنے ذہن میں لایا مجھے احساس ہوا
کہ ان دنوں جب یہ غزل لکھی تھی میں کن مقامات پر قرب محبوب میں ہوتا تھا دنیا
کی ہر چیز سے بے خبر آخرت سے بے زار وقت سے بے پرواہ تب میں نے سمجھا
کہ یہ ایک صوفی کی بات ہے ہم شاید زرگر صاحب کی ان جزباتوں کو نہیں سمجھ سکتے

کیونکہ یہ وہی سمجھ سکتا ہے جسکے ساتھ یہ گزرا ہو۔

ایک درویش دریائے فرائت کے ساتھ ہی رہتا تھا اور جب اس بزرگ کو دریائے فرائت پار کرنا ہوتا تھا تو یہ بزرگ پانی کے اُوپر سے چلتا اور دریاء پار کرتا تھا اور اسکے پیروں میں تری نہیں لگتی تھی یہی بزرگ ایک دن اپنی مقامی جامع مسجد میں نماز جمع کیلئے گئے اور ساتھ میں اپنے مریدین تھے وضوع کیلئے چونہ ہوز (یعنی پانی کا تلاب) میں گئے تو اس ہوز میں گر گئے سب مریدین کوشش کر رہے ہیں کہ شیخ پانی سے باہر آئے بہت محنت کرنے کے بعد پیر صاحب پانی کے حوض سے باہر آئے اور انکی جان بچی مریدین حیران ہو گئے کہ دریاءِ فرائت کو پار کرتے ہوئے پاؤں تر نہ ہوتے ہیں اور یہ ایک چھوٹے چونہ ہوز میں ایسے گر گئے کہ بچنا محال تھا پھر انہوں نے اپنے پیر مرشد سے پوچھا جناب آپ باکمال درویش پانی کے اُوپر سے چلنے والے ایک حوض میں ایسے پھسل گئے کیا بات ہے ہمیں یہ بات یہ معاملہ سمجھا دیجئے۔ پیر مرشد نے فکر کے گریباں میں اپنا سر ڈال دیا اور مریدین کے سوال کا جواب تلاش کیا پھر اپنا سر اُٹھا کے مریدین سے مخاطب ہو کر فرمایا سنو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حالت یہ ہوتی تھی کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غریب صحابہؓ کے ساتھ مزدوری کر رہے ہیں مٹی اور اینٹیں لا کر دیتے ہیں۔ بوڑھی عورت کو یہ کہہ کر اسکا سامان اپنے کندھے پر اٹھاتے ہیں کہ میری بوڑھی ماں چلو میں آپکا بوجھ

گھر تک اُٹھاؤنگا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی ایک حالت اور دوسری حالت یہ تھی کہ حضرت جبرائیلؑ حضرت اسرافیلؑ حضرت میکائیلؑ نبی کریم ﷺ کے نزدیک آنے سے ڈرتے تھے جبکہ معراج شریف میں بھی حضرت جبرائیلؑ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اب آپ کو اکیلے سفر کرنا پڑے گا کہ میرے پر آگے جانے سے جل جائیں گے یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات وہاں پہنچی جہاں آسمانی مخلوق کا سردار حضرت جبرائیلؑ بھی جانے سے قاصر تھے۔

یہی حالت ایک صوفی کی بھی ہوتی ہے کہ کبھی یہ مقام آتا ہے (تُو اور نہیں میں اور نہیں) اقبالؒ جسکو عرفہ عام میں کُن فیکون کا مقام کہا جاتا ہے جو چاہے وہی بنے گا جسکی وضاحت ایک حدیث رسول ﷺ میں ہوئی ہے کہ۔

رَبَّ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ

بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو بظاہر بکھرے بال پھٹے کپڑے پہنے مگر اللہ نے انکو یہ مقام دیا ہے کہ اگر وہ کسی کام کیلئے قسم اُٹھالیں تو اللہ اُنکی قسموں کو پورا کرتا ہے (مسلم) دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا مومن کی فہراست سے ڈر کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

دوسرا مقام وہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ سے بے خبر جہاں لوگوں کی بھیڑ جمع

ہوگی وہاں جانے سے گھبراجاتے ہیں اپنے گھر میں سونے کے وقت بیٹے بھائی مرید یا خدمت گار کو کہتے ہیں کہ میرے ہی پاس سونا میرے ہی کمرے میں سونا یہی حالت جناب زرگر صاحب کی بھی ہوگی کہ اپنا شباب کا دور یاد آگیا۔

وہ بھی خوب دن تھے ملائکہ میرے سامنے تھے جو سرنگوں
وہ میرا عروج کمال تھا یہ زوال کتنا عجیب ہے

زرگر صاحب سے ایک دن ابّا جان نے پوچھا جناب اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ درویش لوگوں کے پاس کوئی شخص آتا ہے اور اپنے مسلہ یا حاجت سے پیر کو آگاہ کرتا ہے کہ جناب میرا یہ مسئلہ یہ حاجت ہے میرے لئے دعا فرمائیں کوئی تعویز کوئی جھاڑ پھونک کیجئے تب پیر اس مرید سے کہتا ہے کہ گھر میں سماء کی محفل کروانشاء اللہ سب مسلے ٹھیک ہوجائینگے پھر وہ مرید گھر میں دعوت کر کے محفل سماء کا اہتمام کرتا ہے ابّا جان نے زرگر صاحب سے سوال کیا کہ اس محفل سماء سے کیا کوئی مسئلہ ٹھیک ہوتا ہے یعنی گانا موسیقی کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے اس پر جناب زرگر صاحب نے اپنے مرید اپنے شاگرد کو سمجھاتے ہوئے فرمایا جب کسی شخص کو کوئی مسلہ درپیش ہو اور پیر اسکو سماء کی محفل کیلئے حکم کرتا ہے دراصل جب محفل شروع

ہوتی ہے اس کلام میں اپنا ایک تاثیر ہے پھر جب مختلف مقامات پر گانے والا پہنچ جاتا ہے تو یہ درویش بھی ان مقامات کی سیر کرتا رہتا ہے اور جہاں اس درویش کا دل مطمعئن ہو جائے اس مقام پر مقام والے شخصیتوں سے درخواست کرتا ہے کہ حضور اس عرضی پر دستخت کریں اور ایسے میں اس مرید کے مسلے کا حل نکلتا ہے مگر زرگر صاحب نے یہ واضح کیا یہ تب ممکن ہے جب یہ درویش یہ سب کچھ جانتا ہو یعنی ان مقامات سے آشناء ہو۔ اگر کوئی شخص ہمیں کہے گا میں خانہ کعبہ دیکھ کر آیا ہوں یا مسجد نبوی ﷺ دیکھ کر آیا ہوں تب ہم بھی اسے کچھ سوال کرینگے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے بارے میں اُدھر کہاں کیا ہے خانہ کعبہ کا کون دروازہ کس سمت میں ہے مسجد نبوی ﷺ میں قبلہ کس طرف ہے دو چار سوال کر کے جب ہمیں جواب ملے گا تب ہم تسلیم کرینگے یہ شخص اپنے دعوے میں سچا ہے کہ یہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی ﷺ دیکھ آیا ہے۔

ایسے ہی جب کسی درویش سے وابستگی پڑے تو اسے تھوڑا پوچھ تاچھ کرنا لازم ہے کہ یہ درویش اصل ہے یا نقل ہے۔ زندگی کے کسی معاملے میں غفلت نہیں کرنی چاہیئے کہ بعد میں پچھتاواہ ہو۔ انسان اگر کسی پیر سے دست بعیت ہو جائے اُسکی عمر اس وقت مثلاً (40) سال ہو پھر پیر سے بیس یا تیس سال صحبت اختیار کی اور پھر پتہ چلا کہ یہ اصلی پیر نہیں بلکہ پیر کے لباس میں چور ڈاکو فریبی تھا

تب عمر (60) یا (70) ہوئی ہوگی پھر اس عمر میں کیا کر سکتے ہیں۔ اب کہاں سے اصل پیر تلاش کرینگے پھر نئی زندگی شروع کرینگے پھر (70) سال کی عمر میں اول سے شروع کرینگے یہ ایک احمق انسان ہی سوچ سکتا ہے لہٰذا پہلے ہی پیر مرشد کو پر کھنا چاہئے کہ گویا یہ پیر ہے یا لٹیرا۔ زرگر صاحب بھی فرماتے تھے کہ پیر کو ایسے پرکھو جیسے لڑکا یا لڑکی کا رشتہ کرنا ہوتا ہے اور ہم خوب جانکاری حاصل کرتے ہیں لڑکے یا لڑکی کے بارے میں پھر گھر والوں کے بارے میں پھر خاندان کے بارے میں ایسے ہی پیر سے دست بعیت ہونے سے پہلے ہی انسان خوب پرکھے پھر پیر کی صحبت اختیار کرے۔

پرِ پرِ تراوتھ سرَ کر ذات ارسر تراوٗ کشف وکرامت
پھر ورکتھن روزِ نہ باوٗ فکرو گڑھ گڑھ سیر پرز ناوٗ
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

کینژھن متن پمژ عشقن تبر کینہہ واز خان چھی بے خبر
پیرین کھیس کھیس پران واز مستانہ مس گوس درخراب

زرگر صاحب جب اپنے مریدین کو واعظ نصیحت فرماتے تو مثالوں کے ڈیر لگ جاتے تھے مثال چاہے کشمیری زبان میں ہو فارسی میں اردو میں عربی میں زرگر صاحب کا اصل مقصد یہ ہوتا تھا کہ سامنے والے کے ذہن میں بات اتر جائے۔ مثال ایک عاشق کی کہ محبوب کا وہ کتنا چاہنے والا ہے عاشق کے ظاہری حرکات سے پتہ چلتا ہے۔

فرماتے تھے کہ مجنوں نے ایک کُتّی کو پکڑا اور چومنے لگا لوگوں نے کہا اے ناداں یہ ایک ناپاک جانور ہے اسے کیوں چومتے ہو مجنوں کہتا یہ میری لعلیٰ کے کُوچے کی کُتّی ہے اس کو میرے محبوب سے نسبت ہے اسلئے اسکو چومتا ہوں۔ لعلیٰ کے عکس پائے کو چومتا تھا سجدے ان کو کرتا تھا کہ یہاں سے میرا محبوب گذرا ہے۔ مجنوں کو لوگ سمجھاتے تھے کہ کس لعلیٰ کو تم محبت کرتے ہو وہ سیاہ اور کالے رنگ کی ہے مجنوں کا جواب (لعلیٰ بہ چشمِ مجنوں) یعنی لعلیٰ کو اگر دیکھنا ہو تو مجنوں کی آنکھوں سے دیکھ لو۔ مجنوں کا اصل نام قیس تھا یہ مجنوں اسکو تب نام پڑا جب وہ اپنے محبوب کے غم میں فناہ ہو کے جنون کی حالت میں چلا گیا۔ جنون والے کو ہی مجنوں کہا جاتا ہے جنوں فعل ہے اور مجنوں مفعول عشق یہاں پر فاعل ہے لعلیٰ لفظ نکلا ہے لیل سے اور عربی لیل رات کو کہا جاتا ہے اور لعلیٰ رات کی طرح سیاہ تھی۔

عشق سرمد عشق ہی منصور ہے عشق موسیٰ عشق کوہِ طور ہے
خاک کو بت اور بت کو دیوتا کرتا ہے عشق یوں کہا ہے کہ بندے کو خُدا کرتا ہے عشق

اے میرے آقا میں آپکو سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک صحابیؓ نے نبی کریم ﷺ سے کہا۔ یہ ہے محبت کی انتہا اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسلام میں سجدہ اللہ کے بغیر کسی کو جایئز نہیں اور اگر جایئز ہوتا میں اپنی امت کے عورتوں کو کہتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ یہ صحابیؓ حضرت معاذ بن جبلؓ تھے۔

زرگر صاحب ایک بار ہمارے گھر گندر پورہ آئے تھے تو انہوں نے ایک ارشاد فرمایا کہ جتنا گناہ نیک انسان سے بّرا کرنا ہے اتنا ہی گناہ بّرے سے نیکی کرنا جتنے حضرات محفل میں بیٹھے تھے سب خاموش ہو گئے ساتھ ہی حیران بھی کہ یہ بات کچھ عجیب سی ہے۔ زرگر صاحب اہل نظر تھے فوراً پتہ چلا کہ یہ بات کچھ مختلف سی محسوس ہوئی تب انہوں نے اسکا خلاصہ پیش کیا کہ یہ میں نہیں کہتا یہ بات ایک فارسی دان نے فرمائی ہے پھر فارسی شعر فرمانے لگے۔

زمینے شور سنبل بر نہ آید ترتخمہ عمل زایہ مہ کردم

نکوئ مابہ کردم جلانس کہ بد گردن بہ نیک مردن

زرگر صاحب نے ان فارسی اشعار کے برابر ایک غزل لکھی ہے جو اسی بات کی دلالت کرتی ہے جو کہ زرگر صاحب نے خود فرمائی۔ ان فارسی اشعار کا عکس ہے وہ غزل۔

اصل راز باوئی زنہ نسلِ مروانس وصلِ وعظ بُوز بُوز رٹہ بدگمان
فصلِ نازکتہ بووِشور، میدانس تتہ راوِ ناپاک بانس دھیان
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

سِرَ کتھ باوٗ زنہ بے زان انیرس ییر لتس گیمڑ صدرس ناوٗ
پیر پند کیا کرِ کورس تہ کوٗرس بہ کرئے نورس لولہ متہ لائے
(استاد من فقیر غلہ دون)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: سورۃ البقرہ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْن۔ (وہ لوگ) بہرے گونگے اندھے ہیں اور وہ لوٹنے والے نہیں ہیں۔ دراصل زرگر صاحب کے پاس ایک شخص آیا ابّا جان وہاں موجود تھے زرگر

صاحب نے اس شخص کو فرمایا تم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ دوبارہ اس گھر میں قدم نہیں رکھنا ابا جان نے اس شخص کو روکا اور زرگر صاحب سے کہا جناب اس سے کیا غلطی ہوئی ہے آپ سمندر ہیں کیا فرق پڑتا ہے اسکو معاف کیجئے یہ شخص کہتا ہے کہ چار سالوں سے میں یہاں زرگر صاحب کی خدمت میں آتا ہوں ہر وقت زرگر صاحب مجھے ایسے ہی واپس جانے کا حکم کرتے ہیں تب زرگر صاحب نے یہ بات کہی کہ اسکا باطن ٹھیک نہیں ہے یہ ہماری محفل میں بیٹھنے کے لایق نہیں ہے ایک خراب میوے کا دانہ پورے میوہ کے ڈبّے کو تباہ کردیتا ہے یہ ان ہی میں سے ہے۔ تب ابّا جان نے اس شخص سے کہا کہ اگر بار بار زرگر صاحب یہاں آنے کی اجازت نہیں دیتا ہے تو کیوں آتے ہو۔ زرگر صاحب کے پاس کوئی جاتا تھا وہ اسکا مال دولت عزت اور مرتبہ نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس شخص کے باطن کو جانچ لیتے تھے کہ کیا یہ اس لایق ہے کہ ہماری صحبت میں بیٹھے حالانکہ وقت کے پیر درویش بھی زرگر صاحب سے گذارش کرتے تھے کہ ہم آپکے پاس آنا چاہتے ہیں زرگر صاحب پیغام بھیجتے تھے اجازت نہیں ہے۔ پھر کہتے زرگر صاحب سے کہ آپ ہی ہمارے گھر تشریف لائیں اس میں بھی زرگر صاحب نفی میں جواب دیتے تھے دراصل ہر انسان کو اپنا اپنا (Life Style) زندگی گذارنے کا طریقہ کار ہوتا ہے۔ زرگر صاحب کو دنیا کی واہ واہ بالکل پسند نہیں تھی جوانی سے لیکر آخری عمر تک

اس چیز سے بے زار تھے۔ زرگر صاحب کا ایک ارشاد ہے کہ جو وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کسی شخص کی تعریف اسکے سامنے کرنا ایسے ہے کہ کسی شخص کو لکڑی کی تلوار سے قتل کرنے کے برابر۔ زرگر صاحب کا فرمان ہے جسے اللہ تعالیٰ خلعت سے نوازے عزّت سے نوازے اسکو دنیا والوں کے خلعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سونے کے سکّے کو تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ سونے کا سکّہ ہے اور تانبے کے سکّے کو کتنے بھی تعریف کئے جائیں پھر بھی تانبہ ہی ہے۔ عطر کی بوتل کو 100 سال کے بعد بھی ڈکن اٹھایا جائے 100 سال بعد کھولنے پر بھی خوشبو ہی پھیل جائے گی۔ زرگر صاحب سے ایک دن ابّا جان نے کہا کہ آپ کا فرمان ہے کہ سوار سواری سے طاقتور ہونا چاہئے اس کی وضاحت فرمائیں۔ زرگر صاحب نے فرمایا کہ اگر سوار کمزور ہو اور سواری طاقت ور پھر سواری جس پر انسان سوار ہو اپنے طاقت سے سوار کو کسی ایسی جگہ گرادیگی کہ سوار جان سے جائے گا یا ایسا زخمی کر کے چھوڑے گا کہ سوار ہمیشہ کیلئے ناکارہ ہو جائے گا۔

اگر سوار طاقت ور ہو اور سواری جس پر انسان سوار ہے وہ کمزور ہو تب یہ سواری قابو میں رہے گی سوار کو گرنے کا اندیشہ نہیں ہوگا سوار چاہے سواری کی لگام کھینچ کر اس منزل کی طرف لے جا سکتا ہے جہاں وہ جانا چاہتا ہو۔ سوار کا دل ہمیشہ سواری پر مطمئین رہتا ہے۔

زرگر صاحب کا مقصد اور تصوف کا اصل مقصد ہے کہ سالک ایک تقویٰ شعار شخصیت بن کر لوگوں کے سامنے آئے تاکہ اسکی زندگی دوسروں کیلئے مشعل راہ بنے۔سوار یہاں پر ایک سالک ہے سواری اس کا نفس کیف ہے جو انسان کو دنیا کی فناہ ہونے والی چیزوں کی لالچ دیکر اسکو گمراہ کرتا ہے۔قرآن دنیا کے بارے میں فرماتا ہے کہ قُلْ مَتَاءُ الدُّ نْیَا قَلِیْل "۔اے نبیؐ فرمادیجئے دنیا کی آرایش کچھ دنوں کی ہیں۔ وَالْاٰ خِـرَۃُخیرُ الّمِنْ اتقویٰ۔اور آخرت کی دائمی نعمتیں مُتقی لوگوں کیلئے ہیں۔

سوار اپنی سواری سے طاقت ور کیسے ہوجائے گا جبکہ قرآن انسان کے بارے میں کہتا ہے کہ خُلِقَ الْاِ نْسَانُ ضَیّفی۔ ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے۔

سالک یعنی سوار اپنی سواری یعنی نفس کیف سے طاقتور مسلسل مجاہدہ عبادت ریازت تقویٰ خوف خدا ترکِ لذّات سے ہوسکتا ہے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے پہلے انسان کو معلوم ہو کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تب سالک اپنے آپ کو دینی علم کی وجہ سے اپنے آپ کو گناہوں سے دور رکھتا ہے دینی علم اللہ کا نور ہے اور یہ نور جس کے سینے میں جا بستا ہے پھر یہ نور انسان کی نیک عملوں کی شکل میں پھوٹ کر نکلتا ہے حضرات انبیاء کرامؑ کو اللہ تعلیٰ نے علم و معرفت عطا کیا جسکو

قرآن حکمت کا نام دیتا ہے کہ انبیاء کرامؑ کو میں نے حکمت عطا کی تھی۔

سالک جب اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے یعنی وہ اپنے روح پر قابو پالیتا ہے روح کسیف کو سالک مجاہدہ سے روح لطیف بنا دیتا ہے۔ روح لطیف کا معنی سالک اپنے روح کو ایک اور حیات زندگی دیتا ہے جو عام فہم وخیال سے بالاتر ہے روح کا بیدار ہونا ہی دراصل دل کا زندہ ہونا یعنی صوفیاء نے روح کو دل سے تشبعیہ دی ہے۔ سالک کی روح اتنا منور ہو جاتا ہے کہ اسکی نورانیت دور دور تک دکھائی دیتی ہے یہ اور مردہ دلوں کو آباد شاداب منور کر دیتا ہے ایک جلا ہوا چراغ ہزاروں چراغوں کو جلاتا ہے۔ زرگر صاحب کا فرمان ہے یہ روح اتنی پاک لطیف بن جاتی ہے کہ یہ ملکوت کی سیر کرتی ہے اور سالک جب بظاہر دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے یہ لطیف روح ہی ہے جو اسکو مر کے بھی مرنے نہیں دیتی انکا مرنا صرف اتنا ہوتا ہے کہ ہماری آنکھوں سے اوجل ہو جاتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ صوفیاء نے بظاہر دنیا سے جانے کے بعد وہ کام انجام دیئے کہ جو ایک حیات انسان نہیں دے سکتا۔ کچھ دن پہلے دوردرشن سرینگر پر ایک دستاویزی فلم آئی تھی جو وارث شاہؒ یوپی انڈیا میں بنائی تھی کہ وارث شاہؒ ایک آستان ایک مزار ہے یوپی میں ادھر جو بزرگ ہستی اولیاء اللہ دفن ہیں کہا جاتا ہے کہ وہ اہل بیّت اطہار میں سے ہیں ٹی وی پر وہ پروگرام دکھایا گیا تو کچھ مجاور یعنی اس آستان کے چلانے

والے لوگ انہوں نے کہا ہم ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے پھر خواب میں وارث شاہؒ آئے اور ہمیں کلمہ توحید پڑھایا اور ایمان کے نور سے منور کردیا وہ تقریباً 16 اشخاص تھے سب ہندو اور غالبؒ کسی مندر میں پوجاری تھے اب انہوں نے ایمان لایا اسی آستان اسی خانقاہ یعنی وارث شاہ خانقاہ میں ہی سکونت پزیر ہیں لیکن اپنے نام انہوں نے تبدیل نہیں کیئے بلکہ اپنے ہی ہندو نام ہیں۔ شاید اس میں بھی کوئی وارث صاحب کی حکمت ہوگی۔ میں حیران اسوقت ہوا جب انہوں نے ٹی وی پر ایک حدیث رسول ﷺ کی وضاحت کی جو کہ صوفیت سے ہے کہ کہاں سے سیکھا انہوں نے حدیث کی شرح اور کون آیا انکو سکھانے۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِی وَلْفَقْرُ مِنیِ.

کفایت شعاری پر مجھے فخر ہے اور یہ کفایت شعاری میری طرف سے ہے۔ یہ حدیث مبارکہ ہے جسکی ان بزرگوں نے تشریح کی اور ایسی وضاحت کی کہ میں بالکل حیران رہ گیا یہ ہے وارث شاہؒ کی کرامت۔

پان پنن تحقیق کرن جانِ مرُن زندے لتے
زان گُل من فان وارے پُرن جانِ مرن زندے لتے
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

یارس سیت گژھ دست مِلہ وُنۓ کارس شب وروزتن دِتھ روز
نارس منز گژھ پان زالنۓ ادہ وُچھک نونیۓ پنن دیدار

دنیا تراوِتھ شنیاء پراوَنۓ بُنیادِ آدم سرہ کرتن
من سرہ پارُد گژھ مارنۓ ادہ وُچھک نونیۓ پنن دیدار
کنہ کُویٔ سُوز گژھ منہ سُلونۓ سنہ گوم بوزتھ عشق گفتار
پنہ نُویٔ ماز گژِھ کرایہِ تلنۓ ادہ وُچھک نونیۓ پنن دیدار
(استاد من غلہ دون)

چھُم مال دِلس لالہ وُچھہن کمہ بہانۓ مجنون لاگتھ کونہ کرس خانہ گدائی
گس ہاوِ فقیرس تہ طبیبس بہ دلِہ آزارنۓ جورو جفا کینہہ لگیم نے چاردوائی
(رسول میرؒ)

نیر ہا سنیاس لاگتھ یار سُند پۓ ژھارہا
پھیرہا گامن شہارن بال تس پتہ لار ہا
(مہجورؒ)

سلوک دو قسم پر منقسم ہے: سلوک نبوت اور سلوک ولایت۔

اولیاء اللہ پر کسی وقت فیض نبوّت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا

	سلوک ولایت کے آثار		سلوک نبوّت کے آثار
(1)	ولایت طریق والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔	(1)	طریقہ نبوت والے قصداً کمی نہیں کرتے۔
(2)	خلق سے نفرت کرتے ہیں۔	(2)	خلق کی طرف افاضہ کیلئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

(3)	امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے۔	(3)	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔
(4)	انکو اپنے مکاشفات اور تحقیقات پر اطمنان ہوتا ہے اوراس پر عمل کرتے ہیں۔	(4)	ان پر ادب غالب رہتا ہے جیسے صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے۔
(5)	ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے اور عبادت میں لذّت طبعہ آتی ہے (طبیعت میں لذّت آتی ہے)۔	(5)	ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ انکو عبادت میں بھی طبعی مزّہ نہیں آتا یعنی اگر مزّہ نہ بھی آئے حال دیگر نہیں ہوتے محض حکم معبود سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

(6)	احتمام سے دعانہیں مانگتے۔	(6)	اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔
(7)	اسباب ظاہری کوترک کرتے ہیں۔	(7)	اسباب ظاہری کو استعمال میں لاتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے غزوات میں دودو ذرہیں پہنی ہیں۔جسکوآج بلٹ پروف کہا جاتا ہے۔
(8)	حضرت علیؓ سے طبعاً زیادہ محبّت کرتے ہیں مگر اعتقاد فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔	(8)	حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

(9)	شیخ کو سارے جہاں سے افضل سمجھتے ہیں۔	(9)	افضلیت کا یقین نہیں کرتے۔
(10)	ان سے شریعت میں کبھی خلل ہو جاتا ہے اور وہ معزور ہیں۔	(10)	یہ شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔
(11)	ان پر سُکُر یعنی عالم بے خودی غالب ہوتا ہے۔	(11)	ان پر محو یعنی ہوشیاری غالب ہوتا ہے۔
(12)	ان پر حُبِّ عشقی غالب ہوتی ہے۔	(12)	ان پر حُبِّ ایمانی غالب ہوتی ہے۔
(13)	بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں کیونکہ ان کو اخفاء مقصود ہوتا ہے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔	(13)	جماعت کی پابندی کرتے ہیں اور ان کی نظر سے غیر کی مقصودیت بالکل نفی ہوچکتی ہے۔

(14) اگر ظاہری شریعت کے خلاف شیخ حکم کرلے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے۔	(14) اگر خلاف ظاہری شریعت کوئی حکم شیخ کی طرف ہو تو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔

سلوک ولایت کی انتہا مقامِ رضا یا فناء الفناء ہے۔

کھلتے نہیں ہیں روز دریچے بہار کے
آتی ہے جان من یہ قیامت کبھی کبھی

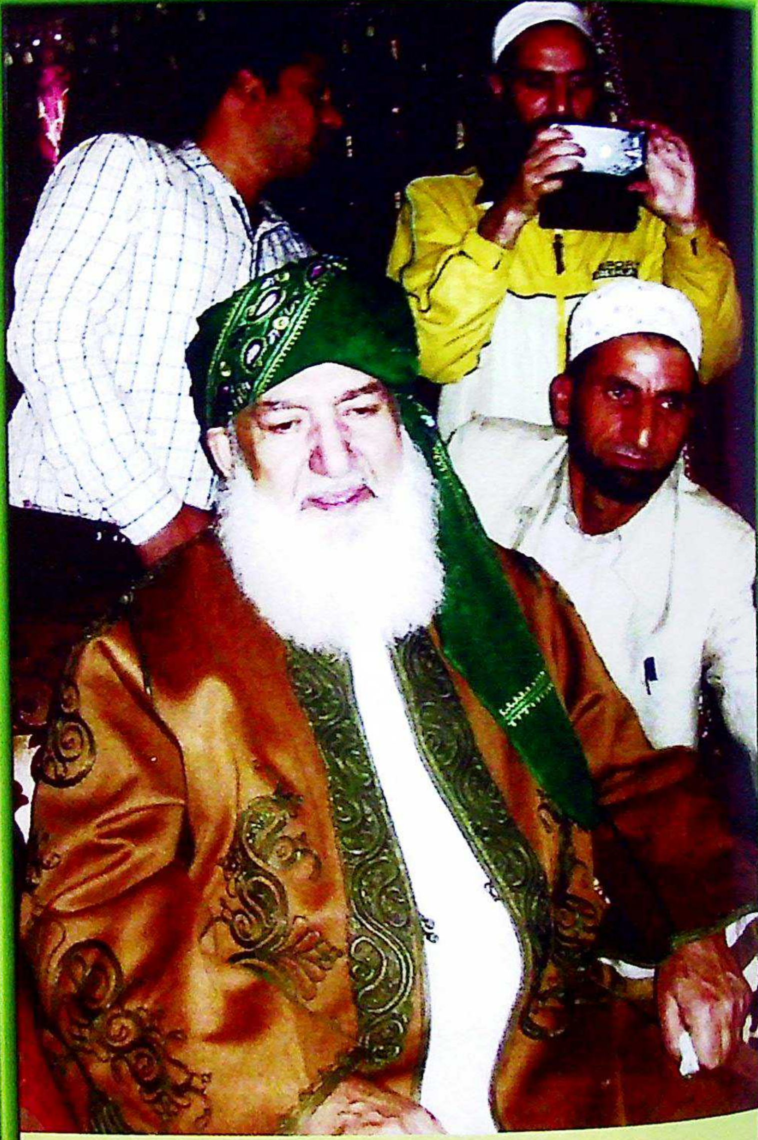
شوق تیرا گر نہ ہو میری نماز کا امام
تیرے رکوع بھی حجاب تیرے سجود بھی حجاب
(ڈاکٹر اقبالؒ)

تیری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا میری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا
(ڈاکٹر اقبالؒ کی نظر میں صوفی)

قُلُوبُ الْاَحْرَارِ قُبُورُ الْاَسْرَارِ ؛
اہل اللہ کے قلوب سِروں کی قبریں ہیں۔

کامہِ دیو کرِ سائلہ ڈل بۄزم شبس ترِ تیل بل
درشن آبس اندر پمپوش لاگتھ پیار ہا
(مہجورؒ)

زرگر صاحب کے بارے میں کچھ لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے کچھ شعر چُرائے ہیں وہ بھی اپنے ہی پیر مرشد جناب کبیر لون صاحبؒ سے یہ الفاظ وہی ناداں کہہ سکتا ہے جسکو تصوف اور صوفی شاعری کے بارے میں کچھ علم اور واقفیت نہ ہو اور وہ خود کسی سلسلہ طریقت سے وابستہ نہیں ہوسکتا دراصل یہ ان کی اپنی خود ساختہ سُوچ ہے ورنہ کوئی بھی ذی شعور انسان ایسی بے ہودہ بات نہیں کہہ سکتا کہ شاعری ایسا کوئی مادی چیز نہیں کہ چرائی جائے پہلی بات یہ ہے کہ کوئی باصلاحیت شاگرد اپنے استاد مکرم سے ایسی نازیبہ حرکت نہیں کر سکتا اور اگر زرگر صاحب ایسا کرتے انہیں اپنا استاد ہی اس چیز سے اعتراض کرتا اگر پیر کی وفات کے بعد ایسا



پیر علاؤالدین صدیقی (نور ٹی وی پاکستان)
فاروق احمد (مصنف)

فعل کا ارتکاب کرتے تب جناب کبیر لونؒ کے طالبین زرگر صاحب کو ایسا کرنے سے روکتے زرگر صاحب کے ساتھ جو خاص طالب جناب کبیر لونؒ کے پاس جاتا تھا وہ شیخ غلام رسول حزین ہے کہ وہ اصل میں جناب کبیر لونؒ کے شاگرد تھے پھر آخری ایام میں لون صاحب نے جناب زرگر صاحب سے یہ تاکید فرمائی کہ غلام رسول کو اپنے ساتھ ہی رکھنا تب غلام رسول حزین جناب زرگر صاحب کی صحبت میں آئے۔ شیخ غلام رسول حزین بھی زرگر صاحب کو ایسا کرنے سے روکتے۔ جو یہ نااہل لوگ کہتے ہیں۔

زرگر صاحب خود ایک اچھے صوفی شاعر بن کے عوام کے سامنے آئے تھے انکو کیا ضرورت تھی کہ اپنے ہی پیر کے شعر چرا کے اپنے نام کرتے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ زرگر صاحب کی شاعری کو جو عروج حاصل ہوا وہ خود جناب کبیر لونؒ کی شاعری کو بھی نصیب نہ تھا۔ جناب کبیر لونؒ نے ازخود زرگر صاحب سے ایک دن فرمایا ایسے شعر کیوں لکھتے ہو کہ ہر جگہ شور و غُل ہے ہر جگہ یہ چرچے کہ زرگر صاحب نے یہ کہا زرگر صاحب نے وہ کہا اسپر جناب زرگر صاحب نے فرمایا اپنے پیر سے کہ جناب جو آپنے عطا کیا وہی لوگوں کے سامنے رکھا میرا اپنا کچھ نہیں ہے سب تمہاری مہربانی اور عنایت خاص ہے جو شاعری جناب زرگر

صاحب نے لوگوں کے سامنے رکھی درویشوں کے سامنے رکھی کشمیری ادب کے سامنے رکھی یعنی جسکو (Horror Poetry) سخت شاعری یا ڈراونی شاعری کہتے ہیں ایسے اشعار لکھنا جناب کبیر لونؒ نے بھی جرأت نہیں کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے یہ کہا تھا یہ انکے سوچ فکر دماغ اور خیالات کی ناتوانی اور خوامی تھی کہ انکو پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔

جناب عبدالرّشید حافظ جو وادی کے ممتاز گلوکار ہیں اور باشعور واعظ خواں ہیں اُنکا کہنا ہے کہ کچھ سال پہلے جب میں کسی سماء کی محفل میں جاتا تھا سجادہ نشین درویش کا کہنا ہوتا تھا جناب زرگر صاحب کا کلام نہیں پڑھنا۔ جناب عبدالرّشید حافظ صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ دراصل انکو زرگر صاحب کا کلام سمجھ میں نہیں آتا تھا اسلئے وہ مُعذرت کرتے تھے۔ لیکن جناب عبدالرّشید حافظ کا کہنا ہے کہ مجھے زرگر صاحب کا کلام بہت پسند ہے تقریباً ہر مجلس میں گانے کی کوشش کرتا ہوں اور مجھے بہت اچھا اسلئے بھی یہ کلام لگ رہا ہے کہ جب کوئی مقام آتا ہے دل اس مقام میں ایسے ڈوب جاتا ہے کہ لوٹنے کا نام ہی نہیں لیتا اور حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ اس کلام سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا کہ اس میں خالی مقامات اور اسرار کا ذکر نہیں ہے بلکہ قرآن اور حدیث کی بہت ساری نصیحتیں اس میں ملتی ہیں جو کہ عوام الناس کیلئے بہت فائدہ مند ہیں ایسے ہی الفاظ گلوکار جناب غلام احمد

صوفی بڈگام سے بھی سُنے ہیں کہ ہر جگہ کوشش کرتے ہیں کہ زرگر صاحب کا شیرین کلام پڑھ کر لوگوں کو خوش کریں۔

یَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ الْصُفْلاٰ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اُوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ زرگر صاحب یہ حدیث مبارک ہمیشہ فرمایا کرتے تھے، اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن مسلمان کو دو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ایک نصیحت دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی صدقہ خیرات کا ہمیشہ خیال رکھا کرو کہ عبادات میں مالی عبادت افضل ہے ایسے دوسروں کا دل میں ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ میں اگر شکم سیر ہوں دوسرے بھی شکم سیر ہو جائیں اور لوگوں کے دل میں اس دینے والے شخص کا تعظیم بڑھ جاتا ہے یعنی اس طرح سے معاشرہ میں افلاس دور ہو جاتا ہے اور معاشرہ خوش حال بن جاتا ہے۔ دوسری نصیحت اس حدیث شریف میں وہ خودداری ہے یعنی مومن مسلمان کا سوچ فکر خوددار ہونا چاہیئے کہ وہ یَدُ الْصُفْلاٰ نہیں بلکہ یَدُ الْعُلْیَا بن جانا چاہیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک دفعہ خودداری کا خطبہ ارشاد فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس خطبہ کا اتنا اثر ہوا کہ اگر کسی صحابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی سواری پر سے کوئی چابک یا توبرہ یعنی جس تھیلی میں سواری کا دانہ ہوتا ہے نیچے گر جاتا وہ کسی چلتے شخص سے یہ نہیں کہتا کہ اُٹھا کے دو بلکہ خود سواری سے نیچے آ کے اُٹھاتا پھر سوار ہو کر کے آگے

جاتا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے بھی یہ اسلامی نظریہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے لفظ دنیا میں نے اس لیئے استعمال کیا کہ غیر مسلم اور غیر قوم بھی ڈاکٹر اقبالؒ کو مانتے ہیں اور اسکے اشعار پڑھتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کو متفق علیہ شخصیت کا خطاب ملا کہ ہر مذہب ہر مسلک کے لوگ انہیں مانتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول مبارک ہے کہ اگر تو نے سوال کرنے والے کو سوال کرنے پر دیا تو جتنا دیا اسے دُگنی آبرو (یعنی عزّت) تم نے اسکی حاصل کی۔

تیری زندگی اسی سے تیری بندگی اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو رُو سیاہی
(ڈاکٹر اقبالؒ)

مذہبی طور بات کی جاییئے علاقائی طور بات کی جاییئے یا جغرافیائی طور بات کی جاییئے ہر ذِی شعور شخص اپنے مذہب کی تعریف کرنا پسند کریگا اور اپنے علاقہ ملک کی تعریف کرنا پسند کریگا اسلئے میں نے بھی ان اشخاص کو اس کتاب میں زیر بحث لایا ہے جو اسلامی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جس کے اپنے اولاد ہوں

دوسروں کے بچوں کے بجائے اپنی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ برِ صغیر کا تاج ہے برِ صغیر کی ایک پہچان ہیں اسلئے بار بار اُنکے اشعار وغیرہ میں نے کتاب میں کوٹ کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی باطنی طور وہ نصیب فرمائے جو ڈاکٹر صاحب کو عطا کیا گیا تھا۔

اُنکی روح بھی اتنی مبارک تھی کہ مولانا رومیؒ انکے باطنی اُستاد محترم بن گئے اسکا انہوں نے خود ذکر فرمایا ہے.............پیر رومیؒ مرید ہندیؒ

زرگر صاحب بھی صوفیاء کی طرح ایک خوددار شخصیت کے مالک تھے وہ انکے قول و فعل سے پتہ چلتا تھا کہ دوسروں کو بھی ہمیشہ اسکی ترغیب دیتے تھے کہ مسلمانوں کی شان خودداری کی وجہ سے ہمیشہ اونچی رہی ہے۔ ابّا جان کا کہنا ہے کہ جب بھی زرگر صاحب کے پاس کوئی مرید یا کوئی شخص تحفہ کی شکل میں کوئی چیز لاتا یا وہ نقدی کی صورت میں ہوتا زرگر صاحب کبھی اپنے ہاتھ نہیں پھیلاتے تھے بلکہ وہ مرید یا عام کوئی شخص ہوتا ادب کے ساتھ سامنے رکھتا تھا اور دل میں بے شک یہ ڈر ہوتا تھا کہ شاید ہی زرگر صاحب اسے قبول کرے۔ ہم روز زبان سے یہ الفاظ پڑھتے ہیں حَسْبُنَ اللہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے لیکن صوفیاء حضرات کو یہ حَسْبُنَ اللہ زبان پر نہیں بلکہ دل دماغ سوچ فکر ذکر عمل کردار میں ہوتا ہے۔

کھیٔن رُوحس چھُم ذکرِ خفی دوٚن عالمن سپنُم شفعی
گن با ہوش من بولہٕ نوٗم ادِلتس سیت دست ملہٕ نوٗم
(پیر من فقیر احدؔ زرگر صاحبؒ)

زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ عمل کرنے کیلئے علم کی ضرورت ہے جس کے کان میں یہ بات سنائی گئی ہو کہ خودداری کیا ہے وہ اس پر عمل کریگا اور اگر علم ہو مگر عمل نہیں کریگا وہ گمراہی ہے۔

بے عمل عالم چھُ شجرے بے ثمر بے عدد پرٕتن بڈٕ بن تفسیرٕ
(پیر من فقیر احدؔ زرگر صاحبؒ)

راہِ وفا میں کوئی صاحب جنون نہ ملا
دلوں میں عزم تو پایا مگر رگوں میں خون نہ ملا
(شکیل بدایونیؒ)

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خُدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اَلْحَقُّ مُرٌّ : حدیث رسول ﷺ ہے کہ حق یعنی سچ کڑوا ہے مگر کہنے

سے رُکومت۔ زرگر صاحب اس بات کی بڑی تاکید فرماتے تھے کہ کبھی بھی یا کسی
سے بھی حق کو نہیں چھپانا چاہیئے اگر چہ قتل ہی ہونا پڑے حاصطور پر صوفیت میں۔
ابا جان نے اُنسے ایک بار یہ ذکر کیا کہ جناب آپ نے کچھ اشعار ایسے لکھے تھے
جسکو (Horror Poetry) ڈراؤنی شاعری کہا جاتا ہے اور اس وقت کے
لوگ یا اہل علم ناخواندگی کی وجہ سے (یعنی جن کو صوفی شاعری کا علم نہ تھا) آپ
سے ناراض ہوئے تھے کیا کبھی آپنے اُنسے معذرت ظاہر کی ہے زرگر صاحب نے
فرمایا اگر مجھے تختہ دار پر چڑاتے تب بھی میں حق بات کہنے سے نہیں ڈرتا تھا جو اس
ڈراونی شاعری میں اصل اشارہ تھا وہ میں ٹھوک کے کہتا تھا چاہے کسی کو اچھا لگے یا
کسی کو بُرا۔ زرگر صاحب کو ایک بار مشہور شخصیت قادر گاندربلی نے دعوت کی
زرگر صاحب گاندربل میں زیادہ ہوا کرتے تھے وہاں کے سب لوگ عام یا خواص
سبھوں سے وابستگی تھی اس وجہ سے دعوت رد نہ کر سکے اور سنّت کے مواقف عمل
تھا۔ جب زرگر صاحب نے دعوت کھائی تب قادر گاندربلی نے زرگر صاحب
سے کہا آپ مہمان خانہ سے نکل کر میرے اہل وعیال میں آجائے تا کہ اُنکے لئے
دعاء کریں۔ قادر گاندربلی وہ شخص تھا جس کو بخشی حکومت میں اتنا مقام تھا کہ (IG
Police) اسکے ساتھ نوکر کی طرح ہوتا تھا جب زرگر صاحب کو دعاء کیلئے کہا
زرگر صاحب نے جو دعاء کی اسکے اہل وعیال کیلئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنے

نڈر خود دار اور حق گو تھے۔دعاء: اے قادر صاحب جو تُو اس کشمیری مظلوم عوام کے ساتھ کرو گے خدا اور رسول ﷺ تمہارے اہل و عیال کے ساتھ وہی برتاؤ کرے گا (آمین)۔

زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ جو پیر جو شیخ اپنے طالب کو ادھوری بات بتائے گا یعنی کوئی صوفی نقطہ ارشاد فرمائے گا مگر اس میں کمی کر کے پیش کرے گا جتنا اپنے اُستاد سے سُنا ہے اتنا طالب کو نہیں بتائے گا ایسا پیر مرشد اس خیانت کرنے والے تاجر کی طرح ہے جو قیمت پوری لیتا ہے اور مال یعنی وہ جنس جو وہ بیچتا ہے وہ آدھا ہی دے دیتا ہے۔قرآن پاک کم ناپ تول والے کو دوزخی کہتا ہے یہ پیر جس نے اپنے طالب کو پوری بات پورا نقطہ ارشاد نہیں فرمایا یہ پیر بھی اسی زمرے میں آئے گا کہ یہ دوزخی ہے وجہ یہ ہے کہ طالب اپنی پوری محنت کے باوجود اس نقطہ اس وظائف اس ازکار میں اثباب نہیں پاتا اسکو وہ چیز حاصل نہیں ہوتا جسکے لئے یہ محنت کرتا ہے ایسے ہی بہت سارے پیر ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ پیر اصل درویش ہے اسکے پاس جو علم باطنی ہے وہ بھی سہی ہے مگر اپنے نفسِ کیف کی وجہ سے لوگوں کو آدھی بات کہہ کے انکے ساتھ انکے جزباتوں کے ساتھ انکے زندگی کے ساتھ کھلواڈ کرتا ہے اور ایسے ہی طالب کو 20 یا 30 سال گزر جاتے ہیں اور حاصل کچھ نہیں۔ زرگر صاحب فرماتے تھے کہ نہ میرے

ساتھ کسی شیخ نے کیا ہے اور نہ میں نے کسی طالب سے ایسا برتاؤ کیا ہے۔

ابا جان ایک بار ایک ذکر کر رہے تھے اس کا اثبات حاصل نہ ہوا یعنی جو مشاہدہ ہونا تھا اس ذکر سے نہ ہوا تو زرگر صاحب کے پاس گئے اور اُنسے کہا کہ اس نقطے میں مجھے اثباب حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ آپکو اپنے پیر مرشد نے فرمایا ہے ایسے ہی آپنے مجھے ارشاد فرمایا۔ زرگر صاحب نے فرمایا غلام محمد اللہ گواہ ہے جیسے مجھے اپنے پیر نے یہ نقطہ ارشاد فرمایا تھا ویسے ہی آپکو ارشاد فرمایا تجھے ہی کچھ گڑ بڑ ہے کرنے میں یا کسی اور چیز میں اسکے بعد زرگر صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسکی وضاحت ایک غزل میں کی ہے جناب کیا وضاحت کی ہے؟ ابا جان نے پوچھا۔

موئے چھوٗن آسہٖ دِئی مشرفس احدؔ زرگرٕ دل کر ہشیار
وَیل" گواہ لِلمُطَففَّس بولہٖ کفس جاناوار
(پیر من فقیر احدؔ زرگرؒ)

اس شعر کے بارے میں زرگر صاحب نے فرمایا کہ جو تاجر ناپ و تول میں کمی کرے گا اور جو پیر اپنے طالب کو ادھوری بات آدھا نقطہ کہے گا ان پر اللہ تعالٰی قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

جس فقیر کا ایسا سوچ اور فکر ہو اسکا عمل کیسا ہوگا خود ہی ہم اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فقیرے صاحبِ اسرار ابرار فقیرے بیمہ ءروٗس طمعس کران لار
فقیرے میمن دوٗن منز بستھ ے فقیرے کعبہ و محراب چھُمے،

(پیر من فقیر احدؔ زرگرؒ)

ابّا جان کا کہنا ہے کہ میں ایک نقطہ ایک وظیفہ ذکر کی صورت میں کر رہا تھا رات کے دو بجے تھے کہ میری آنکھ لگ گی اور دیکھا کی ایک کُتّا میری طرف آ رہا ہے جونہی وہ نزدیک پہنچا اتنے میں زرگر صاحب آ گئے اور انکے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اس کتے کو ایسے بھگایا کہ وہ پھر میری نظروں سے اُوجل ہو گیا اس اثناء میں میری آنکھ کُھل گئی دیکھتا ہوں کہ میں ذکر میں لگا ہوں رات کے دو بجے ہیں میری نیند لگ گئی تھی اور حیران ہوں کہ کہاں میں رات کو تسبیح میں مشغول اور کہاں زرگر صاحب نرورہ میں اپنے گھر میں کہ اتنی باریک نظر ہوتی ہے ایک صوفی کی اتنی وسعی نظر ہوتی ہے ایک پیر کی اپنے طالبین اپنے مریدین پر۔

چھُم چوں نبیؑ پیر مغاں رُم زِند کرِنم بے گُمان
خُم نُوش دِینم نوش باش گہ دیذ گا ہے گوش باش

(پیر من فقیر احدؔ زرگرؒ)

زرگر صاحب کو ابّا جان نے ایک دن خواب میں دیکھا اور پوچھا جناب

آپ نے شعر فرمایا ہے کہ۔

کلہٕ نیلہٕ رنگ گوٗم صندلس پیوم رنگ زعفران

(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

ابّا جان نے پوچھا خواب میں کہ یہ صندل (یعنی چندن لکڑی) کس رنگ کی ہوتی ہے زرگر صاحب نے پورا رنگ شکل وغیرہ فرمایا پھر ابّا جان خواب سے بیدار ہوئے زرگر صاحب کی صحبت میں چلے گئے پھر زرگر صاحب سے خواب کے بارے میں ذکر کیا اسکے بعد ابّا جان زرگر صاحب سے پوچھنے لگے جناب یہ صندل کس رنگ کی ہوتی ہے۔ زرگر صاحب کہنے لگے غلام محمد تصوف میں قال اور حال میں کوئی فرق نہیں خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں جو خواب میں فرمایا بالکل وہی ہے۔

فقیریٔ چھُم ہُدیٰ دادین دوابوز فقیریٔ چھُم ندا بوزان شب وروز
فقیریٔ چھُم مُدعا بوز کرِتھ یکسان فقیریٔ چھُم سرس پیٹھ تاج شُوبان

(استاد من فقیر غلہ دون)

زرگر صاحب کے زمانہ میں درگاہ حضرت بل میں ایک بزرگ تھا جسکا نام صوفی نبر بٹ تھا اس کی ایک عادت یا مشغلہ یا اُس کی ناخواندگی ہونا کہ جو بھی

شخص اُسکی محفل میں آتا تھا اسکو پہلے صوفی نبر بٹ کے سامنے سجدہ تعظیم بجالانا ہوتا تھا تب وہ محفل میں بیٹھ سکتا تھا۔ جب یہ خبر جناب احد زرگر صاحب تک پہنچی جو کہ قرآن اور حدیث نبوی ﷺ کے نور سے منور تھے اُسکا جلال غصّہ میں تبدیل ہو گیا اور اپنے ایک شاگرد خاص شیخ غلام رسول حزیںؔ کو بُلایا اور اس بات سے آگاہ کیا پھر زرگر صاحب نے شیخ غلام رسول حزیںؔ کو فرمایا کہ تم درگاہ حضرت بل جاکے صوفی نبر بٹ کو سبق سکھادو کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ کیلئے ہے شیخ غلام رسول بھی زرگر صاحب کے تربیت یافتہ تھے شاخ یا ٹہنی کی خصلت بالکل درخت کی طرح ہوتی ہے۔

محفل میں جب شیخ غلام رسول گئے سجدہ تعظیم کئے بغیر ہی بیٹھ گئے، صوفی نبر بٹ شیخ غلام رسول کو نہیں جانتا تھا اور نہ ہی اُسکے مریدین صوفی نبر بٹ نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا شیخ صاحب نے کہا جناب یہ سجدہ کس لئے کرنا ہے یعنی شیخ صاحب انکے سامنے ایک عام شخص کی طرح خود کو پیش کر رہے تھے۔ صوفی نبر بٹ سے بحث چھڑ گئی اور تقریباً آدھا گھنٹہ تک بحث اور تکرار آپس میں ہوئی آخر پر شیخ صاحب نے کہا صوفی صاحب سے سجدہ کس لئے کرنا ہے۔ صوفی نبر بٹ نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت آدمؑ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ شیخ صاحب نے کھڑے ہو کے تیز لہجے میں کہا سُنو نبر بٹ حضرت آدمؑ کو فرشتوں

نے سجدہ کیا تھا انکو اللہ کا حکم تھا جبکہ شریعت محمدیہ ﷺ میں ایسا سجدہ حرام ہے اور حضرت آدمؑ کے سجدہ کی دلیل صوفیاء میں یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے جبین میں نبی آخرزمان محمد عربی ﷺ کا نورِ مبارک تھا صوفی نبر بٹ تجھ میں کیا ہے جو صبح سے غذا کھائی ہے اسکی گند تیرے بدن میں ہے کیا اس کو سجدہ کیا جائے۔ ایسے میں صوفی نبر بٹ کے دعوے کو رد کرتے ہوئے شیخ صاحب وہاں سے باوقار اور عزّت کے ساتھ واپس آئے۔ کہتے ہیں کہ کچھ مریدین نبر بٹ کے بھی شیخ صاحب کی دلیل سے متاثر ہوئے اور یہ ماننے کیلئے تیار ہوئے کہ شریعت محمدی میں سجدہ تعظیم حرام ہے اور یہ پیر ہم سے حرام کام کرارہا ہے۔ یہ بات بھی جنگل کے آگ کی طرح پھیل گئی اور آج مجھے یہ موقع ملا کہ اپنی اس کتاب میں یہ واقع درج کرنے کی سعادت ملی وجہ یہ ہے کہ اصل تصوف ان تمام چیزوں کو رد کرتا ہے جو شریعت کے خلاف ہوں یا شریعت سے مطابقت نہیں رکھتے ہوں۔

پیر علاوالدّین صدیقی سرپرست نور ٹی وی پاکستان فرماتے ہیں کہ جب تک سالک شریعت پر مکمل طور عمل نہ کرے تب تک طریقت کی سرحدوں کو پار نہیں کرسکتا یعنی طریقت کے میدان میں نہیں پہنچ سکتا۔ پیر صاحب ہماری وادی گلپوش میں آئے تھے خوش قسمتی سے میری اُنسے ملاقات ہوئی اور کچھ سوالات میں نے اُنسے پوچھے (الحمدللہ)

اَلشَّرِیْعَتُہ اَقْوَالِیْ : نبی کریم ﷺ نے فرمایا شریعت میرے اقوال مبارکہ ہیں (یعنی حدیث رسول ﷺ)۔

وَاَطّرِیْقَتُ اَفْعَالِیْ: طریقت اُن اقوال کی ظاہری شکل ہے (جو میں نے عملاً کیا)۔

وَالْحَقِیْقَتُ اَحْوَالِیْ: حقیقت میرا حال ہے (یعنی نبی کریم ﷺ کا حال)۔

وَالْمَعْرِفَتُ رَأْسُ الْمَالِیْ: معرفت میرا سرمایہ اصل ہے (یعنی معرفت وہ چیز ہے جو میرا اپنا ہے)۔

احمد بٹواری صاحبؒ نے بھی ان چار عناصر کی تعریف کی ہے۔

شریعت چھوئی آفتاب روشن حیاتچ پأرزان۔

طریقت گو طریقہ نبی ﷺ کتھی چھُ وتھ ہاوان۔

معرفت چیون گو عارف بنُن فی اللہ سپدُن فان۔

حقیقت گواتھ منز روزن گرکھ چھنہٕ تتہٕ شیخصؒ۔

امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں جو کتاب سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے مثنوی مولانا رومؒ ہے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ کیا وجہ ہے لوگ سینکڑوں سال پُرانے صوفیاء کی تعلیمات کو دہرانا چاہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عالم انسانیت کے دل بے قرار ہیں دنیا میں جتنے آلاتِ تفریح ہیں انسان انکو بروئے کار لاکر خود کو اطمنان اور دِلّی تسکین حاصل کرنا چاہتا ہے مگر اسکے باوجود اضطراب میں گُم ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ

اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الاَمۡرِ مِنۡکُمۡ (صدق الله العظيم)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور جو تم میں حکم (بڑے ہیں) اُنکی (النساء:۵۹)

اولیاء اللہ علماء اہل اللہ صوفیاء یہ سب (اُولِی الاَمۡرِ) یعنی حاکم کے زمرے میں آتے ہیں ان کے نقش وقدم پر چلنے سے نجات اور کامیابی ہے۔ جو تعلیمات صوفیاء نے دی ہیں اور جس پر انہوں نے خود عمل کیا ہے انکی زندگی میں امن وسکون تھا اور رضاء تھی اس لئے طالبِ تصوف بھی اسی راہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔

ایک اور وجہ کہ لوگ صوفیاء کی تعلمات کو عملانا چاہتے ہیں تصوف میں جو مراقبہ اور مشاہدہ صوفیاء کرتے ہیں ذکر اور فکر سے عام لوگوں کا بھی شوق بڑھ رہا ہے کہ ہم ان اسرار کا از خود مشاہدہ کریں کہ حدیث جبریل والے احسان کے مقام پر ہم بھی فائز ہو جائیں علم الیقین کو عین الیقین میں بدلیں اور حق الیقین تک رسائی مل جائے۔

زِی کر اپٕچ ییِہ درکار اِد صاحب دی پانہٕ دیدار
ییُٔ ووکھ تیٔی گڑھ لوٗنی لوٗنی تراو خود بینیوٗں بد بینی
(وازہ محمودؒ)

زرگر صاحب کی مختلف غزلیں جو کسی نہ کسی وجہ کی بناء پر وجود میں آئیں۔
زرگر صاحب کو ایک بار اپنے پیر یعنی عبدل کبیر لون سے تھوڑی سی دوری ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اسکے نام دو تخلیق زرگر صاحب نے لکھی۔ دونوں غزلیں براہ راست اپنے مرشد کے نام کردی پھر جب جناب کبیر لون نے وہ غزلیں پڑھیں بہت خوش ہوا کہ سالہا سال کے بعد ایسا شاگرد وجود میں آیا ہے کہ اپنے فقیر کو منانے کیلئے زبان ہاتھ کا نہیں بلکہ قلم کا سہارا لیا وہ دو غزلیں یہ تھیں۔

دردل سرپا اوحال باوئے ولہٕ کألی راوئے کھکھ ارمان
سردل بربستر وۄتھراوٕے ولہٕ کألی راوئے کھکھ ارمان
ینہٕ گنہٕ بوزم چأنی شاوے تنہ بال پۄرِم سنز تہ سامان
سنہ گوم تنہِ کرتن مِلنا وئے ولہٕ کألی راوئے کھکھ ارمان
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

درحدیث دل بہ دل أئینس تیوٗتھ تورِ وٗچھ یُتھ یورِ وٚچھس
ہرسو سو بہ سوسَن سٕنتس تیوٗتھ تورِ وچھ یُتھ یورِ وٚچھس
گوڑ کر تحقیق صفت چار یار اِدبن فقرک دعوادار
نتہٕ کیاہ سُو داوےٕ پیرکرنس تیوٗتھ تورِ وٗچھ یُتھ پورِ وٚچھس
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کا ایک مرید تھا غلام محمد خان جو گاندربل میں رہتا تھا زرگر صاحب سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ زرگر صاحب کو جس مرید سے بھی ایک بار جھوٹ سرزد ہو جاتا اسکو آپکی محفل میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اس محمد خان نے بھی زرگر صاحب سے کچھ ایسا ہی کیا زرگر صاحب کو بہت شاک لگا کہ یہ میرا ہی اولاد تھا اس نے یہ بے ادبی کیوں کی اپنی جماعت میں سے اتنا قریب تھا کہ دور ہونے پر زرگر صاحب کو بھی بہت افسوس ہوا۔ اسکے بعد زرگر صاحب نے اس غلام محمد خان پر ایک غزل لکھی کہ (a single sinker sinks the boat) یہ واقع گاندربل میں ابھی بھی مشہور ہے۔

یتہٕ گژھِ تقسیم جامہ عرفانس تتہٕ راوِ ناپاک بانس دھیان

متہٕ سُوئی یُس کرِنوش پیمانس تتہٕ راوِ ناپاک بانس دھیان

گُل نہٕ دُین ہرگز خنبہ زلدانس دِل نہ دُین پوریس نہٕ عہد و پیمان

میؤل نہٕ دیُن عطرِ سیت بولدانس تتہٕ راوِ ناپاک بانس دھیان

زرگر احدؔ کؤر سرِ یتھ زمانس ہر جنٛس آوٗ آزماوان

سرِدیون بہتر سر نہ غاؔر زانس تتہٕ راوِ ناپاک بانس دھیان

(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب ایک بار امیرا کدل ایک دعوت پر گئے تھے اور دعوت ایک ہوٹل والے نے کی تھی وہ سرینگر میں مشہور شخصیت تھی دعوت کھانے کے بعد زرگر صاحب کیلئے ریشمی بستر کا انتظام کیا اور کہا کہ جناب اب آپ آرام فرمائیں زرگر صاحب نے اس ہوٹل والے سے کہا کہ ہم یہاں آرام کیلئے نہیں آئے ہیں کوئی مشن کوئی پرگرام لے کے آئے ہیں جو مشن لے کے میں ہر جگہ جاتا ہوں اور وہ صوفی مشن ہے صوفیت کا مشن ہے۔ تب زرگر صاحب نے یہ ایک غزل تخلیق فرمائی۔

لوگوئی یُس زلفِ گَج دامس تمس کیا کام چھ آرامس
تگوُئی لوٹن سیاہ فامس تمس کیا کاَم چھ آرامس
(پیرمن فقیر احد زرگر صاحبؒ)

زرگر صاحب نے خود فرمایا کہ میری پہلی غزل میرا پہلا کلام یہ ہے۔

شاد روز دِلہ میانہِ کیاز، چھگھ غمنۂ سیتیؔ محرمنۂ تھاوَ اخلاص
داد ہیو رُمہٕ رُمہٕ زلفِ خمنۂ ہتیؔ محرمنۂ تھاوَ اخلاص
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

ارض وسما پأدِ گُور دستگیر نئے درد آدم در وجودا وُن پیر نئے

یہ تخلیق بظاہر ایک منقبت ہے جبکہ یہ ایک عقیدتِ پیر ہے یعنی یہ پوری تخلیق ایک شیخ کی تعریف ہے۔ منقبت میں جو زیر بحث اولیاء اللہ ہوتا ہے اُس میں اسکے تعریف اسکی سوانح عمری یا اس اولیاء کے حضور شاعر عاجزی انکساری اور دست بدعا ہوتا ہے جبکہ اس تخلیق میں ایسا کچھ نہیں ہے اس تخلیق میں لفظ دستگیر مدد کرنے والے کے طور استعمال ہوا ہے۔

شعر اور شرح

بیدارد دی دانہ اسرار کوئی مَس چیوکھ
دیدار چُھکھ دید مانہٕ کمیو کانہٕ ڈِزِتھ پیوکھ
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کے کچھ اشعار کا میں نے اس کتاب میں شعار شرح کے تحت ایک حصّہ رکھا ہے جس میں زرگر صاحب کے چند اشعار کی تھوڑی بہت وضاحت کرنے کی جرأت کی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو طالب علم کالج اور

یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں یا مذہبی تعلیم حاصل کرنے کیلئے دارلعلوم اور اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں انکو صوفیت تصوف صوفی شاعری کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے اور وہ ان چیزوں سے دوری اختیار کر رہے ہیں۔ اگر کسی سماء کی محفل میں بھی انکا آنا ہوتا ہے تب بھی زیادہ سمجھ نہیں پاتے اُنہیں علم تصوف اور صوفی شاعری کے بارے میں وضاحت کی ضرورت ہے تب صوفیت یا صوفی شاعری کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔ حلانکہ اُردو یا انگریزی شاعری کتنی بھی مشکل ہو وہ سمجھنے کیلئے مختلف کتابیں ڈِکشنری وغیرہ آسان بنا دیتے ہیں جبکہ کشمیری صوفی شاعری کیلئے یہ سب ممکن نہیں اس میں استاد کی ضرورت بالکل ایسے ہے جیسے مٹی کا برتن بنانا ہو اس مٹی کو کتنا بھی ہاتھ سے نرم کیا جائے پھر بھی پانی کی ضرورت ہے تب وہ مٹی اتنی نرم پڑے گی کہ کوئی برتن وغیرہ بن سکتا ہے۔

جب آج کے نوجوان کو تصوف اور صوفیت کے بارے میں علم ہو جائے گا تب وہ راہ حق پر آ کے منزلیں طے کرلے گا۔

میں عیدگاہ پارک میں عصر نماز کے بعد مغرب نماز تک بیٹھتا ہوں اور ایک عالم کی طرح عوام میں تصوف روحانیت اعتقاد کی علمی بیداری کرتا ہوں صرف قرآنی آیات حدیث مبارکہ اقوال صحابہ، اقوال اولیاء، اقوال علما اقوال صوفیاء سے تاکہ نوجوان نسل فقر کو سمجھ سکیں اور اس دریاءِ رحمت سے فیض حاصل

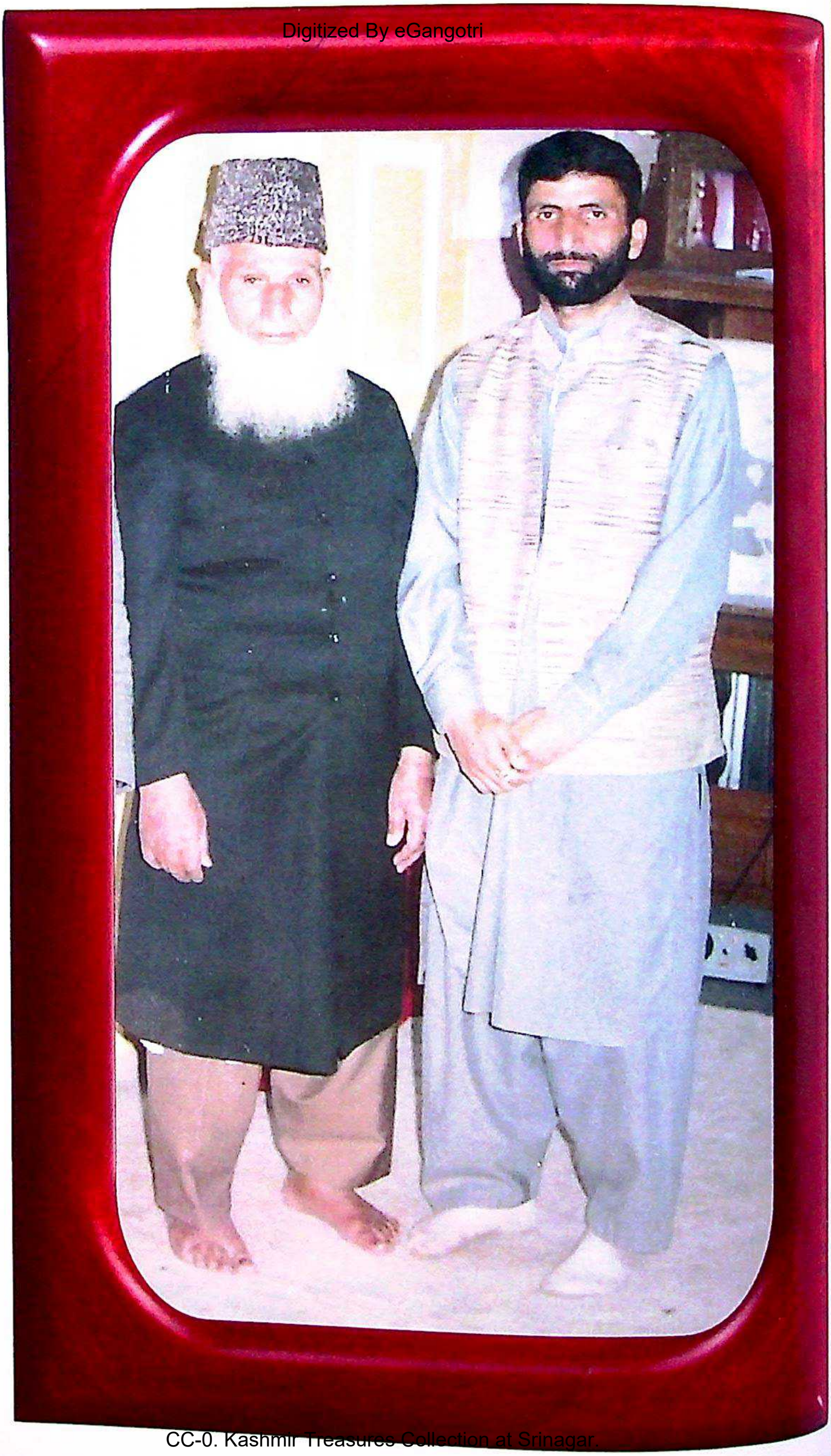
کرسکیں جبکہ مجھے غیر مقلد حضرات سے اس بارے میں مناظرے کرنے پڑتے ہیں اور اپنے پیر کی نظر کرم سے اور جن اللہ کے نیک بندوں کی بات عوام میں روشناس کرانا چاہتا ہوں انکی عنایت سے مدّلل جوابات فراہم کر کے انکو دعوت عشق حقیقی پیش کرتا ہوں۔

☆ ☆☆☆☆

صوفی شاعری اور ہم (1)

صوفی شاعری کے حوالے سے میں کچھ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسکے عاشق کو اسّے جانکاری ملے گی کہ ہم کس حد تک کلام سمجھ سکتے ہیں اور جو نہ سمجھ آئے اُس میں ہماری خامی نہیں ہے بلکہ صوفی کلام کے اندر عروج کی وجہ سے پورا کلام سمجھ نہیں آتا ہے۔ صوفی کلام سمجھنے کیلئے پہلے شیخ سے بعیت ہونے کی ضرورت ہے پھر اور علوم جن کا اس کلام میں استعمال ہوتا ہے اور وہ علوم یہ ہیں ۔پہلے شاعر اپنے مشاہدات مقامات اسرارِ وجود عالم برزخ عالم لامکاں اور ایسے چیزوں کا ذکر کرتا ہے جو ہماری آنکھوں ے اوجھل ہیں ہماری سوچ فکر سے بالاتر ہے بغیر جو خود ان راستوں کا مسافر ہو جن راستوں کی بات ہو رہی ہے اسکو سب کچھ بالکل سامنے نظر آتا ہے یعنی جیسے کلام لکھنے والے نے کلام اسکے سامنے لکھا ہو مگر جس کو اس کا علم نہیں اسکے ایک شعر کو سمجھنا پہاڈ سر پر اُٹھانے کے برابر ہے۔

اسکے بعد قرآنی آیات کا حوالہ وہ بھی اشارہ سے پوری آیت نہیں ہوتی ہے اسکے بعد احادیث مبارکہ پھر اولیاء اللہ بزرگانِ دین کے اقوال ۔ اقوال کو کبھی کبھی شاعر حدیث کہہ کر بیان کرتا ہے۔ یہ ایک شاعری ادب کا فن مانا جاتا ہے حالانکہ حدیث شریف نہیں لکھتا صرف حدیث لفظ لکھتا ہے اس قول کے ساتھ



حدیث کا لفظی معنی قرآنی زبان میں (بیان) کرنے کے ہیں جیسے سورہ تحریم میں بیان کو لفظ (حدیث) اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ایک حدیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے قَالَ نَبِیُ اِلْاِسْلَامُ وَالدِّیْنَ مَا حَدَّثَنَا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اصل اسلام اور دین وہ ہے جو ہم نے بیان فرمایا۔ (حَدَّثَنَا) (ہم نے بیان کیا) اسکے بغیر صوفی کلام میں کچھ وہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں جنکو ٹیکنیکل لفظ (technical words) کہتے ہیں جیسے کھیل کود میں خاص الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ فوج یا پولیس میں اپنی ایک زبان ہے وہاں پر وہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو عام انسان استعمال نہیں کرتا ہے۔ ویسے ہی صوفی کلام میں ان الفاظ کا کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے کہ شعر میں سجاوٹ اور حسن آجاتا ہے۔اسکے بغیر کوئی غزل ایسی ہوتی ہے کہ جس میں ایک لفظ بار بار دہرانا پڑتا ہے لیکن اُس لفظ کا معنی ایک جگہ الگ ہوتا ہے دوسری جگہ ایک اور معنی ہوتا ہے یعنی شاعر کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ کسی لفظ کو کہاں استعمال کرے پڑھنے سننے والے کو شاعر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے

☆☆☆☆☆

صوفی شاعری اور ہم (2)

زرگر صاحب نے ابّا جان سے فرمایا کہ ایک دن میرے پاس نور محمد تاجران کتب آئے اور مجھے یہ کہا کہ آپ اپنی غزلیات ہمیں دیں ہم انکو اپنے کتابوں میں چھاپ کروہ کتابیں بیچ دینگے۔ ہمیں اس کام سے منافع ہوگا اور آپ کو اسکے بدلے میں ہر غزل کے عوض دس (10) روپیہ دیا کرینگے۔ آپکا خرچہ پانی بھی چلے گا اور شاعری بھی لوگوں تک پہنچ جائے گی یہ ایک بشریت تھی۔ زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے انکا یہ مشورہ مان لیا کہ اپنا کلام انکے ہاتھ دونگا۔ زرگر صاحب حیران ہیں کہ چھے (6) مہینے تک کوئی ایک شعر بھی مجھ سے نہیں لکھا جاتا یعنی باطنی طور ہی شاعری کا سلسلہ منقطع ہوگیا پھر جب مجھے ہوش آیا کہ آخر وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ میں نے اشعار کو فروخت کرنا چاہا۔ میں نے دل میں یہ مصمم ارادہ کیا کہ یہ حرکت انشاء اللہ کبھی نہیں کرونگا تو اگلے ہی روز شعر پھر شروع ہوئے اور میں پھر لکھنے لگا یہ ایک باطنی نظام ہے جیسے ظاہر میں ہر ڈیپارٹمنٹ کے دفتر الگ الگ ہوتے ہیں ویسے ہی باطنی دفتر ہوتے ہیں جو صاحب نظر کو ہی نظر آتے ہیں اور ہم اُنکو خود سے باتیں کرتے دیکھتے ہیں۔ وہ دراصل خود سے نہیں بلکہ کسی نہ کسی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یعنی انکے جسم دنیا میں اور انکے دل آسمانوں میں

ہوتے ہیں۔ یہ ایک حدیث ہے کہ میری امّت کے لوگوں میں ایک گروہ کے لوگ ہیں جو خدا کی وسعت رحمت کی وجہ سے ظاہر میں ہنستے ہیں اور خدا کے عذاب سے پوشیدگی میں روتے ہیں بدن زمین میں ہیں اور انکے دل آسمان میں ہیں۔ اُنکی روحیں دنیا میں ہیں اور ان کے عقلیں آخرت میں سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور وصیلہ سے قرب حاصل کرتے ہیں۔

سُنی سُنی پے گاؔم ہیر بونہٕ پانس اون کیا وِچھ روئے آئینس
کھنی کھنی آب نیرہ چاہِ وأ رانس عاشقن چھُ معشوق نش پانس
(استاد من غلہ دؤن)

☆☆☆☆☆

شرح :(1) شعر تہ شرح: اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ اشعار ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں سراسر حکمت ہوتی ہے۔ صوفیاء حضرات کا یہ دعویٰ ہے کی جن اشعار کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے وہ صوفی شاعری ہے کی اس میں قران اور حدیث کو ہر صوفی شاعر اپنی مادری یا مقامی زبان میں ایسے پیش کرتا ہے کہ انسان بہ آسانی ہر بات سمجھتا ہے کہ قران کی کسی آیت کی عکاسی ہے یا کسی حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عکاسی ہے جیسے شیخ نور دینؒ نے اپنے اشعار میں ہمیں اپنی مادری زبان میں قران حدیث کا درس دیا ہے شیخ صاحب کی شاعری اسلئے تھوڑی مشکل ہے سمجھنے کیلئے کہ جب شیخ نور دینؒ کا زمانہ یا دور تھا ان دنوں یہاں جو زبان بولی جاتی تھی اس میں ہندی سنسکرت شاستر کا بہت اثر تھا اردو عربی اور فارسی کا رِواج بعد میں شروع ہوا۔ شیخ صاحب کو کشمیری زبان کا پہلا مفسر قرآن مانا جاتا ہے۔

جو صوفی شاعری ہے کشمیری میں وہ اسکو سمجھ میں آئے گی جو تصوف کا قائل ہو۔ تصوف کی تھوڑی بہت جانکاری ہو پہچان ہو اور ساتھ میں علم دین سے وابستہ ہو یعنی قران حدیث سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننے والا ہو ان علوم کی ڈگری

ضرورت نہیں کہ حافظ مفتی یا شیخ الحدیث ہو۔ تھوڑا بھی علم ہو اس میں کافی ہے اگر پورا کورا کاغذ ہو۔ دینی علم کے بارے میں زرگر صاحب فرماتے تھے اسکے لئے کہ اس شخص کو ان محفلوں میں بیٹھنا گناہ ہے یعنی اسکو گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ یا کسی شیخ سے بعیت ہو یا علم دین پر نظر ہو تب اسکو صوفی کلام یا صوفی بات جو یہ پیر مرید آپس میں کرتے ہیں سمجھ آئے گی۔ اگر قران کا معنی اور تفسیر سیکھنا ہو اسکو کسی عالم دین کے پاس جانا ہوتا ہے۔ اگر خود کوشش کریگا قرآن کا معنی مفہوم پڑھنے لکھنے کا وہ شخص بالکل گمراہ ہو جائے گا کہ استاد کے بغیر وہ ہر آیت کا معنی الٹا نکال دے گا کہ اس کو اس کا علم و فہم نہیں۔ ایسے ہی صوفی کلام یا تصوف کا اصل تب سمجھ آئے گا جب کسی شیخ کسی مرشد سے بعیت ہونگے۔

زرگر صاحب نے ایک بار ابّا جان سے فرمایا کہ میرے پاس ایسا بہت کچھ ہے جسکا اس وقت کوئی اہل نہیں ہے کہ اسکو دے دیا جائے حلانکہ اُس وقت ابّا جان ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے زرگر صاحب کے سامنے تھے اور شیخ غلام رسول حزین جنہوں نے تقریباً 45 سال زرگر صاحب کی صحبت میں گذارے تھے اور ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے بھی موجود تھے پھر بھی زرگر صاحب نے فرمایا کہ اس قابل کوئی ہے نہیں کہ وہ اسرار اسکو بتادوں۔ اصل بات جسکی طرف میں دھیان کرنا چاہتا ہوں کہ جس مقام یا اسرار کا زرگر صاحب نے فرمایا کہ اس کا کوئی

اہل نہیں اور زرگر صاحب کو وہی اسرار وہی مقام اپنے کلام کے کسی شعر میں آیا ہے تو اس مقام یا ان اسرار کو کون سمجھ سکتا ہے یہاں تک کہ اسکے اپنے شاگرد جنہوں نے زرگر صاحب کے ساتھ صحبت اختیار کی ہے اسکے بعد عام لوگوں کی بات ایسی ہے جیسے کسی نابالغ بچّے کو ازدواجی تعلقات کے بارے میں کہا جائے وہ کیا سمجھے گا۔ یہ بات خالی زرگر صاحب کی نہیں بلکہ جتنے بھی کشمیر میں چوٹی کے صوفی شاعر گذرے ہیں ان کے کلام میں بھی ایسا ہی ہے کہ جہاں تک سننے والے کی علمیت ہے سمجھ آئے گا جہاں پر اسطرح کا کوئی مقام یا کوئی سرِ اسرار آئے گا سننے والا وہاں پر معزور رہے۔ کہ اُسکی وہاں تک رسائی نہیں ہوئی ہے۔

زرگر صاحب کی شاعری پر مجھے تھوڑی بہت نظر ہے کہ اس وقت کا کوئی صوفی بزرگ زرگر صاحب کے پورے کلام کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اگر کسی صوفی شاعر نے اپنے کلام میں قرآن یا حدیث مبارکہ کا حولہ دیا ہے اور اس شعر میں اور کوئی ذکر نہیں ہے مگر کوئی ایسا شخص سنے گا جو قرآن کی اس آیت یا اس حدیث مبارکہ جو اس شعر میں شاعر نے لکھا ہے اسکو علم نہیں ہے وہ اس شعر کو کیسے سمجھے گا بظاہر ہر شعر آسان نظر آتا ہے۔ کسی شاعر نے اپنے کسی شعر میں کوئی مثال دی ہے سننے والے کو یہ مثال معلوم نہیں کہ کیا بات ہے کس کی بات ہے کب یہ بات ہوئی ہے کس پر یہ بات ہوئی ہے پھر یہ سننے والا کیا سمجھے گا۔ ایک مثال دے رہا ہوں

رسول میر صاحب نے ایک غزل لکھی ہے۔ گُنگنی ہاوٴ تےٴ پان ۔

اس میں ایک شعر ہے ۔

تمےٴ زارو نہس یم پیر چنگی کنگی ہاوٴ تےٴ پان ۔

یہاں پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہے کہ یہ پیر چنگی کوئی آلہ ہے کوئی جانور ہے کوئی پھول ہے یا کوئی انسان ہے جب اسکا علم ہو۔

جائے تب یہ شعر سمجھ آئے گا ایسے ہی کلام میں جس مقام کا ذکر ہو اس مقام کا پہلے سننے والے کو علم ہونا چاہیئے ۔

☆☆☆☆☆

شرح : (2)

باہوشن چھُس باوان سیر بے ہوشن یوان الماس تیر
ون احد زرگرن غزلہ رنگ مارکا فرسپدِ تھ کرم یکرار
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کی شاعری پر جب ہم نظر ڈالیں گے تو سامنے ایک سمندر نظر آتا ہے اور کنارہ ڈھونڈنے کی کوشش میں انسان لگ جاتا ہے۔ زرگر صاحب کی شاعری کے متعلق جناب رفیق راز سابقہ ڈیریکٹر ریڈیو کشمیر سرینگر فرماتے ہیں کہ زرگر صاحب کے شعر سمجھنے کیلئے بڑے ذہین بڑے مطالع اور صحبت درویش کی ضرورت ہے۔ یہ بات انہوں نے ریڈیو کشمیر کے آڈٹوریم میں کہی جب ابّا جان کی کتاب (بحرالاسرار) کی رسمِ رونمائی ہورہی تھی۔

علم لُدنی بدنی علامن کلمہ باطن ناوٗ تمنی کلامن
وَلِ مَیہ تم جامہ مرشیدن لولو تام پوچھر گوم پن پن لولو

زرگر صاحب اس شعر میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اصل علم لُدنی صوفیاء کے پاس ہے اور یہاں صوفیاء کو علامہ نام سے پکارا گیا ہے علامہ ایک خلعت ایک

ڈگری ہے جو طالب علم کو حصول علم کے بعد اس مدرسہ یا اس ادارے کی طرف سے دی جاتی ہے جہاں وہ زیرِ تعلیم ہو۔ ساتھ میں یہ کہا گیا ہے کہ علمِ لُدنی ہی وہ شئے ہے جو صوفیاء کو عام سے خاص کر دیتی ہے اور صوفیاء کو عام لوگوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ اور وہ سیر حق ہے۔

اسکے بعد زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ میں مشکوٗر رہوں اپنے شیخ کا کہ انکی توجہ خاص سے مجھے یہ سب حاصل ہوا۔

چوتھے شعر کی وضاحت آگے آئے گی۔

علم لُدنی : اس کے تعریف کیا ہیں کہاں سے آتا ہے اس کا معنیٰ کیا ہے۔

دراصل یہ ایک قرآنی لفظ ہے کہ پندرویں پارہ سورہ کہف میں ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ علم لُدنی میں نے حضرت خضرؑ کو عطا کیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کو اسکے پاس طالب علم بنا کر بھیجا جبکہ حضرت موسیٰؑ اوُلالعظم پیغمبر ہیں۔ فَوَجَدَ عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا. سو وہاں پہنچ کر انہوں نے (یعنی موسیٰؑ نے) ہمارے بندوں میں سے (یعنی حضرت خضرؑ) ایک بندہ پایا جس کو ہم نے اپنی (خاص) رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی اور ہم نے انکو (اپنے پاس سے) ایک خاص طور علم سکھایا تھا۔

اصل علم لدن کا معنی یہاں مراد اپنے پاس سے یعنی اللہ کی طرف سے علم جو نہ کسی مدرسہ میں ہے اور نہ کسی کتاب میں۔ جو علم صوفیاء کے پاس ہوتا ہے وہی علم لدُن کہلاتا ہے کہ کتابی علم نہیں ہے کہ پڑھا جائے کسی مدرسہ میں نہیں ہے کہ سیکھا جائے۔ سالک کے پاس کیسے پہنچا ہے یہ علم کسی صاحب دل سے صحبت اختیار کر کے حاصل ہوتا ہے جو خود کسی کی صحبت اختیار کر کے حاصل کر چکا یعنی جو راستہ اپنے طالب مرید کو دکھاتا ہے وہ اس راستہ سے خود چل کر آیا ہے اس راستہ سے آشنا ہے اب یہاں مسئلہ ہے کہ کس کے پاس جائیں کس سے دست بعیت ہو جائیں کہ یہ علم لدنی حاصل کر سکیں اس پر زرگر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی پیر سے دست بعیت ہونا ہو تو پہلے اسکو خوب جانچ لیں گویا یہ پیر ہے بھی کہ نہیں۔ زرگر صاحب کا ۸۰ سال کا تجربہ تھا اس میدان میں وہ فرماتے تھے کہ جس طرح کسی لڑکی یا لڑکے کا رشتہ جب ہمیں کرنا ہوتا ہے تو پہلے خوب جانکاری حاصل کرتے ہیں اس لڑکی یا لڑکے کے بارے میں اس خاندان کے بارے میں یہاں تک کہ اس علاقہ کے بارے میں ایسے ہی جب کسی پیر سے دست بعیت ہونا ہو پہلے اس پیر کے بارے میں خوب جانکاری حاصل کرلو کہ یہ پیر کسی سے وابسطہ تھا یعنی اسکا اپنا استاد کون ہے اور استاد اس کا ہے بھی کہ نہیں یہ چندن لکڑی کا ٹکڑا ہے یا کگر لکڑی کا (جو سب سے کم تر لکڑی ہے) ورنہ جتنا وقت انسان پیر کے

ساتھ گذارے گا اور وہ پیر صوفی کے لباس میں لٹیرا ہوگا وہ وقت ضایع جائے گا اور وقت بہت قیمتی شئی ہے جو کہ کبھی لوٹ کے واپس نہیں آتی ہے۔

ایک بات کی میں یہاں وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو کہ عمومی ہے یعنی ہر صوفی کلام لکھنے والے کے بارے میں ہر صوفی شاعر کے بارے میں ہے یہ صاحب مشاہدہ لوگ اپنے کلام میں وہی بات وہی اسرار وہی مقام لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں جن کا انہوں نے ازخود مشاہدہ کیا ہو پھر سننے والے کے اوپر دارومدار ہے کہ وہ کتنا صاحبِ حس اور صاحب ہوش ہے کہ یہ اسرار مقام۔

وہ سننے والا سمجھ سکتا ہے۔ ورنہ زرگر صاحب فرمایا کرتے تھے کی اگر اس کو اتنی علمیت نہیں کہ صوفی کلام سمجھ سکے پھر اس کا سماع کی محفل میں رہنا صرف اتنا ہے کہ رات بھر جاگا صبح ہوئی پھر نکل گیا نہ خیر نہ برکت کیونکہ زرگر صاحب فرماتے تھے کہ صوفی کلام میں خیر و برکت بھی ہے اور اس میں تاثیر ہے مگر صاحب ہوش کیلئے کسی حد تک کیفیات بھی ہوتی ہے صوفی کلام میں۔

باہوش گومت محو دیدارس دیدن ہشارس روئے جانان
بے ہوش بے گاش منز شب تارس لیل ونہارس جال حاٗران
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

پاکستان کا ایک صوفی کا کہنا ہے کہ جب کسی سماء کی محفل میں صوفی کلام پڑھا جاتا ہے اس وقت کلام لکھنے والا صوفی بھی اسی مقام پر گانے والا وعظ خواں بھی اسی مقام پر اور سننے والے بھی اسی مقام پر ہوتے ہیں لیکن شرط گانے والے اور سننے والوں کا یہ ہے کہ صاحب ہوش ہونے چاہیئے ذی شعور ہونے چاہیئے۔ گانے والا اگر کلام کو سمجھتا ہے تو وہ اسی کیفیت سے گاتا ہے جس کیفیت سے لکھنے والے نے لکھا ہو۔

بےٗ اندر نبر چھٗس پوشیدِ راز کس دمہِ سجدہ تےٗ کس پر نماز
بےٗ مندر مسجد ہُند عجب فیاض کس دمہِ سجدہ تےٗ کس پر نماز

غیر صوفی انسان اسکو خلافِ شرع محسوس کریگا جبکہ صوفی کلام چاہے عربی ہو فارسی ہو اردو ہو یا کسی مقامی زبان میں ہو وہ عین شریعت ہوتا ہے کبھی کبھی صوفی

مشاہدہ سے واپس آ کے بالکل وہی لکھ دیتا ہے جو اس نے دیکھا ہو اور وہ کلام عام فہم وفراصت سے کوسُوں دور ہوتا ہے اسلئے صوفیاء کو شریعت کا بہت لحاظ رکھنا پڑھتا ہے جب عالم بے خودی میں کلام لکھتے ہیں مگر یہ واضح رہے کہ ترمیم مقام یا اس بات میں نہیں ہوتی جو صوفی کہنا چاہتا ہے بلکہ لفظوں کی ترمیم ہوتی ہے کہ ایسے الفاظ کلام میں استعمال کرتا ہے کہ اسرار اور مقام عام پر اظہار نہیں ہوتے بلکہ لفظوں کی آڑ میں اسرار اور مقام کو اس طرح گُم کرتا ہے کہ صرف سلوک کا مسافر سمجھ سکتا ہے کہ کہاں کیا ہے کیسے ہے کب ہے کیوں ہے وغیرہ۔

زرگر صاحب نے اس غزل میں لفظ (ہۓ) کو وہ درجہ دیا ہے کہ جو اس لفظ کو الوہیت میں داخل کرتا ہے۔ دراصل قران کریم میں اللہ کا فرمان ہے (سورۃ البقرہ)۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَتِہِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً.

اور جب کہا آپ کے ربّ نے فرشتوں سے کہ میں ایک نائب زمین پر بھیجونگا۔ نائب کسی فرشتے کو نہیں کسی جن کو نہیں یا کسی اور مخلوق کو نہیں بلکہ انسان کو بنایا گیا۔ اب یہاں نائب لفظ وضاحت طلب ہے کہ نائب کس کو کہتے ہیں اور نائب کا کام کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا نمایٔندہ بھیجا دنیا میں کہ وہ رہنمائی کرے انسانوں کو ان کاموں ان احکام میں جو اللہ کی طرف سے آئے وہ احکام جو اللہ نے لوگوں کیلئے بنائے ہیں وہ لوگوں تک پہنچے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خود یہ احکام لوگوں تک نہیں لاسکتی اسلئے ایک وصیلہ رکھا اپنے اور لوگوں کے درمیان اور وہ پیغمبر حضرات ہیں اب سمجھ میں آتا ہے کہ نائب کس کو کہتے ہیں اور اُسکا کام کیا ہے پیغمبر حضرات اور اپنے درمیان میں پھر بھی ایک مخلوق رکھی جو اللہ کی قرب میں ہمیشہ ہوتے ہیں اور انکو نوری مخلوق کہتے ہیں کہ نور سے پیدا ہوئے ہیں یعنی حضرت جبرائیلؑ۔ پیغمبر حضراتؑ سے بھی خود اسطرح کا واسطہ نہیں رکھا بلکہ اپنے اور نائب کے درمیان ایک اور وصیلہ رکھا کہ انسان کو جب نصیحت کرے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں کُجا اور تو کُجا۔ جب کوئی نبیؑ رسولؑ لوگوں کو وعظ نصیحت کرتا ہے تو کہتا ہے کہ میں بھی تم میں سے ہی ہوں تم وہ کیوں نہیں کر سکتے جو میں کرتا ہوں یعنی جو امور خود

ہیں عمل میں لاتا ہوں تم کیونکہ نہیں عمل میں لا سکتے۔ ہر نبیؑ رسولؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلاں قوم کی طرف بھیجا ان ہی میں سے یعنی جو نبیؑ رسولؑ بھیجا اسکو اس قوم میں سے ہی مبعوث فرمایا تا کہ اس کو سمجھ کر دیکھ کر عمل کرینگے اللہ کی شریعت پر نبی کریم ﷺ کے بارے میں انکی ہی مبارک زبان سے اعلان کروایا اللہ نے کہ (اے نبی ﷺ کہو)۔

اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (میں تمہاری طرح ایک بشر (انسان) ہوں۔ اللہ تعلیٰ نے انسانیت کی تکمیل اس امّت یعنی امّتِ محمد یہ ﷺ سے کی اور اسی کو سابقہ امّتوں سے بالا بنایا ایک یہ کہ نبی آخر زمان ﷺ کو تمام انبیاءؑ رسولوںؑ پر برتری عطا فرمائی اس وجہ سے یہ امّت بھی برتر و اعلیٰ ہے دوسری وجہ ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّتٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (سورۃ اٰل عمران) (اے امّتِ محمد یہ ﷺ) تم کو بہترین اُمت بنا کر بھیجا گیا ہے لوگوں کیلئے اصل نائب ہونے کا ثبوت یہاں ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کو گمراہی سے نکال کر راہِ ھدایت پر لائے اندھیرے سے نکال کر نور کی طرف لے آئے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ کام کہ لوگوں کی ہدایت ہو جائے انسان سے لیا اور انسان انسان کی فکر میں دعوت تبلیغ کا کام کرنے لگا تب یہ ایک نائب کہلایا گیا پہلے امّتوں میں یہ دعوت یبلیغ کا کام صرف نبیؑ رسولؐ کے سپرد ہوتا تھا لیکن اس امّت پر انسانیت کی تکمیل کرنی تھی اسلئے نبیوں

والا کام ہر اُمّتی پر لازم قرار دیا۔ سورۃ الِ عمران میں دسری جگہ بھی فرمایا کہ اے امّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں ایک جماعت ضرور اور ضرور ہونی چاہیئے کہ جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا کام کرلے۔ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور کے بعد دیکھتے ہیں تو یہ کام صحابہؓ نے بخوبی انجام دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سوالاکھ صحابہؓ تھے اور جب ہم جنت البقیع مزّار جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے میں دیکھتے ہیں کہ خالی دس ہزار صحابہؓ مدفون ہیں باقی صحابہؓ کہاں گئے اپنا وطن یاد نہ رہا جو جہاں پہنچا دعوت تبلیغ کی وہی فوت ہوئے وہی مدفون ہیں صحابہؓ کے بعد یہ کام امّت میں خاص طور پر علماء اور اولیاء اللہ نے انجام دیا یعنی تصوف بھی بذات خود ایک داعی حق ہے اور تصوف یہ کام اپنے ماننے والوں یعنی صوفیاءؒ سے کراتا ہے اب صرف یہ ہے کہ علماء کی دعوت تبلیغ میں اجتماعیت ہے لیکن صوفیاء میں انفرادیت ہے۔

مژی قطرس اندر دریاو مژے منز قطرہ بیرون دراوٗ
مژے طے کورستن فلکن مژے منز درائے گُل کم کم
(استادِ من غلٓہ دۄن)

یعنی علماءِ دین یہ دعوت کا کام اجتماعی طور کرتے ہیں کہ لوگ جمع ہوں اور

یہ قال اللہ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا کرتے ہیں یہ دعوت تبلیغ مسلمانوں کیلئے بھی ہوتا ہے اور غیر مسلموں کیلئے بھی کہ وہ ایمان لاکر آخرت کے عذاب سے بچ جائیں جبکہ صوفیاء یہ دعوت کا کام انفرادی طور کرتے ہیں یعنی ایک ایک شخص کے ساتھ الگ الگ۔ منزل دونوں کی ایک ہی ہے مشن دونوں کا ایک ہی ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود ہو۔ اب انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات دئے اور نائب بنایا تب ہی زرگر صاحب نے لفظ (ہیٚ) کو اتنی بلندی دی بظاہر لگتا ہے کہ خدایت کا دعوا ہے مگر اہل علم بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں کہ زرگر صاحب کی سوچ اور فکر کس طرف ہے (اہل علم سے مراد علم شرعی بھی ہے اور علم باطنی بھی) انسان کا نائب ہونا اور انسان بلند مرتبہ اس شعر سے بھی پتہ چلتا ہے۔

مژے نشہٕ درائے خاص الخاص مژی اکھ لچھ تہٕ ژووہ ساس
مژے سمسار گور روشن مژے منز درائے گل کم کم
(استاد من غلہ دون)

لا سرِ کر دپان منچی سپار کافر سپدتھ کرم یکرار
حرفن معنی ذانہ ہُشیار کافر سپدتھ کرم یکرار

زندہ کر مردس سیت صحبت رندہ چالہ باگرُس لول محبت
گندنۓ مادِہ نر وصلک زار کافر سپدتھ کرم یکرار
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

زرگر صاحب کا یہ شُہرہ آفاق کلام جس نے اپنے زمانے میں آسمان ساطول پکڑا تھا ہر طرف اس غزل کے چرچے ہر خاص وعام اس پر تبصرے کرتے دکھائی دیتے تھے۔ بڑی بڑی محفلیں سجائی جاتی تھیں اور وہ بھی عام لوگوں کی نہیں بلکہ اس وقت کے درویش شعراء حضرات ہوتے تھے محفل میں۔ زرگر صاحب محفل میں آتے تھے تو محفل میں جان آتی تھی پھر حسبِ حیثیت حسبِ علم سوالات ہوجاتے تھے۔ زرگر صاحب نے فرمایا کہ گپکار علاقہ میں گپکاریوں کا ایک درویش اسنے میرا کلام سُنا پھر اپنے مریدین یعنی گپکاریوں سے کہا کہ یہ جس صوفی کا کلام ہے اسے میرے پاس لادو مجھے اسے کچھ پوچھنا ہے گپکاری اس وقت ایک ٹانگا لائے اور زرگر صاحب سے درخواست کی کہ ٹانگے پر ہمارے ساتھ آئیں زرگر صاحب نے فرمایا کہ جس کو در بدر ہونا ہو وہ درویش بنے۔ پھر انکے ساتھ گیا۔

جونہی درویش نے زرگر صاحب کو دیکھا حیران رہ گیا اتنی کم عمر میں اتنا بڑا مرتبہ کہ ایسے اشعار رقم کئے ہیں کہ مجھے بھی سمجھ سے باہر ہیں۔ زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ اس نے گپکاریوں کو کہا کہ چلو آج چشمہ شاہی باغ میں چلیں گے اور مجھے بھی ساتھ لیا وہاں پہنچ کر سوالات شروع ہوگئے۔ آخر کار جب خاص و عام زرگر صاحب سے اس غزل کے بارے میں پوچھنے لگے تب وہ تقریباً تین ماہ گھر سے باہر ہی نہ آئے خلوت نشینی اختیار کی۔

اپنے طالبین اور مریدین سے فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے بار بار میرے پاس آتے ہیں میں نے وہی کہا جو حق ہے میں نے وہی لکھا جو مشاہدہ کیا ہے حالانکہ زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے اپنے پیر مرشد جناب کبیر لونؒ نے بھی فرمایا ایسا کلام کیوں لکھتے ہو کہ شوروغل سب جگہ ہورہا ہے۔ زرگر صاحب نے فرمایا جناب یہ آپکی زبان ہے جو آپنے دیا ہے وہی واپس لوٹا رہا ہوں ۔جناب کبیر لونؒ بہت ہی نرم مزاج کے پیر طریقت تھے بہت ہی سیدھے سادے زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ اتنے شریف مزاج تھے کہ اگر مجھے کہیں جانا ہوتا تھا میرے پاس پیسہ نہیں ہوتا اپنے پیر مرشد سے ہی پیسہ طلب کرتا تھا جناب مجھے سفر

کیلئے پیسہ چاہیئے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ آخری ایام میں جب زرگر صاحب اپنے استادوں کو یاد کرتے تھے ایک طرف ہاتھ اُٹھتے تھے دعاء کیلئے دوسری طرف زبان سے وہ الفاظ نکلتے تھے لگتا تھا جیسے کسی کی منقبت پڑھ رہے ہیں آنکھوں سے آنسوں جاری ہوتے تھے۔

فقیری ہُوو چُھم ازہا نبر دراوٚ
فقیری روح بنتھ میانِس مرس ژاوٚ

فقیری نوحؑ نبی سیتھ ناوِ چھے
فقیری کعبہ و محراب چُھۓ

ژوشونٛ طرفن لگھ بوز ناوےٚ
دۄشونٛ ساعتہٕ اکہٕ لگہٕ پُرسان

پشہٕ وٚنی دلکی پرکالی ہاوۓ
ولہٕ کالی راوے کھکبھ ارمان

(پیرمن احد زرگرؒ)

یہ شعر بھی اپنے پیر مرشد جناب کبیر لون صاحب کیلئے قم کئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مومن کی فراصت سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم صوفیاء پر بالکل فِٹ (fit) ہو جاتا ہے کہ ایسا کچھ کرتے ہیں جو غیر یقینی ہوتا ہے ایسا کچھ کہتے ہیں جو انسان کے شعور سے بعید ہوتا ہے اور ایسا کچھ بنے ہوتے ہیں جو غیر عقلی ہوتا ہے۔

لاسر کرد پان منچی سپار کافر سپد تھ کرم یکرار

اسلام میں اعمال سے زیادہ عقائد کی درستگی ضروری ہے۔ ہر ذی شعور انسان اگر کسی سے وابستگی رکھنا چاہتا ہے یا دوستی کرنا چاہتا ہے پہلے اسکے عقائد کے بارے میں جان لینا ہے کہ کس عقیدے کا مسلمان ہے ایسے ہی جس درویش سے صحبت اخیار کرنی ہو پہلے اسکے عقائد جان لینا ضروری ہے اس سے پتہ چلے گا کہ کس نوعیت کا صوفی درویش ہے کیونکہ تصوف کا عقیدہ وہی ہے جو اولیاء اللہ کا عقیدہ تھا اس عقیدہ کی بنیاد پر علماء مفصرین محدثین محققین مجتہدین اولیاء اللہ اور صوفیاء کے گرویدہ رہے ہیں۔ اور ہمیشہ انکی بابرکت محفلوں میں بیٹھنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

تصوف میں لا کو بڑی اہمیت حاصل ہے عام شرعی اصطلاح میں لا کا معنی نہیں کے ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ صوفی

اور عالمِ شرعی میں اس چیز کا فرق ہے کہ ایک ہی لفظ کو جدا جدا سمجھتے ہیں بقولِ ڈاکٹر اقبالؒ جب انکو پوچھا گیا کہ عالم اور صوفی میں کیا فرق ہے انہوں نے فرمایا عالم قلم سے کام لیتا ہے اور صوفی قدم سے۔ جتنا توحید پرست ایک صوفی ہوتا ہے اتنا توحید پرست ایک عالم دین نہیں ہوسکتا اُسکی وجہ یہ ہے کہ عالم علم کو پڑھکر عمل کرتا ہے اور صوفی وہی علم دیکھ کے عمل کرتا ہے یعنی اسنے آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہوتا ہے اسکی مثال صوفیاء کی زندگی سے ملتی ہے کہ نہ کھانے کی فکر نہ سونے کی فکر نہ مال دولت جمع کرنے کی فکر اگر کچھ ان کے پاس ہوتا بھی ہے وہ محبوب کے عشق میں لٹا دیتے ہیں انکو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ قولِ مبارک ذہن میں ہوتا ہے کہ جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔ اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے اور اس بات کو قرآن اس طرح پیش کرتا ہے کہ فَاذْكُرُونِیْ اَذْكُرْكُمْ (تم میری یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا)۔ صوفی کے مشاہدہ کو ہی عین الیقین کہا جاتا ہے۔ مشاہدات میں سب سے بڑا مشاہدہ صوفی کو قربِ الٰہی ہوتا ہے جس کی بناء پر وہ فناہ ہو جاتا ہے۔ صوفی کا لا لفظ کیا معنی رکھتا ہے لا کا معنی نہ مال نہ اولاد نہ بیوی نہ باغات بنگلہ نہ روپیہ پیسہ یعنی کوئی چیز بھی لائقِ بھروسہ نہیں سب دھوکہ عارضی اور فناہ ہونے والی ہے۔ جب صوفی سب چیزوں سے نفی کرتا ہے پھر باقی کیا رہا خالی اسکا اپنا وجود تو تصوف یہ لا کی تلوار سالک پر بھی چلواتا ہے کہ جسم طاقت جوانی

حسن عزّت مرتبہ عقل علم طاقتِ گویائی سب فناہ ہونے والی ہے یعنی یہ بھی لا کی تلوار کے نیچے آتے ہیں جب سالک اسطرح کی تلوار چلاتا ہے پھر تصوف کے سامنے ایک نیا انسان آتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں ہم کورا کاغذ کہہ سکتے ہیں کہ کورے کاغذ کی یہ صفت ہے جو لکھنا چاہیں لکھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبالؒ اس مقام لا پر فرماتے ہیں کہ مٹا دے اپنی حستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے کہ دانہ خاک میں مِل کر گل وگلزار ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جب اپنے بھائیوں نے کنویں میں دھکیلا اور حضرت یوسفؑ کنوے کی گہرائی میں چلا گیا یعنی زمین کی سطح سے نیچے۔ اُسکا دل مبارک تنگ ہوگیا کہ وہ اسوقت بچپن کی عمر میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی حضرت یوسفؑ پر کہ اے یوسف جب تک تو کنوے کی گہرائی میں نہیں آتا تب تک تو آسمان کی بلندیوں کو نہیں چھوسکتا اور پھر زمانہ نے دیکھا کہ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام و مرتبہ عطا کیا کہ شاید ہی اسے پہلے کسی نبیؑ یا رسولؑ کو عطا کیا ہوگا۔ کہ نبوت بھی اور بادشاہت بھی عطا کی۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ ایک نبیؑ کی حکومت جسموں پر نہیں بلکہ دلوں پر ہوتی ہے روحوں پر ہوتی ہے۔

بوجہل از کعبہ آید ابراہیمؑ از بتخانہ
کار بہ عنایت است باقی بہانہ

ایک صوفی کا بھی یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ جب تک خود کو فناہ نہ کرے تب تک بقاء نہیں مل سکتی۔ زرگر صاحب کا زیرِ بحث شعر بھی اس چیز کی عکاسی کرتا ہے وہ علم جو اپنے شیخ سے سیکھا ہے یا سنا ہے وہ تقاضا کرتا ہے کہ خود کو فناہ کیا جائے خود کا مطلب جسم ظاہر نہیں بلکہ جسمِ باطنی ہے یعنی خودی کو ختم کرنا کہ جو میرے پاس تھا میں نے اسکو پھینک دیا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان ہے کہ جسکو میرے پاس آنا ہو وہ پہلے دروازے کے باہر ہی اپنا علم عمل نسب وغیرہ چھوڑ آئے تب یہاں کچھ سیکھ سکتا ہے جبکہ روایتوں میں آتا ہے کہ پیر دستگیرؒ کی مجالس میں جنازہ نکلتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ مجلس میں بیٹھنے والے اتنے محو ہو جاتے تھے کہ وہ عالم ملکوت میں پہنچ جاتے تھے پھر کوئی وہاں سے واپس آتا تھا اور کوئی اپنا روح واپس لانا خلافِ ادب سمجھتا تھا تو اسکو مردہ کی حالت میں پاتے تھے یعنی اسکی موت واقع ہو جاتی تھی۔ سالک جس علم کی بناء پر خود کو فناہ کرتا ہے اس مقام کو صوفی زبان میں مقامِ فناء الفناء کہا جاتا ہے اور زرگر صاحب فرماتا ہے یہ مقام مجھے تب حاصل ہوا یعنی اس بٹھی میں اترنے کا موقع تب مِلا جب میں ایک کافر ہو گیا کافر کا معنی اور مفہوم عاشق کے ہیں یہ لفظ خالی زرگر صاحب نے استعمال نہیں کیا بلکہ اردو فارسی شعراء نے بھی لفظ کافر استعمال کیا ہے۔

صنمس پوزا پُچھی کران کافر جافر لا گیٔے شیر کستورو

(استادمن غلہ دون)

کعبس منز دزان شمع کافر دپان یہ ہازول مَیہ تیٔ

(وہاب کھارؒ)

کافر سپد تھ کرم یقراء: زرگر صاحب کا فرمان ہے کہ جب میں ایک عاشق بن گیا تب میں تصوف صوفیت اور اسکے تمام امور پر عمل پیرا ہوا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ نے عشق کو ایمان خالص سے تعبیر کیا ہے کہ عام ایمان جو مسلمان رکھتا ہے لیکن عاشق کا ایمان اتنا قوی اور مضبوط ہوتا ہے کہ اسے لوگ جنون کا نام دیتے ہیں، اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے کلام میں ایمان کی بنیاد عشق پر رکھی دراصل انکے سامنے ہمیشہ صحابہؓ کا ایمان صحابہؓ کی مبارک زندگیاں رہی ہیں کہ وہ کتنا محبت کرتے تھے اپنے محبوب سے کہ نہ جان کی پرواہ نہ مال کی نہ وطن کی نہ عزّت کی نہ اولاد کی۔ انکی زندگی دیکھ کر آج کا غیر مسلم ایمان لاتا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنگِ خیبر کے موقعہ پر اپنا سب کچھ داؤ پہ لگا دیا جنگ بدر میں ایک طرف صدیق اکبرؓ تلوار لئے دوسری جانب انکا بیٹا تلوار لئے یہ خالی ایمان نہیں بلکہ عشق غالب تھا ان پر۔ تصوف کی بنیاد صدیق اکبرؓ نے ڈالی جب سب مال اللہ کے راستے میں دیا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ جسے

محبت ہواسکواسی سے حشر ہوگا یعنی قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا۔ محبت میں ایک حد ہے لیکن عشق میں کوئی حد نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک صحابہ غالبؒ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرمایا یہ میرا خون ہے کسی ایسی جگہ ڈال دو جہاں اسکی بے حرمتی نہ ہو جائے اور نہ کوئی جانور اسے کھائے دراصل جیسے ادھر ہم پرانے زمانہ میں (درکہ) کیڑے لگاتے تھے اور وہ ناصاف خون نکال باہر کرتے تھے ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خون مبارک تھا۔

جب وہ صحابیؓ آئے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خون میں نے اس جگہ ڈال دیا نہ بے حرمتی ہو جائے گی اور نہ کوئی جانور کھائے گا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں تم نے وہ خون خود تو نہیں پیا ہے۔ اس صحابہؓ نے عرض کی جی ہاں میں نے وہ خون خود پی لیا ہے میرے جسم میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون ہے مجھے اب جہنم کی آگ جلا نہیں سکتی۔ اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہیں جہنم کی آگ جلا نہیں سکتی۔ اس عشق کی بات ڈاکٹر اقبالؒ کرتے ہیں کہ عاشق ایسا ہونا چاہیئے اور تصوف بھی اس عاشق کی تلاش میں ہے کہ یہ آگ کے دریاء پار کر سکے خالی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایمان کے ساتھ عشق حقیقی کی بھی ضرورت ہے۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
عشق ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

لفظ محبّت اور لفظ عشق میں فرق ہے کہ محبّت میں حرارت نہ سرد نہ گرم ہوتا ہے۔اور عشق کی گرمی اتنی تیز ہوتی ہے جو دل دماغ سوچ فکر نفس جزبات سب چیزوں کو اپنے قابو میں کردیتی ہے۔محبّت کہتا ہے ایمان لے آؤ نبی آخر زمان ﷺ پر مگر ملّہ مکرمہ چھوڑنے کیلئے تیار نہیں عشق ایمان کے بعد ملّہ مکرمہ بھی چھڑواتا ہے اپنوں سے بے سروسامان بھی کرتا ہے اور انسان کو سب سے قیمتی شئی اپنی جان کو بھی محبوب کے ایک اشارے پر فناہ کرواتا ہے۔

نقش کو چھوڑ کر نقاشی میں گم ہو گیا اور پھر اپنے کو ہر رنگ میں دیکھتا رہا
خودی میں اسطرح کھو گیا میں خدا کے سامنے گویا تھا میں۔

زندہ کر مردس سیت صحبت (فعل امر)

پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ زندہ کون ہے اور مردہ کون ہے اس شعر میں۔
قرآن وحدیث کی عام اصطلاح میں زندہ اس کو کہتے ہیں جو خدا کی یاد سے جڑا ہوا ہو اور مردہ اس کو کہتے ہیں جو خدا کی یاد سے غافل ہو گیا ہو۔
حدیث شریف میں ہے کہ ذکر کرنے والے آسمان سے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے زمین سے آسمان کے تارے ہیں۔تصوف کے مدرسوں اور خانقاہوں میں زندہ یا مردہ کا سبق۔صوفی اصطلاح میں مردہ اُس کو کہا جاتا ہے جو

اللہ کی رضاء کی خاطر اپنی خواہشات کو مار گیا کہ خود کو اللہ کے سپرد کر دیا آج کل کی فکر نہیں کمانے خرچ کرنے کی فکر نہیں لوگ اسے نفرت کرے یا محبت اس چیز سے کوئی غرض نہیں مُوتُو قَبلاً اَلمُوتُو. مرو مرنے سے پہلے اس مقام پر سالک فناء فی اللہ کہلاتا ہے عام لوگ فناء فی اللہ اسکو کہتے ہیں جو پھٹے کپڑے بکھرے بال پیروں میں جوتا چپل نہیں بات بھی کسی سے نہیں کرتا مگر اصل فناء فی اللہ اسکو کہا جاتا ہے جو اللہ کی خاطر فناء ہو گیا اپنا سب کچھ اللہ کے خاطر چھوڑ آیا حالانکہ دیوانہ مجنوں بھی ہو سکتا ہے لیکن اصل چیز کسی شیخ سے وابستہ ہو کے وہ کام انجام دینا جو ایک عام انسان سے بعید از عقل ہے اس انسان کو فناہ فی اللہ کہتے ہیں۔

مردہ یہاں پر زرگر صاحب نے اس فناہ فی اللہ شخص کو فرمایا ہے جس نے عشق کی بازی میں سب کچھ داؤ پر لگایا ہے۔ اور پھر بازی مار گیا حضرت عمرؓ کا قول مبارک ہے کہ صبر دو قسموں کا ہوتا ہے ایک وہ صبر جو دنیاوی مصیبتوں پر کیا جائے (یہ عام صبر ہے) اور دوسرا صبر جو اپنے نفس کی خواہشوں پر کیا جائے یہی بڑا صبر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار صحابہؓ کے ساتھ ایک میدان جنگ سے واپس آرہے تھے اور صحابہؓ سے فرمایا اے صحابہؓ ہم قتال سے آرہے ہیں لیکن یہ جنگ اصغر یعنی چھوٹا جہاد ہے بڑا جہاد بتادوں صحابہؓ نے فرمایا ضرور فرمائے نبی کریم

ﷺ نے فرمایا کہ بڑا جہاد اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ لفظ جہاد سے ہی مجاہدہ کا لفظ وجود میں آیا ہے۔

فان کر پانئے فانی سرایس زان کر حاصل روز کھ حیات
زندہ روزِ باقی جان پُر مایس للئہ وان آیس سیر اسرار
(استاد من غلہ دون)

زرگر صاحب نے جس مُردے سے صحبت کرنے کیلئے فرمایا ہے وہ مردہ یہاں پر واضح ہو گیا اور وہ زندہ بھی جس کو حکم ہے صحبت کرنے کی۔ صوفی اصطلاح میں مردہ یہاں شیخ طریقت ہے کہ جس نے پہلے ہی خود کو مارا اور فناہ کیا ہے اور زندہ وہ سالک جو میدان تصوف میں بہ محنت۔

قولِ مبارک:

اَطَّالِبُ عِنْدَ الْمُرْ شِدِ کَمَا مَیِّتَ فِیْ یَدَ یِّلْ غَاسِلُ

ایک طالب اپنے مطلوب یعنی پیر کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک مردہ غسل دینے والے کے سامنے۔

یس سیت نکاح چھُی باتدبیر تمہِ سنز بہٕ چُیو دامہ دامہ شیر
یُتھ نہٕ کانہہ گانگل کری اغیار کافر سپد تھ کرم یقرار

یہاں نکاح سے مراد شرعی نکاح نہیں بلکہ دست بعیت ہونا ہے یعنی جس شیخ سے تم دست بعیت ہوئے اُسّے وہ جام یا دودھ یعنی معرفت بدستور پیتے رہو اور ساتھ ہی خبردار کہ کوئی اغیار (شیطان) تمہیں اس نیک کام سے نہ روکے وہ اغیار ظاہری طور بھی ہوسکتا ہے اور باطنی طور بھی شیطان ابلیس بھی شیطان نفس بھی اس چیز کا خیال رہے۔

قرآن کہتا ہے اِنّہ، لکُمْ عُدُمُّبِیْنَ وہ تمہارا کُھلا دُشمن ہے۔
شراب دتنم شتاب کوتاہ کلئ وال مدرس مس کیا چھ تم نش چیومیہ یڑ کاٗل
(احمد کاوڈارؒ)

تصوف کے نظریہ میں اور صوفی کے نظر میں اپنا وہ ہے جو اس صوفی میدان میں آچکا یعنی ایک سالک بن کے صوفیت کے نقش وقدم پر چلا پھر وہ رشتہ میں غیر ہو علاقہ میں غیر ہو قوم میں غیر ہو یا زبان میں غیر ہو تصوف میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں صوفی لباس پہن لیا وہ ایک صوفی بن گیا اور پھر اسکا نظریہ بھی وہی ہے جو اسکے شیخ یا پیر کا ہے۔

حضرت نوحؑ کا بیٹا جب طوفان نوح میں غرق آب ہوا تو حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے ربّ تمہارا وعدہ ہے کہ تمہارے جو ہونگے وہ اس طوفان سے بچ جائینگے اور میرا بیٹا غرق ہو گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ڈانٹ دی اے نوحؑ تم اس چیز کا سوال کیوں کرتے ہو جسکا تمہیں علم نہیں تمہارے وہ ہیں جنہوں نے تم پر ایمان لایا اور تمہارا بیٹا غیر صالح تھا اسکی عمل غیر صالح تھی اسکے بعد حضرت نوحؑ نے اللہ سے معافی طلب کی (یہ قرآنی واقع ہے)۔

جناب خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ عشق کے مقام پر کیا فرماتے ہیں۔

مَذْهَبُ الْعِشْقِ مَذْهَبُ الْوَاحِد" اِذْهَبْ اِلَيْهِ يَا زَاهِد"
لَيْسَ لِلْعَقْلِ اِجْتِهَاد" فِيْهِ لَيْسُ لِلنَّقْلِ اِعْتِمَاد" فِيْهِ

معنی:

مذہب عشق چھوئی کُنی مذہب تور گُن لارا اے نیکو مشرب
اتھ اندر عقلہ اجتہاد چھُنہٕ نقل کرنس تہٕ اعتماد چھُنہٕ
اتھ اندر اہل حال آیٖ منظور قال وقالاہ وُنٕ اتھ پیوٚ دور
ظاہری عالمن تٕم سردار باطن عارفن تم سالار

خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ کے عشق کے مطالق اشعار بھی اس چیز کی دلالت

کرتے ہیں کہ جب عشق کے میدان میں سالک آجاتا ہے کسی شیخ سے دست بعیت ہوتا ہے پھر انکا رشتہ بالکل گوشت اور پوست سا بن جاتا ہے۔

بیعت کے بعد سالک میں قیل وقال نہیں رہتا چوں و چراء نہیں رہتا اس لئے تصوف میں شیخ پہلے سالک کو مقامِ فنافی شیخ پر کھڑا کرتا ہے کہ شیخ جب جو حکم کرے بظاہر خلاف عقل ہی ہو سر تسلیم خم کرتا ہے اور اسکے دل میں سب سے بڑی شیٔ شیخ ہی ہے زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ اے سالک اے راہِ خدا کے مسافر جس پیر سے تم دست بعیت ہو چکے ہو اسے تھام کے رکھو اور خوب محنت کرو اور بار بار شیخ کے سامنے اظہار طلب کرو یہاں پستان جہاں سے دودھ پیا جاتا ہے شیخ کی زبان کو کہا گیا۔

تیزی چھُلوٗ اَمَس بیہ نفس مُطمَعِنَس

دنوئے چھی زہ ہمراہ لبُتھ ہے لبُتھ کیاہ (واز محمودؒ)

وِھَدَینا ھُم نجدَینِ

ہم نے انسان کو دو راستے دیئے (ایک نیکی کا ایک بدی کا)

اور انسان کو اپنی مرضی کا مالک بنایا کہ جہاں سے وہ چاہے چلے۔ یہ شعر فقیر رحمٰن ڈارؒ کا ہے۔

یس ہدایت کرِہ غفور بلکہ مغرب آسہِ دورنتۂ لہب اُوس نزدیک تتھ گواہ تبتّ یداء

حسبِ روزمائلس دیوگردن یس زاکھ تس سیت واصل بن

گڑھ برادر کرن پیروپار کافرسپد تھ کرُم یکرار

حسہِ روز مالس دیوگردن

یہاں پھر وہی حضرت عمرؓ کا قول مبارک ہے کہ نفسانی خواہشات پر انسان غلبہ پالے یہی صوفیت ہے جب مومن نفس پر قابو پالیتا ہے اور نفس مُطمَئِنَّ پرفائز ہو جاتا ہے تب وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے واصل ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار اسے ملے گا جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَخْتَسُ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ اَیَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمُ

زرگر صاحب نے یہاں ازلی جنم کی بات کی ہے کہ اللہ خالقِ کائنات سے

یس زاکھ تَس سیت واصل بن

تُو وجود میں آیا اُسی سے اب وہ رشتہ جوڑ کہ وہ اپنا دیدار نصیب فرمائے۔

برادر لفظ زرگر صاحب نے استعمال کیا ہے شیطان مردود کیلئے اسکو اپنے سے دور کر اپنے مجاہدہ سے اپنے عمل سے ذکر وفکر سے کیونکہ شیطان نے خود ہی کہا اللہ تعالیٰ سے کہ میں تمہارے بندوں کو گمراہ کرونگا ساتھ ہی کہا بغیر وہ لوگ۔ اِلَّا عِبَادِیَ الصّالِحُوْن۔ یعنی ان لوگوں کے بغیر جو نیک اور صالح ہونگے ہمیشہ اللہ کے ذکر فکر شکر کرنے والے ہونگے۔ لفظ برادر شیطان کیلئے زرگر صاحب نے کیسے استعمال کیا۔ دراصل حدیث رسول ﷺ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا اور ہم نے اسکو قتل کر دیا دوسرے روایت میں ہے کہ ہم نے اسکو کلمہ پڑھایا۔

یارے زانی زہن سرتس دیزے یار چھے وِزِ وِزے پزے بات
بُتلے ژمی زے تۂ اَدٔ کتۂ پیزے وقتے رخشس کری زے کیات
(شیخ نورالدین نورانیؒ)

جب تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنایا تو اُس کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے پر دل وجان سے تیار رہ وہ ہر وقت تیرے ساتھ ساتھ ہے وقت پھر نہیں آتا وقت کا گھوڑا بہت تیز چلتا ہے۔

عاشق چھُ نثار تھنز وَ تے ییہِ بونبرس تہٕ پوش آسی خوئے

تِی لیس وبدسنہِ سہٕ ادِ متے لتس اڈ گڑ ھے دو یہ اکوئے

(شیخ نورالدین نورانیؒ)

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اسی کی راہ کے عاشق ہیں وہ اسکے ایک حکم پر اپنی جان نثار کرتے ہیں اور اللہ سے وہ اسطرح محبّت کرتے ہیں جس طرح بھنور پھول کے ساتھ محبّت کرتا ہے یہ بات (عشق خدا) جس کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے وہ پھر صرف اللہ کا ہی ہو جاتا ہے اور پھر اسے اللہ کے کسی کام میں تضاد نظر نہیں آتا۔

گَس ڈیُتنم بس رودم نہ رفتار تس کران شش کلہٕ گنڈنم نار

وس زاجنم فان گوس منزآنس لوٹھ کرٕنم دینس تہٕ ایمانس

(پیرِ من فقیر اَحد زرگرؒ)

زرگر صاحب اسی شعر میں اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں کہ یادِ حق نے وہ حال کردیا ہے کہ انکو نہ بول سکتا ہوں نہ لکھ سکتا ہوں دوسری جگہ فرماتے ہیں

ترٹہٕ عشقن برسر ہیاوِ نو ونس

گرٹہٕ کڈنس پرنس چھانہٕ نو ونس

حدیث رسول ﷺ ہے کہ قیامت کے دن جب شہیداء کو اللہ کی طرف سے نوازا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب تم خوش ہو لیکن شہداء عرض کرینگے اے اللہ یہاں جتنی نعمتیں ہیں ان میں وہ لذّت نہیں جو ہمیں اُس وقت محسوس ہوئی تھی جب شہید ہوئے ہمیں پھر دنیا میں بھیج دو تا کہ پھر تیرے راستے میں شہید ہو جائیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بالکل تمہاری یہ خواہش پوری کر لیتا لیکن دنیا اب فناہ ہو چکی ہے اسلئے یہ ناممکن ہے۔

صوفی کو جو لزّت اور سُرور اس فناہ ہونے میں ملتی ہے وہ زبان پر نہیں لا سکتے بلکہ اُس کیلئے لفظ بھی نہیں لکھنے کیلئے۔

زرگر صاحب نے بہت جگہ شعار میں اسکی وضاحت کی ہے کہ عاشق بننا کتنا آسان ہے عاشقی کرنا کتنا مشکل حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دوستی کرنا مٹی پر مٹی سے مٹی لکھنا اور دوستی نبھانا پانی سے پانی پر پانی لکھنا۔

حضرت امام حُسینؓ کا قول مبارک ہے کہ اگر سرداری چاہتے ہو جدو جہد جاری رکھو جدو جہد لفظ سے ہی مجاہدہ لفظ وجود میں آیا ہے مجاہدہ سے عام وجود اور وجود حقیقی میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ یا صوفیاء انکے مجاہدہ میں ہیمشگی ہوتی ہے انکا مجاہدہ کبھی منقطع نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کا مجاہدہ اور قسم کا ہوتا ہے اور صوفی کا مجاہدہ اور قسم کا ہوتا ہے ان میں فرق ہے کیونکہ اولیاء اللہ کے

بارے میں ہے کہ وہ مادرزاد اولیاء ہوتے ہیں جبکہ صوفی مجاہدہ محنت عبادت ریاضت زہد تقویٰ اختیار کرنے سے منزل طے کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کے بارے میں مختلف کتابوں میں لکھا ہے کہ ماں کے رحم میں ہی وہ صاحب قرب ہوتے ہیں دنیا میں آنے کے ساتھ ہی ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ جب پیدا ہوئے اُنکی آمد 15 رمضان 570ھ میں ہوئی اُنکے بارے میں روایات ہے کہ وہ سحری کے وقت دودھ پیتے تھے اور دن میں چھوڑ دیتے تھے پھر افطار کے وقت پیتے تھے ایک بار گیلان میں جہاں انکی پیدائش ہوئی 29 رمضان کو یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس سال روزہ 29 ہے یا 30 پھر لوگوں نے مشورہ کیا کہ ابوُ صالحؒ جو انکا والد محترم ہے انکے یہاں جو بچّہ پیدا ہوا ہے اگر کل سحری کے وقت اسنے دودھ پیا پھر روزہ ہے اور اگر نہیں پیا تب عید ہے جب دستگیر صاحب نے دودھ نہیں پیا لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ آج عید ہے تب پورے گیلان میں عید منائی گئی اور اسکے بغیر ایک اور واقع ہے کہ دستگیر صاحب خود فرماتے ہیں کہ بچپن میں جب چلتا تھا میرے کانوں میں آوازیں آتی تھیں کہ خدا کا ولی آرہا ہے راستہ چھوڑو۔ یہ فرشتے ہوتے تھے جو راستوں پر ندا دیتے تھے۔

مجاہدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک مجاہدہ دنیاوی ہے اور ایک مجاہدہ اخروی جو تصوف میں مطلوب ہے لیکن دنیاوی مجاہدہ یعنی زندگی کی جدوجہد یہ بھی مجاہدہ

اخروی میں کچھ حد تک کام آتا ہے۔ سالک نے زندگی کی اُونچ نیچ دنیا کا بناؤ سنگار دنیا کی عارضیت جھوٹی شان زندگی کے کسی نہ کسی موڈ پر ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی اپنی جان بھی ان امتحانی مراکز سے گذر کر انسان جب تصوف کے میدان میں آتا ہے اسکو حالات زندگی نے کُندن بنایا ہوتا ہے سب چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔

وعدس ژکروفائی یتہٕ نو چھ کینہہ بقائی وچھ تو آخر فنائی سورئی سمسار یکھنا

(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

ظنہٕ سیت ملہٕ ون ژوٚن دربارن واقفہ کارن تمچی زان

ظنہٕ روٚس اُون لگےٚ سیت گاش دارن واقفہٕ کارن تمچی زان

گنج مخفی اوس ژھایہِ اسرارن ظنہٕ سیت نوٚن دراو گھ ماران

شن طرفن احاطہ کُرانوران واقفہ کارن تمچی زان

بقول ڈاکٹر اقبالؒ کہ علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب انسان کے وجود میں جو بھی تبدیلیاں وقوع پزیر ہوتی ہیں اور جو بھی بدلاؤ آتا ہے یہ سب حسن ظن کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ظن اگر نیکی کا ہوا سے نیکی کے ہی کام سرزد ہوتے ہیں اگر ظن بدی بدخواہی اور گناہ و دشمنی کا ہو تو بُرائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ جب

سالک شیخ کے پاس جاتا ہے تو پہلے اسکا شیخ اسکا رہبر اسکے ظن کو بیدار کرتا ہے کہ اچھائی کیا ہے برائی کیا ہے یعنی شیخ کا نام بھی روشن کرے اور اپنا نام بھی کہ مر کے بھی مرے نہ بلکہ اپنے عمل عبادت اقوال سے ہمیشہ زندہ رہے۔ تصوف ایسا مسلک ہے کہ بہت سمجھداری کی ضرورت ہے۔

درنہ شیخ نوردین نورانیؒ نے فرمایا ہے۔

مُڈس رِگیانچ کتھ نووندۓ خرس گوٗردنہٕ راوی دوٗہ
سکہٕ شاٹھن بیوٗل نو ووزے کم یا جن راوی تیل

ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ جو برصغیر میں ایک عظیم ہستی گذری ہے اور انکے بغیر بھی برصغیر میں ایسی بہت ہستیاں ہوئی ہیں جنکو دیکھ کر عرب اور یورپی ممالک رشک کرتے ہیں کہ کاش ہماری قوم میں بھی ایسے روشن ستارے پیدا ہوتے جو انسانیت کو رہبری کرتی آئی ہیں۔ برصغیر کو برکبیر ان ہی ہستیوں کی وجہ سے کہا جاتا ہے، ڈاکٹر سر محمد اقبالؒ کا فرمان ہے کہ موت ہے وہ زندگی جس میں نہ ہو انقلاب۔ رُوحِ امم کی حیات کشمکش انقلاب۔ مومن کے بارے میں ہے کہ مومن کا ظن ہمیشہ خیر پر ہوتا ہے۔ (those who dream the most do the most) جو لوگ بہت کچھ کرنے کے خواب دیکھتے ہیں وہ لوگ بعد میں

بہت کچھ کر بھی لیتے ہیں۔ تصوف کا دعواء ہے کہ مشرقین و مغربین چاروں طرف مومن کا ظن ہوتا ہے بلکہ آسمانوں اور تحتِ سرا رتک بھی مومن کا ظن ہوتا ہے۔ اس میں تھوڑی بہت وضاحت کی ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ مسجد نبوی ﷺ میں خطباء ارشاد فرمارہے ہیں اتنے میں انکی زبان سے یہ الفاظ نکلے (اے سارہ پہاڑی کی طرف آؤ آگے سے دشمن آرہے ہیں) اسکے بعد خطبہ پھر شروع ہوا یہاں تک کہ خطبہ اختتام ہوا۔ بعد میں لوگوں کو پتہ چلا کہ سارہ نام کی ایک عورت تھی جنگل کی طرف سفر پر تھی کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ سے آواز لگائی اور اِسنے وہاں سن کے اپنی جان بچائی۔ وہ سارہ نام کی عورت خود یہ واقع بیان کرتی ہیں کہ میں جنگل کے راستے سے جارہیں تھی کہ پیچھے سے حضرت عمرؓ کی آواز آئی کہ آگے مت جاؤ ڈاکو ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں اس بات سے حیران ہوں کہ جب یہ بات میں نے سُنی ایسا لگا کہ حضرت عمرؓ میرے کان کے بالکل نزدیک ہوکے آہستہ آواز میں مجھے کہہ رہے ہیں جیسے دو شخص سرگوشی کر رہے ہوں۔

مُچھ کتہٕ ،کرمان پوٗنپوٗر گتن ستن ٮ۪یتی کر حاصل زان
نز دیکھ ووٗتُس وحدٲنیتن وحدت دیدو کر مس پچھان

احد احمد، میمک متن سَتن ءستی کر حاصل زان

(استادمن غلہِ دؤن)

حضرت علیؓ خواب میں فجر نماز پڑھنے مسجد نبوی تشریف لائے اور نبی کریمؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی ایک بوڑھی عورت نماز کے بعد نبیؐ کی بابرکت بارگاہ میں آئی اور کھجور ایک کپڑے یا بیگ میں لا کے نبی کریمؐ کے سامنے پیش کئے۔ حضرت علیؓ پیچھے بیٹھے تھے کہ نبی کریمؐ نے انکو اپنے پاس بلایا اور آگے تین کھجوریں ہاتھ میں دے دیں۔ اسکے بعد حضرت علیؓ خواب سے بیدار ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ کی خلافت تھی۔ حضرت علیؓ کی جب نیند کھُل گئی اسوقت بالکل فجر نماز کا وقت آپہنچا تھا اور حضرت علیؓ مسجد نبوی میں گئے اور نماز فجر حضرت عمر کی اقتداء میں پڑھی اور حیران رہ گئے کہ جو خواب میں نبی کریمؐ نے فجر نماز میں قرأت پڑھی تھی حضرت عمرؓ بھی وہی آیات قرأت میں پڑھ رہے ہیں۔ خیر نماز سلام پھیر لی کہ ایک عورت ویسے ہی کھجور ایک کپڑے یا بیگ میں لائے حضرت عمرؓ کو مسلے پر ہی دے دیئے۔ حضرت علیؓ یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے پاس بُلایا ویسے ہی جیسے نبی کریمؐ نے خواب میں بُلایا تھا اور حضرت عمرؓ نے تین کھجوریں حضرت علیؓ کو دے دیں۔

حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا یہ تین کھجوریں ہی کیوں چار کیوں نہیں اس پر حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ (خواب میں) نبی کریمؐ نے جب تین ہی دیئے میں چار کیسے دے دونگا۔ حضرت علیؓ حیران کہ جو باطن وہی ظاہر۔ مومن کی فراصت سے ڈر کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے (الحدیث النبویہ)

صوفیاء کا ایک نام خدا شناس معروف ہے۔ خدا شناس کا معنی و مطلب خدا کو پہچاننے والا فقیر رحیم صاحبؒ سوپور کا فرمان ہے کہ

خدا شناس سپد تو اتھ ناو عالم حیرت پیو

اردو میں صوفی شاعری میں یہ لفظ کچھ اسطرح استعمال ہوا ہے۔

خود شناسی دراصل خدا شناسی ہے

یعنی جس نے خود کو پہچانا اُس نے ہی خدا کو پہچانا جبکہ عربی میں یہی بات اسطرح بیان ہوئی ہے۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُسنے اپنے ربّ کو پہچانا۔

مَنْ عَرَفَهٗ نَفْسَهٗ ارشادِنبی فَقَدْعَرَفَهٗ رَبَّهٗ زان بُیاد

عید گاہ غلہٖ دوٗن ڈالہ تِی انیٔ نونی دیدن تَس چُھ دیدار

(استادمن غلہٖ دون)

خداشناس ایک صوفی بھی ہوتا ہے ایک عالم باعمل بھی ہوتا ہے ایک اولیاء اللہ بھی اور صحابہ رسولؐ بھی خداشناس تھے اور انکے شاگرد یعنی تعبین بھی خداشناس تھے۔اصل بات یہاں جسکی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان صاحب تقویٰ کا مقام الگ الگ ہے صوفیاء کا مقام ومرتبہ ایک نوعیت کا ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کا مقام بلند وبالا کہ صوفیاء اپنے کو انکے قدموں کی خاک بھی نہیں سمجھتے۔سب سے اعلیٰ مقام اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو عطا فرمایا کہ قرآن انکے بارے میں فرماتا ہے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْ عَنْهُ

اللہ تبارک تعالیٰ اِنسے راضی اور یہ اللہ سے راضی۔

مرتبت کا احساس ہمیں دستگیر صاحبؒ کے اس قول مبارک سے ہو جانا چاہیئے۔"اے میرے اللہ اپنے پیارے بندوں کا مُحِب بنادے یا اُنکے قدموں کی مٹی بنادے"۔

یہ پیر کامل رحمہ کا قول مبارک ہی نہیں دراصل یہ منقبتِ فقیر ہے یا منقبتِ استاد کیونکہ غوث العظم جنکا خطاب وہ جن کی منقبت پڑھے یا لکھے وہ انکے شیوخ یا استاد ہی ہوسکتے ہیں۔

دراصل ناخواندہ لوگ اور جاہل لوگ صوفیاءؒ اولیاءؒ صحابہؓ کو ایک ہی مقام پر کھڑا کررہے ہیں جبکہ اللہ نے سب کا مقام الگ الگ عطا کیا ہے۔

ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ کی لعنت اس شخص پر جو مکہ اور مدینہ کی زمین کو عام زمین جیسی سمجھے۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شیٔ جُد اجُد اتخلیق فرمائی ہیں اپنے مقام و مرتبہ کے اعتبار سے آسمانوں کو آسمانوں پر فضیلت دی زمینوں کو زمینوں پر فضیلت دی پہاڑوں کو پہاڑوں پر فضیلت دی دنیا میں متبرک پہاڑ کوہِ احد جسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی اور کوہِ طورِ سینا جسکو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی۔

اِنِّیٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی

(سورۃ طٰہٰ)

اے موسیٰؑ میں تمہارا رب ہوں اے موسیٰؑ اپنے نعلین باہر نکال دو (مبارک جوتے یا مبارک چپل) تم ایک پاک زمین یعنی طوا میں ہو (طوا اس

زمین کا نام مبارک ہے) زمین مصر کو بھی فضیلت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی تعریف خود فرمائی۔ کوہِ احد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سارے احادیث منقول ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوہِ احد کی طرف اشارہ کر کے کوہِ احد مجھے پیارا ہے اور کوہِ احد کو میں پیارا ہوں۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ احد پر تشریف فرما تھے کہ وہ بُراقِ معراج کی طرح خوشی سے جھومنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ احد سے فرمایا اے احد یہ کیا کر رہے ہو تمہارے اوپر ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ایک صدیق ہے یعنی ابوبکر صدیقؓ اور دو شہید ہیں یعنی حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ انکو یہ بشارت وہیں پر ملی تھی کہ آپ شہادت کا درجہ پائینگے انبیاءؑ کو انبیاءؑ پر فضیلت ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار میں ۲۵ / انبیاءؑ حضرات خاص ہیں ان میں سات خاص ہیں اور ان ساتوں میں ہمارا نبی کریم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خاص الخاص ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری عالم دین پاکستان فرماتے ہیں کہ صوفی کو یہ نام اس مناسبت سے پڑا کہ پہلے زمانہ میں یہ شریف النّفس لوگ خود صوف کا کپڑا تیار کرتے تھے اور پھر وہی پہنتے تھے (سوف یعنی اونی کپڑا) پھر لوگوں میں یہ عام ہو گی کہ وہ بزرگ جو صوف کا کپڑا پہنتے ہیں آگے چل کر انکا نام ہی صوفی لوگ پڑا اور آج کا خالی صوفی صوفیاء اور اس مسلک کا نام ہی صوفی سے تصوف پڑا صوفی کا اصل نام خداشناس تھا یعنی اللہ والا۔ صوفیاء کی کرامات کا ظہور کتابیں اسے بھری

پڑی ہیں۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَ اللّٰہَ رَمٰا.

دراصل کرامات کا طاقت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ظاہری اعضاءِ بدن یا زبان صوفی کی ہوتی ہے۔ زرگر صاحب کے بارے میں چند ایک کرامت کا ذکر کروں گا۔ صوفیاء کا یہ مذہب و مسلک رہا ہے کہ ملک اگر ہاتھوں سے جاتا ہے تو جائے تُو مقامِ حق سے نہ کر بے وفائی تاریخ گواہ ہے کہ صوفیاء نے ہمیشہ اللہ کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے لوگ حکومت خاندان گھر معاشرہ ان چیزوں سے ہمیشہ بیزاری اختیار کی ہے۔ ایک دن زرگر صاحب بیمار ہوئے اور صورہ انسٹیچوٹ میں داخل کردئے گئے اس وقت صورہ کا سرپرست اعلیٰ جناب ڈاکٹر علی محمد جان تھے انکو حکیم لقمان کہا جاتا تھا جان صاحب جو فیصلہ بیمار کے متعلق سُناتے وہی معتبر مانا جاتا تھا اور سب اسی پر بھروسہ کرتے تھے جان صاحب ایک اتھارٹی تھی زرگر صاحب اتنے علیل ہوئے کہ جان صاحب نے کہا کہ زرگر صاحب اب کچھ دنوں کے مہمان ہیں سب طالبین مریدین پریشان ہوگئے اتنے میں یہ خبر زرگر صاحب نے سُنی انہوں نے جان صاحب کو بُلایا اور انسے کہا جان صاحب ابھی مجھے میرے مرنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی ہے لہٰذا یہ بات دل ودماغ سے نکال دو کہ زرگر صاحب کو آخری وقت ہے۔ کچھ دن بعد زرگر صاحب صحتِ یاب ہوئے اور

اپنے گھر چلے گئے۔

مرنۓ برونٹھوئ مرد رویشو سر کر پٹھوئ پان

مُوتُو قبلا وار، وارِ سرتو سر کر پٹھوئ پان

(شمس فقیرؒ)

محمد سطان لسو جناب زرگر صاحب کے ایک عزیز ترین مرید تھے جو لال چوک جہانگیر ہوٹل کے نزدیک رہتے تھے۔تقریباً 118 عمر میں وفات پائی اور کہتے تھے کہ میں نے زرگر صاحب کی کرامت بارہا دیکھی ہیں۔انکا کہنا ہے کہ زرگر صاحب کو ایک روز ہمارے یہاں دعوت تھی اور ہمارا خاندان ان دنوں ایک ناؤ(کشتی) میں رہتا تھا اور سب لوگ زرگر صاحب کے انتظار میں تھے اور میری ایک بیٹی جس کا نام (مہرہ) ہے چار سال کی تھی اور یہ پانی میں ڈھوب گی بہت کوشش کرنے کے باوجود کہیں مل نہیں رہی تھی تقریباً ڈیڑ دو گھنٹے ہو گئے اور ہم پریشان ہیں کہ کہیں سے اسکی لاش ہی مل جائے تو وہ اللہ کا احسان ہوگا سب رو رہے ہیں سبوں نے اپنی چھوٹی شکاریاں نکالی ڈھونڈنے کیلئے اتنے میں میرا پیر جناب زرگر صاحب تشریف لائے۔انکو میں نے سب کچھ کہہ کر اندر آنے کو کہا اور خود مہرہ کی تلاش میں ہیں۔زرگر صاحب جھونہی ناؤ میں داخل ہوئے کچھ وقت گذرا کہ مہرہ کہیں سے پانی میں نمودار ہوئی ہم نے انکے بال پکڑ کے کھینچے اور

دیکھا کہ وہ باباپکار رہی ہے۔ہم پر رقعت طاری ہوگئی کہ ڈیڈ یا دو گھنٹے ہوئے اور یہ ابھی زندہ ہے میں روتے ہوئے جناب زرگر صاحب باکمال قلندر کے پاس آیا اور دیکھا کہ وہ ناؤ کے چھت پر چلے گئے ہیں اُوپر دیکھا تو وہ شاہِ ہمدانؒ کے خانقاہ کی طرف چہرہ کرکے رو رہے ہیں اتنے میں میں انکے قریب گیا اور انکو یہ خوش خبری سُنائی اور پوچھا جناب آپ کیوں رو رہے ہیں اب زرگر صاحب کا جواب، زرگر صاحب نے فرمایا کہ جب میں ادھر آیا اور تمہاری بیٹی پانی میں ڈھوب گئی تھی تب میں نے اپنا رُخ دربار علی ثانیؒ کی طرف کیا اور انسے درخواصت کی کہ میرے مرید کو اپنی بیٹی واپس دلا دو ورنہ اسکو دشمن اس بات سے تیر مارینگے۔تمہارا پیر منحوس ہے کہ آنے سے پہلے ہی یہ حادثہ پیش آیا۔محمد سطان کہہ رہے ہیں کہ میں حیران ہوگیا یہ دیکھ کے کہ لوہے کا جگر رکھنے والا رو رہا ہے اور آنسو آنکھوں سے جاری ہیں۔

مُردہ آسہِ منز مخفلس عارفے رندان
اردہ پژرتھ واتہ مُلس سوئی مَیہ دلس کان

(پیر من فقیر احدزرگرؒ)

صوفی کے پاس یہ ایک مقام ہوتا ہے جسکو مقامِ کُن فَیَکُن کہتے ہیں جو چاہے جہاں چاہے جیسے چاہے کر سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح

صاف ہے کہ یہ کُن فَیَکُن ہمیشہ نہیں رہتا ہاں جب تک صوفی محنت میں ہے تب تک اور یہ محنت عام محنت نہیں ہے کہ ذکر وظایف بلکہ یہ فقر کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ ذکرواذکار وظائف ایک الگ حصّہ ہے فقر ایک الگ حصّہ ہے۔

گَس دُیوتنم بَس رُودم نہ رفتارتس لتس کران شش کلہِ گونڈنم نار
وَس زاجنم فان گوس منزآنس لوٗٹھ کرنم دینس تہ ایمانس
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

فان کا لفظ فناہ سے نکلا ہے کہ سالک فناہ فی اللہ کا مقام طے کرتے کرتے اسطرح فناہ ہوجاتا ہے کہ صوفی میں غیر بالکل باقی نہیں رہتا اور فناہیت سے نکل کر بقاء کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے جسکو تصوف میں بقاء باللہ کا مقام کہا جاتا ہے۔ اور سالک کو وصل کا مقام بھی یہی ہوتا ہے کہ محنت کے بعد مزدوری ہوتی ہے۔ سالک دیدار الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے اور یہ ساعت صرف چند لمحوں کی ہوتی ہے اور سالک یہ لمحہ ہمیشہ یاد کرتا رہتا ہے۔

ہرموکھ ءِیس موکھ ہاوِ دِلارام کرتس نِش بیوٗن چھُ کفر واسلام
بَرمژ رتھ سیر کر یکسانس لُوٗٹھ کرنم دینس تہ ایمانس
کروٗٹھ یاردوٗ دپترُن پیوم یانس لُوٗٹھ کرنم دینس تہ ایمانس

زیٚوتھ سفر اوکیا وَنہٕ بیگانس لُوٗتھ کرنم دینس تہٕ ایمانس

(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو پہلا وحی نازل ہوئی غار حراء میں جبرائیل کو پہلی دفعہ نبی کریم ﷺ کا دیکھنا وہ بہت گھبرائے کیونکہ نبی کا دل آئینہ کی طرح صاف اور نرم ہوتا ہے نبیؑ کے دل کو کسی چیز سے مشابہت نہیں دے سکتے لیکن برِ صغیر میں یہ خاص استعمال ہوتا ہے (دل شیشہ کے طرح صاف) اسلئے سمجھنے کیلئے یہ لفظ (شیشہ) استعمال کیا جب نبی کریم ﷺ غار حراء سے باہر آئے تو پھر کانوں میں وہی آواز آئی۔ دیکھا جو حضرت جبرائیلؑ کا قدِ مبارک آسمان اور زمین کے برابر بڑا ہے ہمارے نبی ﷺ پھر گھبرائے اور گھر پہنچ کر حضرت خدیجہؓ کو فرمایا مجھے اُوڑنی یا لیاف یا رضائی یا چادر اُوپر ڈال دو میں بہت ڈر گیا ہوں شاید جان کا خطرہ ہے۔ اس واقع کے بعد 23 سال میں کتنی بار حضرت جبرئیلؑ نبی کریم ﷺ کے پاس وحی لیکر آئے اور وہ بھی مختلف صورتوں میں مگر یہاں یہ بات عرض کرنی ہے کہ جب پہلے وحی کا ظہور ہوا وہ وقت وہ واقع وہ نبی ﷺ کی حالت وہ خوف وغم ساتھ میں وہ احساسات اور کیفیات نبی کریم ﷺ ہمیشہ انکو یاد کرتے تھے اور ایک عجیب قسم کی لذّت اپنے دل میں روح میں محسوس کرتے تھے حالانکہ بعد میں انھوں نے جبرئیل کو ہی نہیں دیکھا بلکہ باقی ملائکہ

سوالاکھ انبیاء کرامؑ جنت جہنم سدرۃ المنتہا اور صاحب قاب وقوسین کا مقام بھی عطا ہوالیکن پھر بھی غار حراء کی پہلی وحی کو یاد کرتے تھے۔ صوفی حضرات ایسے مقام یعنی مقام، بقاء باللہ اور مقامِ رضا کو ہمیشہ یاد کرتے رہتے ہیں اس کی وضاحت بہت ہی مشکل ہے کہ اس وقت سالک پر کیا گزرتی ہے۔

نِدایہِ رہبر لیس ژاوٕ گوشن فِدا تمی کوٗرپٹُن زوجان
رِضاء صبرُک نالی سیاہ پوش چھُی موے نوشن صدمرحبا
سامانہٕ وصلک گنڈٕ سر فروشن دُردانہ نورس منز تابان
دامانہٕ گیری کرمہٕ ستہٕ ریشن چھُی موے نوشن صدمرحبا
مقامِ محمود سر درویشن گرءمنزِ بردتھ کوٗرکھ معراج
انوارِ محمد ﷺ چھ دیدِ باہوشن چھُی موے نوشن صدمرحبا
(استادِ من غلہ دوٗن)

یہی وہ مقام بھی ہے جہاں سالک ایک صاحب قلم یعنی شعر گو صوفی بن جاتا ہے لیکن یہ عطا سب کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔ سالک مقام بقا باللہ ور مقام رضا کے مشاہدہ کے بعد جو اشعار رقم کرتا ہے وہ قابل توجہ اور قابل غور ہوتے ہیں ان مقامات کو طے کرنے کے بغیر بھی سالک شاعر بن سکتا ہے مگر اس شاعری میں وہ روح نہیں ہوتی جو ان صاحب مقام صوفیوں کی شاعری میں روحانیت اور

وجدانیت ہوتی ہیں۔ وجدانیت کا معنی ہے کہ انکے اشعار میں ایک انفرادیت ہوتی ہے کہ سننے والا یا پڑھنے والا تڑپ جاتا ہے کہ کیا ایک خاکی جسم والے کے ساتھ ایسا بھی ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانَ ضَعِیْفی. ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا۔ اسکے باوجود یہ مقام طے کئے اور یہ مشقتیں برداشت کیں اور ایک دن ایک ہفتہ ایک مہینہ نہیں بلکہ مسلسل 10 سال 20 سال 30 سال۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کسی قوم کی حالت تب تک نہیں بدلتی جب تک کہ وہ خود بدلنے کی کوشش نہ کرے (God help those who helps themselves) خدا انکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے۔ واقف لفظ کا معنی ہے باپیر باہوش۔

ے زونہ رُوس اوُن لگے سیت گاشدارن

اور اندھا انسان گاش دار انسان کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ الگ شئی ہے یہ الگ شئی ہے بظاہر دونوں انسان ہیں۔ واضع رہے یہ آنکھ کا اندھا نہیں بلکہ دل کا اندھا ہے۔ قرآن میں انکے لئے فرمایا گیا ہے سورۃ البقرہ۔

صُمّ" بُکْم" عُمْی" فَھُم لاَیَرْجِعُوْن. یہ لوگ سرکش ہیں کان سے بہرے زبان سے گونگے آنکھ سے اندھے یہ (واپس) لوٹنے والے نہیں یعنی حق کی طرف۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا۔

وہ آنکھ کے اندھے ہیں بلکہ دل کے اندھے ہیں جو (دل) انکے سینوں میں ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا سورہ بنی اسرائیل مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا. جو شخص دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہا اور راہ راست سے دور۔

گنجہ مخفی اُوس ژھایہِ اسرارن:

گنج مخفی اس خزانہ کو کہتے ہیں جو کبھی مخفی یعنی چھپا ہوا تھا بند تھا۔ اور اس خزانہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ کچھ بھی نہ تھا اللہ کی ذات تھی جب کچھ بھی نہ رہے گا اللہ کی ذات ہوگی یہ عالم غیب کی باتیں ہیں یا عالم ارواح کی کہ عام فہم سے دور ہیں جیسے قَالُوْ بَلٰی کا اقرار یہ کب ہوا کہاں ہوا کیسے ہوا کن سے ہوا کیوں ہوا کب تک ہوا۔ دراصل ہم نے غیب پر ایمان لایا ہے اور اس غیب کی وجہ سے ہی نبی کریم ﷺ نے ہمارے ایمان کو افضل ایمان قرار دیا حدیث رسول ﷺ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا افضل ایمان کن کا ہے صحابہؓ نے عرض کیا فرشتوں کا وہ نوری مخلوق ہمیشہ اللہ کی صحبت میں اللہ کے قرب میں ہوتے ہیں فرمایا نبیوںؑ اور رسولوںؑ کا نبی کریم ﷺ نے فرمایا انہوں نے سب کچھ دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ کا قرب جنت جہنم آسمانوں کی سیر پھر صحابہؓ نے فرمایا ہمارا ایمان افضل

نبی کریم ﷺ نے انکے افضل ایمان کی بھی نفی کی اور فرمایا پیغمبرؐ تمہارے سامنے ہے جبرائیل وحی لے کر آرہا ہے میرے معجزے دیکھتے ہو پھر صحابہؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا افضل ایمان انکا ہے جو میرے بعد آینگے مجھے دیکھا نہیں ہوگا اور میرے نام پر اپنا جان و مال فناہ کرنے والے ہونگے۔

ایک بات میں عرض کروں گا کہ قرآنی آیات کو میں نے بڑی احتیاط سے معنی لکھا ہے۔ لیکن حدیثِ رسولؐ کا معنی لکھنا میرے بس میں نہیں کہ حدیث کو مِنْ و عِنْ لکھ دوں اسلئے میں نے حدیثوں کا مفہوم لکھا ہے تا کہ سمجھ میں آجائیں۔

ایک حدیث قدسی ہے اور یہ حدیث قدسی اللہ تعالیٰ اپنے ذات کے بارے میں فرمارہے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کے ذات بابرکت کے بارے میں کئی اشخاص کی باتوں سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ انکے علم میں یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا گیا یا کہا گیا ہے مگر یہ غلط ہے۔ اللہ کا فرمانا ہے کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّ۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔

اپنی ذات پاک اور اپنی ربوبیت کو ظاہر کرنے کیلئے میں نے عالم وجود میں لائے تب مجھے تمام مخلوقات جانے گی۔

گنج مخفی اوس ژھایہِ اسرارن ظنہٕ سیتی نون دراو گتھ ماران

شن طرفن احاطہ کوٗر انوارن واقف کارن تمی پچی زان

(پیرمن فقیر آحد زرگرؒ)

صوفیوں میں تصور پایا جاتا ہے کہ اطراف چھے ہیں اور اسکا اظہار تقریباً سب صوفی شاعروں نے کیا ہے جیسے ایک صندوق کے چھے اطراف ہوتے ہیں۔

شن طرفن احاطہ کوٗر انوارن

اللہ تعالیٰ کا نور یا اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ان چھے اطراف میں ہر طرف احاطہ کئے ہوئے ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کا نظام دھرہم برھم ہو جائے گا نہ زمین رہے گی نہ زماں نہ مکیں رہینگے نہ مکاں رہے گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لَاتَاُخُذُہ' سِنَۃ" وَّ لاَ نَوُم۔نہ اسکو (اللہ کو) اُونگ آتی ہے اور نہ نیند۔

برگِ لُخمس ژھایہِ چُھ آدم نرگِ کائنات زینت چُھ بادم

طرگِ ابلق سئیر کر نووُم ادِہ تس سیت دست ملہ نووُم

(پیرمن فقیر آحد زرگرؒ)

برگ لفظ کشمیری زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے کسی چیز کا ٹکڑا کسی چیز کا

کوئی حصہ" اور لفظ (لحم) قرآنی زبان میں گوشت کو کہتے ہیں زرگر صاحب کو عربی الفاظ پر بھی بہت عبور تھا کہ اپنے اشعار میں وہ الفاظ استعمال کئے ہیں سننے والا پڑھنے والا سمجھنے سے کاسر ہے یا تو عربی کی زان پہچان ہونی چاہئے برگ لحم یعنی گوشت کا ٹکڑا۔ اصل میں شاعر کا اشارہ دِل کی طرف ہے کہ دل میں ہی اپنے محبوب کو ڈھونڈو اور کسی جگہ ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ صوفیاء لوگ انسان وجود میں دل کو ترجی دیتے ہیں کہ یہ انسانی وجود کا مرکز ہے ہر رائے چاہے نیکی کی ہو یا بدی کی دل سے ہی اُٹھ کے شروع ہوتی ہے سالک جب شیخ کے پاس جاتا ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ اسکا دل سنور جائے دل سے مراد باطنی اور باطن سے مراد دل یہ دونوں لازم وملظوم ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا انسان کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے وہ ہدایت پر ہے سارا وجود ہدایت پر ہے وہ گمراہ ہوا تو سارا وجود ہی گمراہ ہوا اور وہ دل ہے۔

ہا احد زرگر دل کتہِ آوٕ دلہٕ بستی منز خال کانہہ ژاوٕ
دِلچی زندگی چھنہ سوران تمی کتھ کرنم دِلہ چی زان
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

اپنے من میں ڈھوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن (اقبالؒ)

دوسری حدیث میں ہے کہ دل میں یا ایمان رہیگا یا نفاق یعنی دو چیزیں اکھٹے نہیں رہ سکتیں۔ صوفیاء میں ظاہری وجود تو انائی صحت حسن مرتبہ کوئی معنی نہیں رکھتی دل بیدار اور زندہ ہے تو انسان اور اسکا روح زندہ بیدار ہے اگر دل مردہ انسانی جسم اور روح بھی مردہ سمجھا جاتا ہے دل کا زندہ ہونا اہل دل کو مرنے کے بعد بھی مرنے نہیں دیتا ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ اہل دل کو قبروں میں سال ہا سال کے بعد بھی اسطرح پایا گیا ہے کہ جیسے ابھی انکے جسموں کو دفنایا گیا ہو اور اکثر قبروں سے خوشبو آتی ہے اور وحشت اُنکی قبروں میں نہیں ہوتی جب کوئی زیارت قبور کیلئے جاتا ہے اسکے من میں یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں بھی اس قبر والے کے ساتھ ہی دفن ہوتا تو کتنی سعادت کی بات ہوتی۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ دنیا میں انہوں نے ایسا کچھ کیا ہوتا ہے کہ انکی زندگی دنیا میں کامیاب اور آخرت میں بھی یہ سرخرو ہوتے ہیں۔

موئے موئے پھیرس دیشن شیئے ژھونڈم شاہِ خوبان
پیئے پیئے سر گوم پانس نیشن چھیِ موئے نوشن صد مرحبا
(استاد من غلہ دۄن)

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا جنازہ پڑھ کے نبی کریم ﷺ اس قبر میں خود تشریف لے گئے اور فرمایا کہ قبر میں وحشت ڈر اور خوف ہوتا ہے میری بابرکت ذات سے وحشت اس قبر والے کیلئے ختم ہو جائے گی۔ ہمیں شریعت نے ایک دعاء بھی سکھائی ہے کہ (اے اللہ میری قبر سے وحشت دور فرما)۔ دوسرے شعر کا مطلب معنی یہی ہے جو اُوپر پورا بیان ہوا کہ کائینات انسانی وجود ہے۔ ایک صوفی ایک ذاکر کا وجود ہمیشہ ایک آباد باغ یا آباد مکان کی طرح ہوتا ہے جو بھی صحبت اختیار کرتا ہے اپنے سارے غم بھول کے اسکے رنگوں میں رنگ جاتا ہے اور یہی تعشیر ان صوفیانہ کلام میں بھی ہوتا ہے کہ سننے والا مدہوش ہو جاتا ہے نہ رات کا پتہ چلتا ہے اور نہ دن کا نہ وقت کا۔

طرگِ ابلق سیر کرنوُم ادِہ   تس سیت دست ملہ نوُم

لفظ طرگ جو زرگر صاحب نے استعمال کیا ہے یعنی جس معنی میں استعمال کیا ہے للؔ عارفہ نے بھی اسی معنی میں یہ طرگ لفظ استعمال کیا ہے۔

سرگس پھیرس برگس طرگس کھستھ مورم ژھوہ
محرم گیس تس سندس ورگس بہ کوسہ للؔ تہ میہ کیاناوٗ

لفظ طرگ کے معنی ہے سواری جس پر بیٹھ کر انسان منزل طے کرتا ہے یہ

گھوڑا، اونٹ، گدھا، بیل میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ صوفیاء کا استعمال شعر میں ظاہری چیز کا ہوتا ہے مگر مقصود کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ زرگر صاحب نے لفظ طرگ کو انسانی روح سے تعبیر کیا ہے۔ زرگر صاحب یہاں فرماتے ہیں کہ اپنے روح کو مجھے اتنی تقویت ملی عبادت ریاضت ذکر سے کہ میرا روح اس منزل کی سیر کرنے لگی جسکو ہم عام فہم میں عالم ارواح عالم برزخ عالم غیب یا لا مکام کہتے ہیں۔ جب صوفی اِس مقام پر ہوتا ہے سیرِ بقاء سے سرفراز اجاتا ہے یہ مقامِ عَیـــــنَ الیَقِین ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں یہ روایت ہے کہ جب وہ مقام عَینَ الیَـقِـین پر سرفراز تھے تب انکی روح جسم سے نکل کر لامکان یا ملکوت کی سیر کرتی تھی کہ لوگ سمجھتے تھے جناب کی روح قبض ہوگئی ہے یعنی شیخ پر موت طاری ہوگئی یہاں تک کہ کئی دفعہ انکو غسل کیلئے بھی رکھا گیا لیکن سیر ملکوت کے بعد یہ روح پھر اسی جسم میں واپس آ کے بیٹھ جاتی تھی شیخ پھر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے پھر مریدین سے اس بارے میں گفتگو کرتے تھے۔ یہ مقامِ مشاہدہ بھی ہے۔

عام اشخاص بھی کبھی کبھی وہ مناظر دیکھتے ہیں کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے واقعات اسلئے عمل میں لاتے ہیں کہ جو منکرین آخرت ہیں ان کے فہم وخیال میں بھی یہ بات واضح ہو جائے کہ آخرت بالکل

رونما ہونے والی حقیقت ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
(اقبالؒ)

بندہ تئے مولا سپدی فان زندہ روزِ باقی میون جسم و جان
رندہ کتھ زانن رندمستان زندہ روز باقی میون جسم و جان
(پیرمن فقیر احدزرگرؒ)

زرگر صاحب نے جو چند غزلیں اسطرح کی تخلیق کی ہیں کہ وادی میں بڑی مقبول ہویں ان میں یہ غزل بھی ایک ہے کشمیری ادب نے ان اشعار کو (Horror Poetry) ڈراؤنی شاعری کہا ہے اس شعر میں زرگر صاحب نے فرمایا کہ بندہ اور مولا دونوں فان یعنی ختم ہو جاینگے اور زندہ ایک چیز رہے گی پہلے ہم کو یہ سمجھنا ہے کہ بندہ کون ہے اور مولا کون ہے۔

زرگر صاحب کا ایک شعر ہے۔

ڈبکہ گوم جاکتھ آم لاگھ سنیاسۓ
موکھ کِن مَیہ ڈیوٹھم پانہٕ مولیٰ انسان روئے

زرگر صاحب نے یہاں فرمایا کہ میں نے مولیٰ یعنی خدا کو انسان کی شکل میں پایا ہے اور وہ اپنا شیخ اور پیر مرشد ہے۔ یہاں مقام فنافی شیخ کی عکاسی ہے۔

ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ تعالیٰ جسکے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسکو نیک دوست عطا کرتا ہے۔ تاکہ جب وہ دین کے کاموں میں کوئی کام بھول جاے تو اُسے یاد دلادے اور اگر اسے یاد ہو تو اس کام میں اسکی مدد کرے تاکہ اسکا کام ٹھیک طریقہ سے پورا ہو جائے۔ قرآن بھی اس بارے میں فرماتا ہے کہ فَسْئَلُوْ اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن ۔ اہل ذکر سے پوچھو اگر تمہیں کسی بات کا علم نہیں ہے۔ صوفیاء کا دعویٰ ہے کہ حدیث میں جو دوست ذکر ہوا وہ ایک رہبر ایک شیخ ہی ہوسکتا ہے۔

اب یہ واضح ہو گیا کہ مولیٰ (خدا) کی شکل میں زرگر صاحب نے اپنے پیر کو دیکھا کہ جتنا مِلا جو بھی ملا سب انکا نظر کرم ہے۔ زرگر صاحب نے جو بندہ اور مولیٰ کا ذکر کیا ہے وہ بندہ ایک طالب اور مولیٰ ایک شیخ ہے ظاہری طور پر دونوں فناہ ہو جائینگے مگر باقی رہنے والی چیز سیرِ حق ہے جسکو فناہ کبھی نہیں آئے گی جو

صوفی کے سینے میں ایسے دوڑتا ہے جیسے رگوں سے خون بلکہ اسے بھی تیز جیسے دماغ میں کوئی خیال اور یہی سیر حق انسان کو واصلِ باللہ کر دیتی ہے اور عام لوگوں سے صوفی کو ممتاز کر دیتی ہے سیر حق کی وجہ سے صوفی کبھی مرتا نہیں بلکہ زندہ رہتا ہے اور ایسی حیات صوفی میں آتی ہے کہ یہ حیات کے جام ہزاروں کو پلا کے انکو بھی حیات بنا دیتا ہے کہ ایک چراغ اگر جلا ہوا ہو ہزار چراغ کو الگ الگ روشن کر سکتا ہے۔

اَلْمَالَ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَتَ الْحَیَاتِ الدُّنْیَا وَ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتِ.

مال اور اولاد ظاہری نمود نمائش ہیں (جو فناہ ہونے والی ہیں) اور باقی رہنے والی چیز اعمال صالحات ہیں۔ (القرآن)

رندہ کتھ زانن رندمستان
زندہ روزِ باقی میون جسم وجان

لفظ رند مستان کون لوگ ہیں یہ وہی ہیں جو کسی صاحب سلوک شیخ سے وابسطہ ہوئے کسی رہبر کا دامن پکڑا۔

حضرت مولانا انظر شاہؒ سابقہ صدر دارلعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ

دارالعلوم دیوبند جب ۱۸۸۲ء میں شروع ہوا وہاں کے محترم استادوں نے یہ روایت رکھی تھی کہ فارغ العلم شاگرد جب تک کسی شیخ کی صحبت میں نہ جائے گا اس وقت تک اسکی دستار بندی نہیں کی جائے گی۔ تصوف میں نسبت کا نور عام کو خاص بنا دیتا ہے اُسکی مثال اصحاب کہف حضراتؑ کا کتا ہے کہ اہل اللہ کی نسبت سے قیامت تک قرآن میں اُسکی ذکر ہے۔

خطہِ مشکین ستہِ شایہٕ مژراوٕنم تتہِ ننِد بانی مدنن جلوہ ہاوٕنم
متہِ مشتاق تمہِ درشنہ لولو تام پوچھر گوم پنہِ پنہِ لولو
یام زاوجار آم ڈیشنہِ لولو تام پوچھر گوم پنہِ پنہِ لولو
خام سپدُس پختہ جام چنہ لولوتام پوچھر گوم پنہِ پنہِ لولو

اللہ تعالیٰ قرآن میں سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے کہ
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔حق (جب) آیا باطل مٹ گیا جہاں روشنی آتی ہے وہاں سے اندھیرا بھاگ جاتا ہے جہاں نور آیا وہاں ظلمت ختم ہوجاتی ہے۔

زرگر صاحب نے یہاں لفظ (زاوٕجار) کا معنی اللہ کا نور کہا ہے اور لفظ (پوچھر) کا معنی پردہ حجاب یا اندھیرا کہا ہے۔ یعنی جب میں نے زاوجاد (اللہ کا نور) دیکھا تب ہی میری زندگی میں میرے سوچ میں میری فکر میں میری باطنی

آنکھوں میں سے (پردہ) پوچھر چھلنی چھلنی ہوگئے جل کر راکھ ہوگئے تب میں صاف صاف سب کچھ دیکھنے لگا اور میں ایک خام یعنی نابینا تھا باطنی چشموں سے اب میں پختہ یعنی بینادار ہوگیا جسکے دل کی آنکھ کُھل جاتی ہے اسکو آسمان کی بلندی کیا اور تحت سراء کیا جہاں جو چاہے دیکھ پاتا ہے ایک حدیث رسول ﷺ ہے کہ مومن کی فراصت سے ڈر کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے حالانکہ صوفیاء کا دعوا ہے کہ ہمیں دیکھنے کیلئے نظر دوڑانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ دل کی کھڑکی سے ہی سب کچھ دیکھ لیتے ہیں اس چیز کا قائل مولانا رومیؒ بھی ہے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے زمینی راستوں کے بارے میں مت پوچھو بلکہ آسمانی راستوں کے بارے میں پوچھو کہ وہ میں نے دیکھے ہیں۔

دلۂ نشہ پاد گو وجود شہود دلہِ نشہ پاد گو بند معبود
دلہ نشہ پاد گو بلکہ فرقان تمی کتھ کرنم دلہ چی زان
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

خطہ مشکین سَتہٕ شایہِ مژر اونم
تنتہٕ نندبائی مدنن جلوہ ہاوٕنم

لفظ خطہ مشکین کا معنی وہ سات مقام ہیں جو جناب زرگر صاحب نے نقیر کی عنایت خاص سے طے کئے تھے اور یہ سات مقام انسان کے وجود میں ہی ہوتے ہیں تب تک انکا علم حاصل نہیں ہوتا جب تک شیخ کی صحبت میں نہ آئیں۔

جناب زرگر صاحب اپنے شیخ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے مرشد نے مجھے اپنے وجود حقیقی میں وہ سات مقام کھول کے دکھائے جہاں سے سات الگ الگ قسم کی خوشبوئیں نکلتی ہیں ایک مقام سے ایک خوشبو ایک رنگ ایک نظارہ دوسرے سے دوسری خوشبو رنگ اور نظارہ۔ احمد بٹواریؒ صاحب نے ان سات مقامات کو ستھر سے تعبیر کیا ہے کیونکہ شاعر آزاد ہوتا ہے کہی بھی کچھ بھی کہہ سکتا ہے کچھ کو بہت کچھ کہہ سکتا ہے۔

ستھتھو (۷۰) ساسو مُنز یلہٖ نیر کھ ڈیشکھ دُرِ انوار
انوار محمد ﷺ چھوٗیٔ حدولا حد حد چھا تتھ آسہٕ نَس
(احمد بٹواریؒ)

احمد صاحب کا فرمان یہ سات مقام طے کر کے ہی میں نے وصل کا پل پار کیا۔ نقش کو چھوڑ کر نقاشی میں گم ہو گیا اور پھر اپنے کو ہر رنگ میں دیکھتا رہا

خودی میں اسطرح کھو گیا میں خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں۔

فنہک لباس نال کنہِ تراوئے عارفو طمحس کوٗر لُرہ پار
جمہک جمع جام جم باوئے کال ما راوئے ولہٕ ہی مال
(استاد من غلہ دون)

متہٕ مشتاق تمہٕ درشن لولو تام پوچھر گوم پنہٕ پنہٕ لولو

مشتاق اس کو کہتے ہیں جس کو کسی کا اشتیاق ہو یعنی اشتیاق فعل ہے اور مشتاق فاعل ہے اشتیاق شوق سے نکلا ہے اور شوق عشق سے۔ جس کا عشق ہو وہ معشوق ہے جو عشق کرتا ہے وہ عاشق ہے۔

لفظ (متہٕ) کا معنی ہے دیوانہ ہو جانا مجنوں ہو جانا (موٗت مستانہ) کسی چیز کا گرویدہ ہونا۔ جو عاشق ہے وہ مجنوں ہو جائے گا وہ دیکھ کر جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کیا دیکھتا ہے۔

شرون شرون یَنہ گوم رُنہ دامانس ادنہ سہ رودم پانس تام

زرگر صاحب نے ایک اور جگہ بھی (متہ) لفظ استعمال کیا ہے۔

متہٕ کوٚنہ سوئی یِس پیٚیہ دوٗرولو

اس شعر میں وہ مجنوں اور دیوانہ ہوجاتا ہے جسکو محبوب دور ہوگیا جبکہ پہلے والے شعر میں مجنوں وہ ہوجاتا ہے جس کو محبوب اپنے قرب میں لے آتا ہے جو خوشی سے دیوانہ مجنوں ہوا کہ محبوب کے قرب میں ہے یہ دیوانگی ہمیشہ نہیں رہتی۔

میں ہوں اپنے صنم کی باہوں میں میرے قدموں تلے زمانہ ہے۔

لیکن جس کو ہجرِ محبوب سے دیوانہ گی ہوئی تب تک رہے گی جب تک کی محبوب مل نہ جائے۔

وٚن رحیمن چنہٕ کھوتہٕ پیارُن جان
تنہٕ چھُس زُو تہٕ جان تٔس وندأنی

یَس بنیو تَس نہٕ زانہہ سوٗریوٚ آن
تنہٕ چھُس زُوتہٕ جان تَس وندأنی
(فقیر رحیمؒ صائبؒ سوپور)

مدح پیر منقبت

ارض و سما پاد کۆر دستگیر نے
دردِ آدم دروجود اُون پیر نئے

یہ کلام بظاہر ایک منقبت ہے جبکہ یہ پوری تخلیق عقیدت پیر ہے اور تعریف پیراور تعریف شیخ ہے۔ منقبت میں جوز یرا ثر اولیاء ہوتا ہے اس کلام میں اولیاء کے تعریف سوانح عمری اور کشف وکرامت اس اولیاء کے حضور شاعر عاجزی انکساری اور دست بدعاء ہوتا ہے اوراس تخلیق میں ایسا کچھ نہیں ہے۔اس کلام میں لفظ دستگیر (مدد کرنے والا) کے طور استعمال ہوا ہے کہ پیر مرشد کی مدد سے ہی سالک مقام پہنچ جاتا ہے۔

فقیری ہوۄ چھُم از ہانبر دراوٗ فقیری روح بِلتھ میانس مرِس ژاوٗ
فقیر نوحؑ یتھ ناوِ چھُے فقیری کعبہ و محراب چھُے
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

اس کلام میں زرگر صاحب نے فقیر کو فنا فی شیخ میں وہ مقام دیا ہے جو کہ

ایک امتی اپنے نبیؑ کو دیتا ہے ایک عربی قول بھی ہے کہ۔ اَلشَّیخُ فِی طَالِبِھِی کَنَبِیٌ فِیْ قَوْمِھِی شیخ یعنی پیر اپنے طالب کیلئے ایسا ہے جیسے ایک نبیؑ اپنی امت میں۔اس سے ملتی جلتی ایک حدیث رسولؐ ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا میری امت کے عالم کی مثال ایسی ہے جیسے میری مثال ایک ادنیٰ درجے کے انسان کے سامنے۔ (مسلم شریف)

سفرِ محمو دس دیوونس تن کُفر واسلام نِشہ شوٗژ گوم من
وُچھ احد زرگرن دوٗن کُنی ذات پمپوش منز گیہِ پادٕ کائینات
(پیر من فقیر اَحد زرگرؒ)

سفرِ محمود کا معنیٰ ہے وہ سفر جو پہلے چُنا ہو سفروں میں سے جیسے ہمیں سیر کیلئے جانا ہے تین جگہوں کے نام ہمارے پاس ہیں اب ہم چُن کے کسی ایک جگہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ایسے ہی سفرِ محمود اس سفر کو کہتے ہیں جو پہلے چنا گیا ہو اور وہ کوئی عام سفر نہیں ہے بلکہ راہِ سلوک ہے اسے سفر محمود کا نام زرگر صاحب نے دیا ہے۔صوفیاء میں ایک مقام ہے مقام محمود اسکا مطلب و معنیٰ بھی چُنا ہوا مقام ہے۔ یہ شعر زرگر صاحب اپنی شیخ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سفر پر مجھے اپنے پیر نے بھیجا۔اسکے بعد جو بات زرگر صاحب بتانا چاہتے ہیں یہ ایک عارفانہ بات

ہے عارفانہ مقام ہے کہ کُفر اور اسلام دوی یعنی (دوگنیار) جس کو کشمیری میں کہتے ہیں کہ ایک آدم ایک حوا سے پیدا ہوئے لہٰذا کفر اسلام یہاں کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ یہ تصوف میں ایک مقام ہے اس مقام کو مقامِ یکسان کہا جاتا ہے کہ کفر اسلام کعبہ بتخان کلمہ رام رام سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اس مقام کو مقامِ آدم بھی کہا جاتا ہے لیکن یہ بات خاص طور دھیان میں رہے کہ سالک جب اس مقام سے لوٹتا ہے پھر بالکل شریعت کا پابند ہوتا ہے کہ قرآن فرماتا ہے کہ اَنَّـمَـا الْـمُشْرِكُوْنَ نَجَس" کہ شرک کرنے والے ناپاک ہیں ہاں یہ دوسری بات ہے کہ صوفیاء یا اولیاء اللہ کے دستر خواں پر ہر کسی کو آنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن جب تک ایمان نہ لائے تب تک اسکا شرک قابلِ حقارت ہوتا ہے اور صاحب شرک مستحق دعوت اسلام ہوتا ہے۔

دُچھ احد زرگرن دوٚن گُنی ذات

یہی مقام یکساں ہے کہ وہاں غیر کوئی نہیں سب کا جسم مٹی کا سب کے ارواح بارگاہِ ربّ سے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے بعد میں اسکے ماں باپ وغیرہ اسکو مختلف دین و مذہب کا سبق پڑھاتے ہیں۔ یہ دراصل عالم ارواح کی بات ہے کہ ارواح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دفعہ تخلیق فرمایا اور اسے وعدہ اقرار لیا۔ کیا میں تمہارا ربّ نہیں جواب میں ارواح نے

یکجا کہا جی ہاں (آپ ہمارے ربّ ہیں) وہاں سب توحید پرست تھے اور دنیاوی زندگی میں کوئی مسلمان کوئی غیر مسلم اوران دونوں جماعتوں میں کوئی نیک عمل کرنے والا اور کوئی برے اعمال کرتا ہے۔ اَلَسْتُ بِرَ بِّکُمْ کیا میں تمہارا ربّ نہیں قَالُوْ بَلاَ سب نے کہا جی ہاں (آپ ہمارے ربّ ہیں)۔

پمپوش منز گیئے پادکاینات

لفظ پمپوش (کنول) یہاں پر شاعر نے دل کو کہا ہے کہ جتنا بھی تصوف میں حاصل ہوتا ہے وہ دل سے ہی حاصل ہوتا ہے دل کوتصوف میں ایک مکان یا ایک باغ سے مشابہت دی گئی ہے جو ملتا ہے دل سے اور جو باقی رہتا ہے یعنی حاصل جوسالک کومقصود ہوتا ہے وہ بھی دل میں ہی جمع ہو کے رہتا ہے انسانی وجود میں سات مقاموں کا ذکر ہے ان سات مقامات کا مرکز بھی دل ہی ہے جس کائینات کی شاعر ذکر کرتا ہے۔ظاہری کائینات نہیں بلکہ باطنی کاینات باطنی دنیا کی ذکر کرتی ہے۔

سرِ منزِ پھُو لموت دم سیت پمپوش
گرِ میانہِ بسکین شاہ چھ کستوٗر و
(استادمن غلہ دوٗ ن)

یہاں پر جناب غلام دون صاحب نے بھی پمپوش کو بطور دل استعمال کیا ہے۔

دلسۓ چھ دلسۓ سیتی مِلون دل وَلی دلہ کی اخلاصن
دل سۓ منزو چھُم کل دِتھ ٹھکان تمی کتھ کرنم دلہ چی زان
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

صوفیانہ کلام میں تقریباً (کل) کا لفظ اللہ کی ذات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

دلس تہ کلس میول چھُ گومُت سیت ازکارس
دل میون پھیران ہچہ بلبل ہر گلزارس
(احمد بٹواریؒ)

یہاں بھی جناب احمد بٹواری صاحب نے کل لفظ اللہ کی ذات یا اللہ کا نور سے تعبیر کیا ہے۔

دل چھی لچھ بدی سُیت پانس دلہ چی مالکی چھےٗ پرتھ مکانس
دل شرف المکان بالمکین زان تُم کتھ کرنم دلہ چی زان
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

شرف المکان بالمکین چھُتہ ہےٚ یتہٕ نہٕ شرف تتہٕ موراوٚ
تس روٗس شرف دانہٕ چھِنہٕ متہٕ ہےٚ تٔیم نتہ ہےٚ مارس پان
(رحیم صائبؒ)

مکان تب آباد ہے جب اس میں مکان والے رہتے ہوں باغ تب آباد ہے جب اس میں بلبل یعنی عاشق ہوں دل تب آباد ہے جب اس میں مکین یعنی نور خدا ہو تب وہ دل دوسرے دلوں کو آباد روشن منور کرے گا۔

شرف المکان بالمکین آوٚ یتہٕ نہ شرف تتہ موراوٚ
شرف چھ درصدف شہنشاہ لِلوٗن لااِلا ہَ الااللہ
(استادمن غلہ دوٗن)

دل چھوٗئ گاڈ تےٚ ہُوکھ مو تھا ون
ذکر ہیوٚند پوٗنی دٔس لسیو توےٚ
(شیخ نورالدین نورانیؒ)

دل میں اگر خدا کو بسانا ہے تب دل کو پہلے ہستی لاثانی کے مطابق سنوارنا ہے تب وہ اس میں آکے رہے گا۔ جیسے باغ میں سیلانی تب آئینگے جب وہ باغ قابل دید ہوگا مکان کے بارے میں بھی یہی لازم ہے کہ رہنے والوں کیلئے اس میں وہ گنجائش اور جاذیت ہونی چاہئے کہ اس میں بسا جائے۔ دل میں پہلے کسافت دور کرنی ہے۔ یعنی باطنی کسافت پھر ذکر سے سجانا سنوارنا اور اپنے اخلاق سے اس میں اتنی جلا (جلٹ) لانی ہے کہ شبنم کی طرح پاک صاف چمکوار بنے ہر غیر کو اس میں سے دفع کرے اسی کو دوسرے لفظوں میں اصل توحید پرست کہتے ہیں۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہجرت دو قسموں کی ہوتی ہیں گناہوں کو چھوڑنا اور اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹنا بھی ہجرت ہے۔

(مسند احمدؒ) (حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ)

رام ہہ کرہس رامۂ ژبایو رام میلہ بے شک رحیمس سیت
جام چیئے عارفو لولہ ضرایو گاہ پیوم میمہ چو گرایو سیت

(پیر من نقیر احد زرگرؒ)

لفظ رام اُردو شاعری میں بھی استعمال ہوا ہے اور کشمیری شاعری میں بھی بلکہ یہ ایک مثال بن گئی ہے کہ رام ہونا یعنی زیر ہونا (ہار ماننا)۔ شاعر نے جو لفظ رام استعمال کیا ہے وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں رام ہو گیا میں زیر ہو گیا (surrender)۔ میں جس سے رام ہوا یا زیر ہوا وہ کلامِ نیستی ہے یعنی وہ کلام جس میں شدّت کی نرمی انکساری تواضع ہے ویسے دیکھا جائے ہر صوفی کے کلام میں یہ صفات ہوتے ہیں کہ سب کچھ کر کے شاعر اعتراف کرتے ہیں کہ کچھ نہیں کیا یعنی پوری زندگی اللہ کی یاد میں پھر بھی کہتے ہیں اپنے کلاموں میں ہم نے اپنی زندگی دنیا داری میں اپنی نفس پرستی میں گزار دی دراصل یہ انکی ندامت ہے۔

شرمندہ چھُس چھمنہ کینہہ ڈالی گُزراوٗ کیا پیش والی
شرمندہ چھُس تھر چھم پانس حضرت نبی ﷺ چھُم فریاد رس
(پیر من فقیر احد زرگرؒ)

یہاں شاعر کہتا ہے کہ میں رام ہو گیا یا زیر ہو گیا اور جسے رام ہوا یا زیر ہوا۔ وہ بزرگوں کا کلام یا بزرگوں کی باتیں یا بزرگوں کی حالات زندگی سن کے کہ انہوں نے بڑے مرتبے پا کے بھی کہا ہمیں کچھ کرنا آیا ہی نہیں۔ جو کرنا تھا کر دیا لیکن سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہوا۔ ان باتوں سے شاعر خود رام ہوا نیستی میں آ گیا

تواضع کی شدت پڑ گئی۔ اسکے بعد شاعر کہتا ہے کہ رام بیشک رحیم کے ساتھ ملے گا اب رام وہ ہے جس نے اللہ کے سامنے سرخم تسلیم کیا یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی گناہوں کو چھوڑ دیا۔ تب وہ بندہ مومن یعنی تائب انسان قیامت میں اللہ سے ملاقات کریگا یہاں اللہ کو رحیم نام دیا ہے شاعر نے۔

گو ڈِ آوَ شیطان اِدِ آوَ شِو رازدانِ روکن ناز پر تو
شاز کانہہ رازس محرم گو ر ازدانِ روکن ناز پر تو

زرگر صاحب کا یہ کلام بظاہر خلاف شرع لگتا ہے مگر صوفی کلام میں یہ ایک صفت مانا جاتا ہے کہ بات اسطرح پیش ہوتی ہے کہ عام انسان سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے چاہے اس نے دنیاوی تعلیم کالج، یونیورسیٹی میں بھی پڑھی ہو صوفیت سے اگر واسطہ نہیں ہے تو صوفی کلام نہیں سمجھ سکتا یہ ایک الگ علم و ادب ہے۔

ایسا ایک شعر للہ دیدؒ نے بھی فرمایا ہے اور زرگر صاحب کا شعر اُسی کی عکاسی کرتا ہے ہر صوفی اپنے اسلاف کے تابع ہوتا ہے جو صوفی اسلاف میں سے فرماتا ہے حاضر صوفی اسی کی تقلید کرتا ہے للہ دیدؒ نے فرمایا۔

شیوتہٕ شیطان وُچھم اکسی گھرس بلکہ شیطان پیٹھ ممبرس

لفظ شِو للہ عارفہؒ نے اللہ کے بطور استعمال کیا ہے کیونکہ اس دور میں ہندی سنسکرت کشمیر میں سرکاری زبان مانی جاتی تھی اور للہ دید نے جنم بھی ایک پنڈت گھر میں لیا ہے اسلئے انکے اشعار میں ہندی سنسکرت کا زیادہ اثر ہے یہی بات شیخ نور دینؒ کے کلام میں بھی ہے کہ سیدھی کشمیری زبان ہے مگر سمجھنا بہت ہی مشکل ہے۔

للہ عارفہؒ کا فرمان ہے کہ اللہ اور شیطان کو میں نے یکجاء دیکھا یعنی انسانی وجود میں دراصل قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا کہ میں انسان کے بہت نزدیک ہوں اور دوسری جگہ فرمایا شیطان بھی انسان کے ساتھ ہی ہے۔

(i) وَنَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد. میں انسان کو اسکے شاہ رگوں سے بھی نزدیک ہوں۔

(ii) اِنَّہٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. وہ (یعنی شیطان) تمہارا (اے انسان) کھلا دشمن ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان

جنم لیتا ہے اور ہم نے شیطان کو قتل کیا دوسری جگہ ہے ہم نے اسکو کلمہ پڑھایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو نفس عطا کئے نفس اَمّارَة نفسِ مُطْمَعِنّ. نفسِ اَمّارَہ گناہ کے کاموں کی طرف راغب کرتا ہے. نفسِ مُطْمَعِنَ نیک کاموں کا شوق دل میں جگاتا ہے یعنی دونوں نفس ایک انسان میں موجود ہیں تصوف میں یہ فہم ہے کہ خدا اور شیطان انسان میں موجود ہیں۔ زرگر صاحب نے خواہش کو ایمان سے مشابہت دی ہے کہ خواہش اچھائی کی ہو ایمان اچھا ہے خواہش برائی کی ہو ایمان اسکا تباہ برباد ہے۔ زرگر صاحب سے ایک بار پوچھا گیا۔ کیا آپ بعیت پیر سے پہلے سماء کی محفلوں میں جاتے تھے انہوں نے فرمایا بہت کم کیونکہ میرا ایمان ابھی اُسکی طرف یعنی صوفیت کی طرف نہیں تھا خواہش کو انہوں نے ایمان فرمایا۔

للہ دید دراصل انسان کو آگاہ کرتی ہے کہ شیطان ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ سے بھی کہا کہ میں تمہارے بندوں کو گمراہ کرونگا اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا اِلاّ عِبَادِیّ الصّالِحُوْن ۔بغیر جو تمہارے صالحین بندے ہونگے (یعنی انکو نہیں بہکا سکتا) اب پہلے صالح بننا ہے پھر شیطان سے بچ سکتے ہیں۔شیطان کو اللہ تعالیٰ نے بارگاہ سے باہر کردیا رجیم بنایا یعنی اس پر رجم ہوا رجم

دین اسلام میں سنگسار کرنے کو کہتے ہیں اس نے اللہ کا حکم یعنی سجدہ آدم بجانہ لایا اوراسلئے یہ بارگاہ ربّ سے نکال باہر ہوا تب سے اسکو آدم ذات سے دشمنی نفرت اور تکبر ہے اللہ تعالیٰ نے علم غیب کی بنا پر شیطان کو اس واقع کے بعد کہ سجدہ نہ کیا فرمایا وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْن یعنی یہ کافروں میں سے تھا۔ یہ لفظ (تھا) سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو پہلے ہی اس کے تیور معلوم ہوئے تھے کہ یہ سجدہ نہیں کریگا۔ امام غزالیؒ بھی اپنی تصنیف (مکاشفۃ القلوب) میں فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی مانند دوڑتا رہتا ہے۔ (الحدیث)

نفس مطمعنس تیزی چھ لوامس بیہِ
دُنوے چھیٚ ژہ ہمراہ لبتھ ہےٚ لبتھ کیاہ
(مومنؒ صابؒ)

للہ دیدؒ نے جو فرمایا کہ ''بلکہ پیٹھ ممبرس''۔ جب بھی کوئی خطیب ممبر محمود صلی اللہ علیہ وسلم پر خطبہ ارشاد فرماتا ہے پہلے مردود شیطان سے پناہ مانگتا ہے اَعُوْ ذُ بِاللہ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم۔ کوئی بھی کام ہو نماز تلاوت یا کسی سے مشورہ پوچھا جائے مشورہ دینے سے پہلے شیطان سے پناہ مانگتا ہے اپنے ربّ کو پھر زبان کھولتا

ہے کہ شیطان مشورے کے وقت میرے ذہن میں کوئی غلط بات نہ ڈالے بیت الخلاء میں جائینگے پہلے پناہ شیطان سے مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ جب قرآن کی تلاوت کرو تو اللہ تعلی سے پناہ طلب کرلیا کرو شیطان مردود سے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شیطان سے پناہ کی ہمیشگی یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ واجب عمل ہے (پناہ کے شعر)۔

يَا مَنْ اَلُوْ ذُ بِهٖ فِيْ مَا اُؤَمِّلُه‘. وَمَنْ اَعُوْ ذُ بِهٖ مِمَّا اَ حَاذِرُه‘
لَا يَجْبُرُ النَّاسُ عَظْماً اَنْتَ كَا سِرُه‘. وَلَا يَهِيْفُوْنَ عَظْماًاَنْتَ جَابِرُه‘
(مُتنبی)

اے وہ پاک ذات جس کی ذات سے میری تمام امیدیں وابسطہ ہیں اور اے وہ پروردگار کہ تمام برائیوں سے میں اسکی پناہ پکڑتا ہوں۔ جسے وہ توڑے اُسے کوئی جوڑ نہیں سکتا اور جسے وہ جوڑے اسے کوئی توڑ نہیں سکتا اعوذ کی معنی یہ ہے کہ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ شیطان رجیم مجھے دین و دنیا میں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے جن احکام کی بجا آوری کا مجھے حکم ہے ایسا نہ ہو کہ میں انسے رک جاؤں اور جن کاموں سے میں منع کیا۔ گیا ہوں ایسا نہ ہو کہ مجھ

سے وہ برے کام سرزد ہو جائیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو سورتیں نازل فرمائی کہ شیطانی و سوسہ سے بچا جائے اور انکا نام ہی (مَعَوُ ذِتِین) ہیں یعنی پناہ مانگنی والی دو سورتیں سورہ الفلق سورہ النّاس۔

زرگر صاحب نے بھی یہی فرمایا کہ سب سے پہلے سنّت یہی ہے کہ شیطان سے پناہ لی جائے پھر اللہ کا نام اُنکی ثناء و تعریف اور ذکر وغیرہ۔ (شاز کانہ رازس محرم گو) شاز صوفی کلام میں اسکو کہا گیا ہے جو بہت ہی سمجھدار ہو۔ یعنی کوئی سمجھدار ہی محرم راز ہوا اسرار کو جانا یا اسرار کو پہچانا۔

بزمِ یندرا ز تازِ لوگُمت راز رنگین گاہ دوان
شاز گئے شہباز بند گئے زلفِ پیچانک قسم
(استادمن غلہ دؤن)

گٹہ قلب روحن وُچھ چشموژھرٹہِ ژھرٹہِ کرنہ لوگ اوراژنو
کھٹہ کیاہ سُوز سیئت ژانن دو راز دان روکن ناز پر تو

یہ واقع ہے جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق فرمائی اور آدمؑ کے پتلے کو

بنا کے رکھ دیا ابھی رُوح نہیں ڈالی تھی کہ شیطان کو بہت افسوس ہوا کہ ہائے اللہ نے عَلی الاعلان فرمایا کہ میں اپنا جانشین تخلیق فرماؤں گا فرشتے حیرت میں لیکن شیطان کو غصّہ اور تکبر ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو تخلیق فرمایا مٹی کا پتلا کچھ عرصہ تک بنا کے رکھا اور شیطان روز آتا تھا اسکو دیکھ کر حسد کرتا تھا اور غصہّ سے مٹی کے پتلے کو ایک دو ٹھوکر مارتا تھا تب وہاں سے رخصت ہوتا تھا یہ بات ابن کثیر نے بھی لکھی ہے اپنی تفسیر میں۔

زرگر صاحب نے جو واقع بیان کیا ہے اس شعر میں وہ روح کا مٹی کے پتلے میں اُترنا ہے کہ روح ڈرتی تھی فرشتے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے پھر جب روح مٹی کے پتلے میں اتر گئی یعنی جسم کے اندر اسکو کوئی سوُز سنائی دیا اسکو ایک طرح کی راحت یا خوشی یا لزّت محسوس ہوئی۔

ذکر تہ تسبیح زالتھ تراوٗ فکر و گڑھ گڑھ سیر پر زناو
مکر وسیت نو دئے اتھ آوٗ فکر و گڑھ گڑھ سیر پر زناوٗ
پر پر تراوٗتھ سر کر ذات ارسر تراو کشف و کرامات
پھر ورکتھن روزنہ باوٗ فکرو گڑھ گڑھ سیر پر زناوٗ

زرگر صاحب تقریباً (80) سال تصوف کے میدان میں بہ عمل رہے انکو صوفیت کے سب داؤ پیچ کا علم تھا ایک پختہ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نقطہ شناس فقیر تھے ہر ہر چیز کو بڑی گہرائی سے دیکھتے اور سمجھتے تھے۔ اصل اور نقل ہمیشہ سے برابر آتا رہا اگر نقل نہ ہوگا اصل کسی کو محسوس نہیں ہوگا جب اندھیرا ہے تب اُجالے کی قدر و قیمت ہے۔ زرگر صاحب کے دور میں بھی نقلی درویش نقلی صوفی لوگوں کو گمراہ کرنے پر کمر بستہ تھے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورہ بنی اسرائیل جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا۔ حق آیا باطل مٹ گیا اور باطل کو مٹنا ہی تھا۔ جہاں نورِ نبوت آتا ہے وہاں شیاطین قوتیں دور بھاگتی ہیں۔ جب کسی محفل میں اصل صوفی آتا ہے وہاں نقلی درویش یا رخصت ہوجاتا ہے یا اپنے کو چھپا کے رکھتا ہے۔ زرگر صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی شریعت کے بڑے ماننے والے اور اسپر عمل کرنے والے تھے اسلئے وہ کسی درویش کو دیکھتے کہ خلاف شریعت عامل ہے اور خلاف شریعت مریدین کو حکم کردیتا ہے تو زرگر صاحب کی غیرت غصّہ کی شکل میں نمودار ہوتی تھی پھر اس درویش سے قرآن حدیث کی آڑ میں بحث کرتا تھا جب تک شریعت کی جیت نہ ہوتی اس مجلس میں تب تک درویش کو جانے نہیں دیتا تھا اس بارے میں زرگر صاحب نے یہ غزل تخلیق

فرمائی ہے کہ اس میں نقلی درویشوں کو طنز کیا ہے کہ اصل مسلک تصوف کیا ہے اور یہ بے چارگی میں پھنسے درویش لوگ کیا کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان درویشوں کو منافق کا خطاب دیا ہے کہ شکل درویش کی اور کام شیطان کے۔

ایسے لوگوں کیلئے قرآن کریم میں بھی وعیدیں ہیں کہ منافقوں کیلئے جہنم کی آتش ہے (سورہ منافقون) اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ. تیرے پاس (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قایئل ہیں کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اللہ جانتا ہے کہ یقیناً تُو اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔

اس بارے میں ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی ہے۔ (مسند احمدؒ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے (یعنی آغازِ کلام) ان کی خوراک لوٹ مار ہے انکی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی نا پسند کرتے ہیں وہ نمازوں کیلئے آخری وقت آتے ہیں تکبّر اور نخوت والے ہوتے

ہیں نرمی اور سلوک تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کو ان کاموں کی وقعت کی نگاہ سے دیکھیں (یعنی عزّت ووقار کی نگاہ) رات کی لکڑیاں اور دن کے شوروغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیاں کی طرح پڑے رہنے والے۔ جو جو خاصیتیں نبی کریم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں منافق کی فرمائی یہی سب ایک نقلی درویش میں پائی جاتی ہیں ہم بھی اگر نظر اور سوچ ادھر ادھر پھیر لیں ہمیں بھی کسی حد تک محسوس ہوگا کہ نقلی درویش بالکل یہ کچھ کرتے ہیں زرگر صاحب نے اس غزل میں اصل درویش کے صفات بھی لکھے ہیں اور ایک نقلی درویش کے صفات بھی چندن لکڑی الگ چیز ہے کِکر لکڑی الگ چیز۔ مرغی دانہ کھاتی ہے اور آسمانی جانور (ککو) سنگریزے کھاتے ہیں۔

ملۂ ؤ ہنز مولانا رومیسؒ نتہٕ ملۂ ڈیشتھ پرزِ استغفار
مہجورؔ سئنز کتھ بوز لبکھ معرفتک پئے
پوز گیان یا عرفان چھنا گورن تہ ملن منز
(مہجورؔ)

زرگر صاحب فرماتے ہیں کہ علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور پھر

نماز روزہ زکوٰۃ حقوق اللہ حقوق العباد سب کو عمل میں لانا ہے یہ سچ ہے کہ کچھ وقت سالک کو ایسا درکار ہوتا ہے کہ یہ سب نہیں کر سکتا مگر شیخ کے حکم پر وہ معزور ہوتا ہے ورنہ تصوف کے مقام طے نہیں کر پائے گا لیکن وہاں سے واپس آ کے شریعت پر عمل کرنا اسپر عالم سے زیادہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ وہ بہت کچھ اس تصوف کی وساطت سے دیکھتا ہے جس کو عین الیقین کہتے ہیں۔

(Positive Demands)

(Negative Demands)

	امر بالمعروف		نہی عن المنکر
	جن چیزوں سے دل میں ایمان جگمگا تا ہے روشن ہوتا ہے		جن چیزوں سے دل میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔
۱)	گناہ پرن ندامت	۱)	شہوت
۲)	بلا پر صبر	۲)	غصّہ
۳)	قضاء پر راضی	۳)	بخُل
۴)	نعمت پر شکر	۴)	رِیا
۵)	خوف ورجا میں اعتدال	۵)	دکھاوٹ
۶)	دنیا میں عمل	۶)	حسد

۷)	اعمال میں اخلاص	۷)	حرصِ مال
۸)	حسنِ خُلق	۸)	دوکھ
۹)	خدا کے سامنے خشوع	۹)	کسرتِ زر
۱۰)	خدا سے لاانتہا محبت	۱۰)	کِبر و تکبر

یہ سب زرگر صاحب کے ارشادات ہیں کہ جو انسے دست بعیت ہوتا اسکو ان امور کا حکم کرتے تھے تب جا کے وہ کسی مقام کا مختار بنتا تھا۔ عربی میں ایک کہاوت ہے۔ لَا تَحۡقِرَنَّ صَغِیۡرَ ةً اِنَّ الۡجِبَالَ مِنَ الۡحِمیٰ.

چھوٹی چیز کو چھوٹا نہ سمجھ پہاڑ کنکریوں کے آپس میں ملنے سے بنتے ہیں۔ زرگر صاحب کے یہ ارشادات بظاہر چھوٹے لگتے ہیں مگر ان پر عمل کر کے ہی زرگر صاحب اس مقام پر آپہنچے جو ہمارے سامنے روز روشن کی طرح صاف ہے۔

شیخ نور دین نورانی فرماتے ہیں کہ۔

ازکی ریشی چھی کیللی ریشی یمن کھنس گُنے غم
کھاسی زِتھوان نشمنشی اکس گوگل تہ بیں کرہم

تہٕ کھبتھ تہٕ یمن خوداے مُشی ریشی ہے یم تہ ژورکم
فانی سرایہٕ بیُٔٹھکھ دُکانس اکھ ہیتھ تسبیح بیہٕ ہیتھ پھأسی

زُین زَن کأڈ ہولا گئٔ دانس
کنڈ پھورُکھ پانی پانہٕ سۓ

ریشی ہے ریشُت پالہ ہن سنگ گالہ ہن کرے تہ اشہٕ سٔیتی
نصر بابہٕ ریشی چھنہٕ ریشت پالن پان چھ گالن ژکھ بیہٕ غصّہ سٔیتی

ریشی لوگ اگر واقعی ریشیت یعنی پرہیزگاری اور تقویٰ کے تقاضے پورا کرتے تو وہ اپنی پاکیزہ زندگی نیکؒ اعمال اور خوف الٰہی کے آنسو بھری آنکھوں سے پتھر کو موم بنادیتے۔ تقربا ریشی لوگ ریشی ہونے کا تقاضے پورا نہیں کرتے ہیں ریشیت کا پالن نہیں کرتے وہ اپنے آپ کو غصّہ بغض وحسد اور نفرت سے ختم کرتے ہیں یہ برائیاں انسان کو اندر ہی سے ختم کرتی ہیں۔

مَن عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا

خواجہ خواجگاں خواجہ معین الدّین حسن سنجری چشتی اجمیریؒ کے چند اقوال۔

اردو میں کہاوت ہے کہ خود شناسی دراصل خدا شناسی ہے۔

۱) عارف وہ ہے جو دنیا سے منفرد ہوتا ہے۔

۲) عارف وہ ہے جو ذکر حق میں کسی کو دوست نہ رکھے۔

۳) عارف وہ ہے جو سوا اللہ کے کسی کو نہ دیکھے

۴) مال وزر سے بے زاری عارف کا ادنیٰ مقام ہے

۵) عارف دنیا کا دشمن اور خدا کا دوست ہوتا ہے۔

۶) عارف وہ ہے جو تقوٰی شعار ہو اور حرام سے پرہیز کرے۔

۷) عارف کی پہچان ہے کہ وہ اللہ سے اپنے لیئے کچھ طلب نہ کرے

۸) عارف وہ ہے جس پر عالم غیب سے تجلیات کا ظہور ہو۔

۹) عارف وہ ہے جس پر ہمیشہ ضربیں لگائی جائینگی مگر وہ متغیر نہ ہو۔

۱۰) عارف وہ ہے جس پر بطور آزمائش بلاؤں کا نزول ہو اور وہ اس پر راضی ہو۔

۱۱) عارف متوکل ہوتا ہے سوا خدا کے کسی پر بھروسہ نہیں کرتا

۱۲) عارف وہ ہے کہ محنت کے منزلوں میں ثابت قدم رہتا ہے اور اس پر شوق اس قدر غالب ہوتا ہے کہ سو (۱۰۰) ہزار (۱۰۰۰) تلواریں اسکی گردن پر چلیں اس

کو خبر نہیں ہوتی۔

۱۳) جس نے پایا جتنا پایا خدمت اور محبت سے پایا۔

۱۴) طالب کو چاہئے کہ وہ پیر کا فرمانبردار رہے اور زرہ بھر تجاوز نہ کرے۔

۱۵) راہِ حق سلوک کی چار منزلیں ہیں شریعت طریقت معرفت حقیقت سالک جب ثابت قدم رہتا ہے تو ترقی کرتا ہوا سلوک کی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔

۱۶) جب تک سالک دنیا و مَا فِی هَا ترک نہ کرے راہ سلوک کی دنیا میں داخل نہیں ہوسکتا۔

۱۷) جب تک مرشد کی تربیت نہ ہوگی عشق کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔

۱۸) عشق کی آگ سے کوئی آگ تیز نہیں کی جو اس پر چلتا ہے اپنے کو فناہ کر دیتا ہے

۱۹) خبردار عارف کا دل آتش کدہ محبت ہوتا ہے جو اس میں آتا ہے جل جاتا ہے۔

۲۰) غور کرو دریاء کا پانی بہتا ہوا شور کرتا ہے سمندر کے ساتھ جا ملتا ہے خاموشی اختیار کرتا ہے اسی طرح جب طالب مطلوب کو پالیتا ہے وہ بھی خاموشی اختیار کرتا ہے بس درویشی اسی کا نام ہے۔

چُھ ماران رنگ ہلیمن بانن تہٕ ہاوان بُتھ وُ ٕکری ٹھانن
ونان ما زانہہ چُھ مادس نر احد زرگر احد زرگر

شوکت انصاری

الحاج غلام محمد بٹ المعروف غلہٕ دۄن کی بیٹی اور میری بہن زرگر صاحب کی دست بعیت طالبہ تھی اور زرگر صاحب نے انسے کہا تھا کہ جیسی میری بڑی بیٹی ویسی تم میری بہن کو اپنے مقدر سے زرگر صاحب سے کچھ سال طالب ومطلوب کا رشتہ رہا جس کی وجہ سے میری بہن جسکا نام رفیقہ جی ہے علم الیقین کو عین الیقین میں دیکھا اور اسکی حالت پہلے سے مختلف ہوگئی اسکی سوچ اور فکر مکمل طور بدل گئی کیونکہ بعیت میں ایک خاص قسم کی تاثیر ہوتی ہے جو انسان کے باطن کو بدل کے رکھتی ہے۔

زرگر صاحب کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر جب رفیقہ جی نے سنی وہ دوڈ کے نروره پہنچی اور اسکے ساتھ انکا سسر حاجی علی محمد بٹ بھی تھے زرگر صاحب کو دیکھ کے زار و قطار رونے لگی اصل بات جو مجھے یہاں کہنی ہے وہ یہ ہے کہ زرگر صاحب کی زوجہ محترمہ نے رفیقہ جی کو دل سے روتے ہوئے دیکھا تو دلاسہ دینے لگی کہ تم کیوں روتی ہو اس دور حاضر میں زرگر صاحب کا رہنا محال تھا اسؔ نے وہ دور دیکھا ہے جب لوگ آپس میں ایک دوسرے کیلئے مر مٹتے تھے ہر درویش کی یہ چاہت ہوتی تھی کہ میرے پاس جو باطنی علم کا خزانہ ہے یہ ضائع نہ ہوجائے کوئی اس آب حیات کو سنبھالے علماء باعمل ہوا کرتے تھے محلے کا سفید ریش بزرگ جب راستے چلتا تھا عورتیں جوان یہاں تک کہ مخنّث لوگ بھی

سامنے گزرنے سے شرم محسوس کرتے تھے۔

مسجد کا امام زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہوتا تھا تب بھی اسکو وہ عزت دی جاتی تھی جو ممبر محمود پر بیٹھنے والے کا حق تھا بڑے چھوٹوں پر شفقت کرتے اور چھوٹے بڑوں کا احترام کرتے تھے محلے میں ایک گھر سرکاری گھاٹ سے چاول لے آتا اڑوس پڑوس کے دس بارہ گھر سوچتے تھے کہ فلاں گھر نے چاول گھر میں رکھا ہمیں اب کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو گھر چاول لاتا تھا وہ بھی یہی سمجھتا تھا کہ اس میں میرا حق بعد میں پہلے میرے پڑوسیوں کا حق ہے۔ ان باتوں سے ثبوت ملتا ہے کہ زرگر صاحب کی زوجہ محترمہ جو مسلکہ تصوف کے اعتبار سے ہماری ماں ہے، کس سوچ اور فکر کی مالک تھیں

ۂنز یاہ چھُ عاۂرفن ہُند مقام
دُنیا چھُ تتھ جایہِ بے نشان
(استاد من غلہ دۏن)

ابا جان نے جب تصوف کے تمام مقام طے کئے اور اسکا ظہور شاعری کی شکل میں سامنے آیا تب زرگر صاحب نے ابا جان سے فرمایا غلام محمد اب تم آبادی سے نکل کر ویرانوں کا مشاہدہ کرو جسکو قرآنی زبان میں غور وفکر کہا جاتا ہے کہ

سالک اپنے گھر بار کو چھوڑ کے اللہ کی تخلیق شدہ چیزوں کا نظارہ کرے اور یہ نظارہ عام انسان کا نظارہ نہیں ہوتا ہے بلکہ سوفی ان نظاروں کو اپنے دل ودماغ میں عکس بند کر کے رکھتا ہے۔ تصوف میں یہ ایسا منفرد مقام ہے جو تمام انبیاء ومرسلینؑ نے انجام دیا ہے اور ہمارے نبی آخرزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بظاہر نبوت ملنے سے پہلے یہ مقام مشاہدہ طے کیا تھا اور اس مقام مشاہدہ کے دوران ہی غار حرا کا واقعہ وحی پیش آیا۔

مقام مشاہدہ کے دوران ہی ابا جان زرگر صاحب کے پاس گئے تا کہ زرگر صاحب کو دعوت کریں کیونکہ فقیر کا کسی گھر میں داخلہ بلاؤں کا ٹلنا اور فیض وبرکات کے نزول کا باعث ہوتا ہے ابا جان زرگر صاحب کے گھر نروره گئے اور التجاء کی کہ ہمارے گھر گندر پورہ آپ کب تشریف لائینگے اس پر زرگر صاحب نے فرمایا مجھے کل سینچر وار ۱۹ر نومبر کو گاندربل جانا ہے وہاں سے لوٹ کے گندر پورہ آونگا اور بدھوار یا جمعہ رات کو ادھر نروره آ کے دیکھنا کہ میں لوٹا ہوں کہ نہیں۔

ابا جان کی ایک خواہش تھی کہ کسی دن میں اپنے محترم استاد جناب زرگر صاحب کے پیر کسی برتن وغیرہ میں دھولوں اور وہ پانی زرگر صاحب کے سامنے پی لوں یعنی فنافی الشیخ کا حق ادا کروں۔

زرگر صاحب سنیچر وار کو گاندربل گئے وہاں رات گزاری اور اتوار کو محسوس ہوا کہ دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آپہنچا ہے اپنے طالبین سے کہا کہ مجھے گھر جانا ہے سواری کا انتظام کرلو اور ساتھ ہی ایک بات کہی جو ایک عارف باللہ شخصیت ہی کہ سکتی ہے گاندربل کے طالبین و مریدین سے کہا کہ یہ ملاقات تمہارے اور میرے درمیاں آخری ہوگی کی اس کے بعد اب تم لوگ مجھے نہیں دیکھ سکو گے یہ الفاظ سن کے صاحب ہوش شاگردوں کو یقین ہوا کہ زرگر صاحب کا وقت نزدیک آپہنچا ہے اور انہوں نے تمام طالبین مریدین کو اطلاع کی کہ سب اس مکان میں جمع ہوگئے اور رونے لگے لیکن زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا کہ فقیر کے سامنے بے ادبی ہوجائے گی۔

حق پرستوں کی اگر تو نے دل جوئی نہ کی
طعنہ دینگے بت پرست مسلم کا کوئی خدا نہیں

مران یم مرنہٕ برُونٛھ از خود سران تم گئے حد ولا حد
کران ہِرہ ذات صبح وشامس تمس کیاہ کام چھ آرامس
(پیرمن فقیر احد زرگرؒ)

آخر کار گاندربل سے زرگر صاحب کو اپنے گھر نزورہ لایا گیا جب طالبین ومریدین نے یہ خبر سنی سب زرگر صاحب کی خبر گیری کیلئے آئے زرگر صاحب کو باتیں کرتے دیکھا تو انکو راحت قلب محسوس ہوئی جبکہ رات بھر زرگر صاحب کے پاس جو خاص شخصیات تھیں ان میں شیخ غلام رسول حزینؔ محمد اسماعیل صوفی (بیج بہاڑہ) محمد سلطان لسو قابل ذکر ہیں زرگر صاحب اتوار کی رات سوئے نہیں کہ کسی کا انتظار تھا زبان پر زکر دل میں شکر آنکھوں میں تواضع اور انکساری محمد سلطان لسو کا کہنا ہے کہ زرگر صاحب نے پوری رات کسی خاتون عورت کو اپنے نزدیک آنے نہ دیا چاہیے انکی اپنی شریک حیات ہو، بہو یا بیٹی سبوں سے کہتا تھا کہ میرے نزدیک مت آؤ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں میری روح تمہارے لئے راضی رہے گی لیکن اِس کمرے سے باہر ہی رہو کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔

(زرگر صاحب کا یہ کہنا میں الگ بیان کرونگا (انشاءاللہ)

وقتِ نزا آسہٕ پراران گر سَنا ڈیشن طبیبؔ
ستھ جنت تراوِتھ میہ کافی چھِوٗن دیدار یارسُول

(استاد من غلہٕ دؤن)

آخر کار صبح فجر نماز کیلئے مؤذن نے اذان دی
اَشْھدُ اَن الا اِلٰہَ اَلّا اللہ اَشْھدُ اَنّ مُحمّد الرَّسولُ الله

زرگر صاحب کی زبان پر بھی معجزاتی طور یہی الفاظ جاری ہوئے اور انکی روح جسم سے نکل کر وہاں پہنچی جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
یَا اَیُّھا النَّفسُ المُطمعنَّ ارجِعِیُ اِلَا ربّک رَا ضِیَة مَرُ ضِیة فَا دُ خُلِیُ فِیُ عِبَادِیُ وَدُخُلِیُ جَنَّتِیُ (القرآن)
اے نفس مطمعن (اے پاک نفس) اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ خوشی خوشی پس داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں کے ساتھ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں۔ وادی میں زرگر صاحب کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر جنگل کے آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ سرینگر کے علاوہ وادی کے اطراف سے آنے لگے یہ سوموار کا دن تھا ۲۱ نومبر ۱۹۸۳ء بمطابق ۱۵ صفر ۱۴۰۴ھ جب یہ خبر ہمارے گھر پہنچی کہ زرگر صاحب دنیا میں نہ رہے ہمارے نیچے سے زمین جیسے کھسک گئی کہ کسی افراد خانہ کو ہوش نہ رہا اور زرگر صاحب کی زیارت کیلئے نر ورہ دوڑ پڑے۔

زرگر صاحب کا دنیا سے رخصت ہونا ابھی ابّا جان کو معلوم نہ تھا کہ وہ

گھر میں اس وقت نہیں تھے میں ان دنوں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا گھر والوں نے مجھے یہ کہا کہ ابّا جان زاڈی مسجد محلے میں ایک مرید کے گھر گئے تھے کہ وہاں جاکے ان کو اطلاع کروں اور مجھے آج تک یاد ہے کہ جُونہی میں نے ابّا جان کو یہ افسوس ناک خبر سنائی ان کی زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلا۔

أمہ کمائن گر تیر لُویِ متۂ ہۓ
ریزہِ کرنُم آس نۓ عار
اڈٕ کھشہٕ گو تراوِتھ متۂ ہۓ
تیم ننتۂ ہۓ مارس پان

(رحیم صاحب سوپوری)

یہ شعر کہہ کے نرورہ کی طرف روانہ ہوئے اور میں دیکھتا ہوں کہ ابّا جان کے جیسے ہوش اڑ گئے کیونکہ انکے ذہن میں یہ گونج رہا تھا۔

فقیری چھُم شہنشاہ چھُس بہٕ دربان فقیری چھُم سَرس پیٹھ تاج شوٗبان
فقیری دمبدم چھُم مس میہ چاوان فقیری چھم سرس پیٹھ تاج شوبان
فقیری چھُم فناہ چھاوِتھ بہ ہر ساتھ فقیری چھم بقا درارض و افلاک
فقیری شیٚن حدن چھُم نورتابان فقیری چھُم سرس پیٹھ تاج شوٗبان

(استادمن غلہٕ دوٗن)

صوفیاء حضرات شیخ کو سارے جہاں سے افضل سمجھتے ہیں (مولانا اشرف علی تھانویؒ)

وادی کشمیر سے ہر مکتبہ فکر کے لوگ زرگر صاحب کی عقیدت میں ان کی زیارت کیلئے آئے جن میں صوفی بزرگ شاعر ادیب دانشور عالم فاضل درویش قلم کار اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے سب نرورہ آ پہنچے۔

میرا طریقہ امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

ایک رند مستان کو ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اصل گھر ابدی گھر مسلمان کو قبر ہے۔اسلئے وہ دنیا کی زیب وزینت دیکھ کے اس آخری گھر کی یاد کو دل ودماغ سے فراموش نہیں کرتا زرگر صاحب نے بھی اپنی زندگی میں ہی اپنے لئے زمین خرید کے اس میں اپنے لئے ایک قبر تیار کرائی تھی کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی خود داری باقی رہے۔کسی کو تکلیف نہ ہو جائے میری قبر کی جگہ ڈھونڈنے یا بنانے میں نرورہ میں ہی آبائی مقبرہ کے پاس یہ زمین کا ٹکڑا زرگر صاحب نے خریدا اور اپنے سامنے اپنا روضہ تیار کرایا زرگر صاحب کے طالبین اور گھر والوں کو معلوم تھا کہ زرگر صاحب نے اپنے لئے خود ہی جگہ کا انتخاب کیا ہے ان کی نماز جنازہ عیدگاہ

میں لوگوں کے بھاری ہجوم نے ادا کیا اور پرنم آنکھوں سے سپرد خاک کیا گیا اور بلکل چوتھے روز پھر فاتحہ خوانی کی گئی اور دستار بندی ان کے بڑے صاحب زادے جناب خورشید احمد کو ہوئی کہ وہ زرگر صاحب کے بعد اس خاندان کے سربراہ ہیں۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پرانی طبع کے لوگ افسوس کہ ہم کو ان سے صحبت نہ رہی
بُجھا چراغ ختم ہوئی بزم کھل کے رو لئے دل

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْحَلِیْم (آمین)

☆☆☆☆☆

FAQIR GULDOON FOUNDATION (Regd.)
H.O.: Ganderpora, Eidgah, Srinagar.
B.O.: Braripora, Eidgah, Srinagar.
Cell: 9797113434

فقیر گلہِ دُون فاونڈیشن (رجسٹرڈ)
مرکزی دفتر: گندر پورہ عیدگاہ سرینگر
شاخ : براری پورہ عیدگاہ سرینگر

فقیر گلہِ دُون فاونڈیشن کا منشور

جموں و کشمیر فقیر گلہِ دُون فاونڈیشن ضلع دفتر سرینگر، گاندربل، بارہ مولہ، کپوارہ، بڈگام، اسلام آباد (اننت ناگ)۔ وادی میں جتنے کلچرل آرگنائزیشنز ہیں ان میں فقیر گلہِ دُون فاونڈیشن کا ایک امتیازی مقام ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سٹیج ہے جس پر ہر ایک شخص کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ مُقّر رہو یا شاعر سرینگر کا رہنے والا ہو یا کس اور ضلع کا فاونڈیشن نے اس کا امتیاز نہیں رکھا ہے جب بھی کوئی مشاعرہ کانفرنس یا سیمینار منعقد ہوتا ہے سب سے پہلے بولنے کا حق گاؤں سے آئے ہوئے مہمانوں کا ہوتا ہے اسکے علاوہ فاونڈیشن ہمیشہ اپنے خرچے پر کام انجام دیتی ہے۔ جو فاونڈیشن کی بڑی فراخ دِلی ہے۔

فاونڈیشن کا مِشن تصوف، روحانیت اور اعتقاد کی بجا آوری ہے جو کہ دورِ حاضر کی ضرورت ہے اس حوالے سے فاونڈیشن نے پہلے ہی ایک کتاب منظر عام پر لائی ہے جسکا نام ''اظہار حق'' ہے جس میں تصوف کو قرآن و حدیث سے روشناس کیا گیا ہے۔ اِسکے علاوہ جو صوفی حضرات شاعر ہیں اُنکا کلام لوگوں تک پہنچانا۔ وادی میں جتنے صوفی حضراتؒ بلکہ اولیاء اللہؒ بھی دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اُنکے روضوں پر صوفی اور شرعی مجالس کی تقریبات کا اہتمام اسکولوں اور کالجوں میں کشمیری زبان باضابطہ پڑھانے کے مطالبات جو ہماری پہچان ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر کشمیر صوفی بزرگوں کی حالات زندگی اور شاعری عوام تک پہنچادی جائے تاکہ آئندہ نسلوں میں یہ سرمایہ حیات منتقل ہوجائے۔ جن صوفی بزرگوں کی مجالس ہم مناتے ہیں ان مجالس کیلئے کوئی زمین یا آڈٹوریم حال میسر ہوتا کہ سب صوفی حضرات کی ایک مرکزی جگہ بن جائے جہاں پر مختلف مجالس کا انعقاد ہوتا رہیگا۔

شعبہ نشر و اشاعت: فقیر گلہِ دُون فاونڈیشن (رجسٹرڈ) موبائل: 9797113434



احد زرگر

خالقِ رنگ مار